مجموعہ رسائل
ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ

از سید ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق وتدوین

علامہ حافظ محمد صادق رضوی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور - کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

مجموعہ

رسائل ابوالحسنات

سید ابوالحسنات محمد احمد قادری

کے علمی و تحقیقی رسائل کا مجموعہ

DATA ENTERED

تحقیق و تدوین

علامہ حافظ محمد صادق رضوی

نظر ثانی

علامہ شہزاد مجددی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	مجموعہ رسائل ابوالحسنات
تحقیق وتدوین	علامہ حافظ محمد صادق رضوی
نظر ثانی	علامہ شہزاد مجددی
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
سال اشاعت	جنوری 2014ء
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	SS17

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔37221953 فیکس:۔042-37238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔37247350۔فیکس042-37225085

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:۔021-32212011-32630411۔فیکس:۔021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Website:- www.ziaulquran.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Marfat.com

فہرست مندرجات

نمبر شمار	نفسِ مضمون	صفحہ
1	حمد	5
2	نعت	6
3	انتساب	7
4	حرفِ آغاز	9
5	سید ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ ایک عہد آفریں شخصیت	12
6	تحریک پاکستان میں کردار	14
7	سید ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ کا علمی ورثہ	16
8	امام اعظم کی حدیث فہمی	18
9	سیرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ	26
10	تاریخ قرآن وحدیث	56
11	گریجویٹ خاتون اور مولانا	118
12	تیمم کے فضائل ومسائل	145
13	استمداد از عباد الرحمٰن	170
14	اہم گزارش	207

Marfat.com

حمد

ساغرِ چشمِ ناز نے رنگِ دوئی مٹا دیا
دل میں وجودِ یار کا نقشِ قدم جما دیا
شمعِ جمالِ یار کا دل میں جو پرتو آپڑا
حسنِ ازل نے آن کر وہمِ خودی مٹا دیا
صدقے ہوں کیوں نہ اس پہ ہم عشق ہے آج شعلہ زن
نفسِ لعین کی شمع کو خوب ہی جھلملا دیا
آئینہ لا الٰہ کا جب کہ نظر میں آگیا
پھر تو اسی میں یار نے جلوۂ ''ھُوْ'' دکھا دیا
سوتے تھے بے خبر پڑے عالمِ کون سے پرے
چل کے ہوائے کون نے کیسا ہمیں جگا دیا
خلق میں خلق جب نہ تھی خالق خلق ذات تھی
کہہ کے زباں سے لفظ کُن بندہ ہمیں بنا دیا
کہنے کو تھے وہ پار سا پایا جو رہ میں نقشِ پا
حافظِ بادہ نوش نے سر کو وہیں جھکا دیا

کلام: سید ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

نعت

روشن قمر ہوں رشکِ رخِ آفتاب کا والله ہوں میں گوہر پاک خوشاب کا
ذرہ بنا ہوں جو شہ گردوں جناب کا درنجف ہوں خاکِ رہِ بوتراب کا
دل ہوں تو ہوں میں برق کے اضطراب کا اور دیدہ ہوں تو ابر کے چشم پُر آب کا
بے آشیاں ہوں بلبلِ خونیں جگر شہا ہوں منتظر میں گل کی زباں سے جواب کا
مٹ جائے یہ خودی تو ملے جلوۂ خدا افسوس خود ہی پردہ بنا ہوں حجاب کا
میرا سکوت شرمِ گنہ سے ہے دوستو ہوں میں اب خموشِ کتابِ حساب کا
پر سوز نالہ میرا ہے ظاہر ہے خونِ دل ہوں سیخ میں کباب کے ساغر شراب کا
دامن پہ خوب مچلوں گا کیونکہ میں روز حشر شہرہ ہے عاصیوں میں میرے انتخاب کا

حافظؔ نے خاکبو سی میخانہ کی جو آج
بخشایوں دستِ فیض نے ساغر شراب کا

سید ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

انتساب

حضرت مؤلف کے والد گرامی

علامہ سید دیدار علی شاہ محدث الوری رحمۃ اللہ علیہ

کے فیض تربیت کی نذر!

گر قبول افتد زہے عز و شرف

Marfat.com

Marfat.com

حرفِ آغاز

برصغیر میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص شاید ہی کوئی اہل علم وعرفان اور صاحبان انش وبینش حضرات میں سے ہو کہ جس نے بالواسطہ یا بلاواسطہ محدث الوری (حضرت سید یدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے خاندان مہربان سے اکتساب علمی وعرفانی نہ کیا ہو۔ آپ کے صاحبزادے سید ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ کی بڑی تصانیف تو الحمدللہ علی احسانہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز سے مسلسل چھپ رہی ہیں۔ ہماری نظر میں کچھ ایسا مواد رسائل اور مقالات کی صورت میں آیا کہ جس میں علم ومعرفت کا خزینہ بے بہا نظر آیا۔

حضرت کی نظر چونکہ سو سال بعد پر بھی تھی اس وجہ سے تحقیق وتخریج تقریباً تھی، جہاں ضرورت پڑی حوالہ جات کی وضاحت کردی گئی ہے۔ ہم نے ہر رسالہ کے آخر میں حوالہ جات اور تخریجات کی تفصیل درج کردی ہے جو کہ قارئین کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگی۔

جلد اول میں پنج تن پاک کی نسبت سے پانچ رسائل شامل ہیں۔

۱۔ علوم قرآن وحدیث، جس میں حضرت نے تاریخ وتدوین قرآن وحدیث پر سیر حاصل بحث کے ساتھ ساتھ نکات مفیدہ بھی تحریر فرمائے ہیں۔

۲۔ گریجویٹ خاتون اور مولانا، دور جدید کی پڑھی لکھی خاتون کے پردے کے حوالہ سے پوچھے گئے سوالات اور مولانا کے تشفی بخش جوابات، ایک دلچسپ مکالمہ۔

۳۔ امامِ اعظم، حضرت نعمان بن ثابت (امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کے فضائل ومناقب سیرت النعمان پر سیر حاصل تحریر، امین الحسنات رحمۃ اللہ علیہ کے امام اعظم کی حدیث فہمی کے عنوان سے ضمیمہ کے ساتھ۔ احناف پر اعتراضات کا دندان شکن جواب۔

۴۔ تیمم کے مسائل وفضائل، موزے اور پٹی وغیرہ پر مسح کے حوالے سے سوالاً جواباً بے مثال رشحات قلم۔

۵۔ استمداد از عباد الرحمٰن، اللہ کے بندوں سے مدد طلب کرنے کا شرعی جواز۔ قرآن و

Marfat.com

حدیث کی روشنی میں، حضرت سیدنا غوث اعظم کی فتوح الغیب کے زیر سایہ لاجواب عقدہ کشائی فرمائی ہے۔

جس کے اہتمام میں جامعہ حسنات العلوم کے ناظم اعلیٰ الحاج عبدالقیوم قادری اور محترم محمد تنویر جاوید قادری اشرفی نے خصوصی کاوش فرمائی ہے۔

اُمید واثق ہے کہ عوام وخواص کو ان رسائل علمیہ سے بے بہا خزانہ علمی وروحانی حاصل ہوگا۔

اللہ معاونین کو اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین

Marfat.com

حضرت علامہ سید ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ
ایک عہد آفریں شخصیت

غزالی زماں سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ
کے قلمِ فیض رقم سے

Marfat.com

حضرت علامہ سید ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ
ایک عہد آفریں شخصیت

مختصر حالات

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے سرزمین لاہور کو ''قطب البلاد'' کے نام سے موسوم کیا تھا۔ بلاشبہ یہ حقیقت ہے کہ اس شہر نے ان بیسیوں برگزیدہ ہستیوں کو جنم دیا جنہوں نے دہریت اور الحاد کی تاریکیوں میں بھٹکتی ہوئی دنیا کو روشنی کے مینار دکھائے تھے۔ مذہبی رسموں کی تطہیر روزمرہ کے امور حیات میں پاکیزگی روح کی نجات اور دنیا وآخرت میں سرخروئی کے جو آفتاب ان بزرگوں نے تراشے تھے وہ آج بھی تابناک ہیں۔ رشد وہدایت کے انہی آفتاب سازوں میں مفسر قرآن، غازی کشمیر صدر مرکزی جمعیت العلمائے پاکستان حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ بھی ایک بلند اور منفرد مقام کے حامل تھے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت مرحوم کی ذات گرامی ہماری یادوں کی ہرگز محتاج نہیں ہے انہوں نے اپنی پاکیزہ شاہراہ حیات میں حسن عمل کے جو پھول اگائے تھے وہ ہمیشہ سرسبز وشاداب رہیں گے۔ البتہ شعبان المعظم کا چاند جونہی آسمان پر طلوع ہوتا ہے۔ عقیدت مندوں کے دل میں ان کی محبت کے دھیمے دھیمے چراغ یکدم بھڑک اٹھتے ہیں۔ جزیرۃ العرب، ایران اور ہندوستان ہی تین ملک ہیں جو حضرت علامہ قادری رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد کا مسکن رہے جبکہ حضرت علامہ ابوالحسنات کے بزرگان سلف عرب سے ہجرت کر کے ایران کے شہر مشہد میں قیام پذیر رہے بعد میں بلگرام وفرخ آباد میں منتقل ہوئے اور آخر میں ہندوستان کی ریاست الور میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ ہندو (راجپوت) اس ریاست کے حکمران تھے۔ اور اس دور کا حکمران راجہ جے ہری سنگھ تھا۔ بعض تاریخی روایات کے مطابق یہ راجہ جہاں علم دوست تھا وہاں مسلم دوست بھی تھا۔

Marfat.com

چنانچہ اس کے عہد میں علم وفن، شعروسخن اور درس وتدریس نے بہت فروغ پایا۔ حضرت علامہ کے آباؤاجداد نے بھی وہاں پر علم وفضل کے چراغ روشن کیے۔ اس خاندان کا سلسلہ نسب حضرت امام موسیٰ رضا رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتا ہوا حضرت حسنین رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ شیخ المحدثین حضرت مولنا سید دیدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حضرت علامہ ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے۔ حضرت سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ اس خاندان کے وہ پہلے بزرگ ہیں جو ریاست الور سے ہجرت کر کے لاہور تشریف لائے اور تاریخی مسجد وزیر خان میں خطیب مقرر ہوئے۔ تبلیغ دین کے سلسلے میں شیخ المحدثین کی خدمات تاریخ پاک وہند کا اہم باب ہیں۔ اندرون دہلی دروازہ کی جامع مسجد آپ کی زندہ جاوید یادگار ہے۔ اس مسجد میں انہوں نے دم واپسیں تک علوم وفنون اور قرآن وحدیث کی درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا اور یہیں وفات پائی۔ مسجد کے ایک کونے میں ان کا مزار ہے۔

حضرت علامہ ابوالحسنات قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات میں انجمن اور یگانہ روزگار تھے سن شعور کو پہنچے تو حافظ عبدالغفور سے تعلیم قرآن کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ناظرہ ابھی پورا نہیں ہوا تھا کہ حفظ قرآن کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ فن تجوید کی مشق میں قاری خدا بخش مرحوم اور اردو فارسی کی تعلیم میں مرزا مبارک بیگ آپ کے اساتذہ مقرر ہوئے۔ ابھی بارہ سال کی عمر میں تھے کہ حفظ قرآن پاک کی سعادت پائی نیز اردو اور فارسی کی انشا پردازی میں پورا پورا عبور حاصل ہو گیا۔ دیگر علوم وفنون کی تحصیل کے لیے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ ممتاز ترین رئیس العلماء سے عین القضاء کی سند حاصل کی۔ یونانی فن طب میں آپ مایۂ ناز طبیب تھے۔ حکیم نواب حامی الدین مرحوم علوم طب میں ان کے استاد تھے۔ اور انہی سے فن کی سند فراغت حاصل کی۔ یہ مسیح الملک اجمل خان صاحب کے بھی استاد تھے۔

Marfat.com

مسجد وزیر خان

والد گرامی حضرت سید دیدار علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق آپ مسجد وزیر خان کے خطیب مقرر ہوئے۔ آپ کے دور میں مسجد وزیر خان اپنے تاریخی شکوہ و عظمت کے ساتھ ہی علمی، ادبی، دینی، اسلامی اور سماجی سرگرمیوں کا بھی پرکشش مرکز بن گئی۔ اہل لاہور کے علاوہ دور دراز سے عام لوگ اور عقیدتمند یہاں آ کر ان کے بیان و خطاب سے مستفیض ہوتے چونکہ خلوص و عمل کا بھی آپ مرقع جمیل تھے اس لیے ان کا خطاب کانوں کی راہ سے دل کی گہرائیوں تک اتر جاتا تھا۔ سامعین یوں محسوس کرتے گویا وہ ایک خزانہ بیش بہا اپنے ساتھ لئے جا رہے ہیں ان کے ضمیر و دل کی کئی کدورتیں دھل جاتی تھیں۔

بے شمار غیر مسلموں نے حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر مشرف بہ اسلام ہونے کی سعادت حاصل کی۔

تحریک پاکستان میں کردار

تحریک پاکستان میں حضرت علامہ ابو الحسنات محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ کا شمار سرخیل علماء میں ہوتا تھا جنہوں نے آزاد پاکستان کا محل تعمیر کرنے میں غیر معمولی سرگرمیوں کا مظاہرہ کیا تھا۔ بنارس کی آل انڈیا سنی کانفرنس (جس میں تقریباً پانچ ہزار علمائے کرام اور مشائخ عظام شریک ہوئے تھے) تاریخ پاکستان کا ایک اہم باب ہے۔ کانگرس نواز علماء کی انتہائی کوشش تھی کہ اس کانفرنس میں قیام پاکستان کے مطالبہ پر علماء و مشائخ متحد نہ ہونے پائیں۔ لیکن حضرت علامہ ابو الحسنات رحمۃ اللہ علیہ نے جملہ دوسرے سنی رہنماؤں کی کوششوں سے قیام پاکستان کے مطالبے پر تمام علمائے کرام اور مشائخ عظام کو متفق کر لیا تھا۔ جمیعۃ العلماء ہند پر کانگرس نواز علماء قابض و مسلط تھے۔ ان کی ہر گاہ کوشش یہ تھی کہ قیام پاکستان کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہونے پائے اور نیشلزم کے بت کو مسمار نہ ہونے دیا جائے۔ اس نازک مرحلہ میں علامہ ابو الحسنات نے جمیعۃ العلمائے پاکستان کی تنظیم کے قیام کے لیے سر توڑ کوششیں شروع کیں جو بالآخر کامیاب ہوگئیں اور کانگرس کے ہمنوا علماء کو بہت شکست کا منہ

Marfat.com

دیکھنا پڑا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ تحریک پاکستان کے سلسلے میں آپ کی قابل قدر خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ تعمیر پاکستان کے سلسلے میں آپ یونینسٹ وزارت اور اس کے سربراہ خضر حیات خاں کے خلاف نبرد آزما ہوئے تو اس جرم بیگناہی کی پاداش میں ان کو قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ غرض حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہر مصیبت کا خیر مقدم کرتے ہوئے تعمیر پاکستان کی مساعی جمیلہ کو بدل وجان جاری رکھا۔

تحریک آزادی کشمیر میں کردار

قیام پاکستان کے بعد تاریخ کے نئے باب کا آغاز ہوا تو علامہ ابوالحسنات کو پہلے سے بھی زیادہ سرگرمی کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ تحریک آزادی کشمیر میں انہوں نے بے لوث قربانیاں دیں۔ مہاجرین کی مالی امداد کے لیے آپ نے سرتوڑ کوششیں کیں۔ چنانچہ جہاد کشمیر کے مجاہدانہ کارناموں پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کو غازی کشمیر کے قومی خطاب سے نوازا گیا۔ ۹ مارچ ۱۹۴۹ء کو پہلی دستور ساز اسمبلی میں جو قرارداد مقاصد پیش کی گئی تھی اس میں علامہ ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی اور مخلصانہ جدوجہد کا غالب حصہ تھا۔ آپ نے عوام وخواص کے دل ودماغ میں یہ بات منقش کردی کہ ہم نے پاکستان کا مطالبہ اسلام اور صرف اسلام کے نام پر کیا تھا چنانچہ پاکستان کا جو بھی دستور بنے گا، اس کی اساس وبنیاد اس نظریے پر ہونی چاہیے۔ علم وادب اور شعر وسخن کے اعتبار سے بھی آپ ایک انجمن تھے۔ آپ صاحب طرز انشاء پرداز اور مستند ومسلم سخنور تھے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ شعر وادب کی دنیا میں آپ ایک روشن مینار تھے۔

از

غزالی زماں سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

سید ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ کا علمی ورثہ

از

علامہ حافظ محمد صادق رضوی

☆ تفسیر الحسنات

آپ کی تفسیر کو اللہ نے شہرت دوام عطا فرمائی خصوصیات، حل لغات، مدلل حوالہ جات، تفاسیر معتبرہ سے استفادہ، جیل میں لکھی لیکن انداز ایسا کہ روح المعانی کی یاد تازہ کر دی ہے۔ مکمل سات جلدیں۔

☆ اوراقِ غم

حضرت آدمؑ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک اور خلفائے راشدین وشہدائے کرب وبلا کی زندگی کے صبر آزما لمحات پر سبق آموز انداز کی تاریخ ساز کتاب، سانحہ کربلا پر تفصیلی گفتگو۔

☆ کلام المرغوب

حضرت سلطان الاولیاء عمدۃ الاصفیاء داتا حضور رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تصنیف کشف المحجوب کا جامع اور دلنشین ترجمہ کیا ہے۔ جسکی تکمیل پر حضور داتا صاحب نے زیارت سے نوازا اور ہمیشہ کے لئے اپنے دامن آغوش میں جگہ دے دی۔

☆ طیب الوردہ

امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے مقبول عالم قصیدہ بردہ شریف پر دلنشین، پرسوز، ہمہ گداز اور عشق رسول سے لبریز ترجمہ اور جامع تشریح جو عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلوب کی غذا ہے۔

☆ دیوان شعری

یہ آپ کا شعری مجموعہ ہے آپ بے مثال شاعر بھی تھے اور اپنے زمانہ کے شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی بھی فن شاعری میں اصلاح فرمایا کرتے تھے اور علامہ اقبال

Marfat.com

آپ کی اصلاح کو چوم کر قبول کرلیا کرتے تھے۔
اس کے علاوہ درجنوں رسائل اور پمفلٹ آپ نے تحریر فرمائے۔

☆ وفاتِ حسرت آیات

حضرت علامہ ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ نے دو شعبان المعظم ۱۳۸۰ھ بمطابق ۱۹۶۱ء کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی اور دنیائے علم و دانش وفن وعرفان میں ایک ایسا خلا پیدا کر گئے کہ جسکا پورا ہونا بہت مشکل ہے۔

حضرت علی بن عثمان الہجویری (داتا حضور رحمۃ اللہ علیہ) سے آپ کو والہانہ عشق اور محبت تھی۔ چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خواہش کے مطابق آپ رحمۃ اللہ علیہ کو داتا حضور رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور کے بائیں جانب دفن کیا گیا ہے۔

انتقال سے چند منٹ قبل یہ شعر فرمایا

حافظ رند زندہ باش مرگ کجا و تو کجا
تو شدہ فنائے حمد حمد بود بقائے تو

☆ تاریخ وصال:

صابر و شاکر مفسر عالم دین متین
بے نظیر و بے مثال و لاجواب و لا کلام
فکر تھی تاریخ کی آئی ندا احمد لکھو
واصل حق ہو گئے وہ ہادیٔ ذی احترام

۱۳۸۰ھ

Marfat.com

امام اعظم کی حدیث فہمی

تالیف: امین الحسنات سید خلیل احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

سیرۃ امام اعظم

☆امام اعظم، امام الائمہ فی الحدیث
☆امام اعظم دیگر فقہاء کی نظر میں
☆امام اعظم پر اعتراضات لغویہ کا دندان شکن جواب
☆امام اعظم کی حدیث میں خدمات

تالیف

سید ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

امام اعظم کی حدیث فہمی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمۃ اللہ علیہ ان اکابر علمائے ملت سے ہیں جن کی حیات طیبہ کا ہر گوشہ پوری کائنات کے لئے مینار نور اور سراپا مثالی درس عمل ہے۔ وہ نہ صرف عالم دین اور فقیہ تھے' نہ صرف عابد وزاہد' متقی و پرہیز گار تھے بلکہ ذات باری نے انہیں اپنے دین کی نصرت وخدمت کے لیے منتخب کرلیا تھا وہ منظور نگاہ الٰہی تھے۔ مالک الملک نے ان کے سینہ کو اپنے انوار کا گنجینہ بنایا تھا۔ انہیں علوم ربانی اور وہ خزائن معرفت ودیعت فرمائے تھے کہ کہنا پڑتا ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

نگاہ دوربین اور ان کی فکر کامل تھی ان کا غور وفکر معنی خیز تھا ان کی جستجو اور سعی کامیاب و کامران تھی' ان کا علم ان کے عشق کے تابع اور ان کا علم علم کامل اور عشق عشق صادق تھا' ان کا اجتہاد کتاب وسنت کا امین اور آئینہ دار تھا' کوئی ادق سے ادق مسئلہ ہو ان کے ناخن تدبیر کے سامنے الم نشرح تھا' ان کی بصیرت انوار الٰہیہ اور فیضان مصطفویہ سے مزین تھی یہی وجہ تھی کہ ان کی نگاہ نہ صرف مسائل کی گہرائیوں اور تخیل کی عمیق وادیوں کے پار پہنچاتی بلکہ ان کا ایسا شاندار حل پیش کرتی کہ کیا فقیہہ کیا عالم ہو، ہر دو سر دھنتا تھا۔ ان کی علمی بصیرت اور اجتہاد نے نہ صرف شکوک واوہام کا ازالہ فرمایا بلکہ الجھے ہوئے مسائل کو سلجھایا۔ دین پر عمل میں آسانی کی راہیں بتادیں۔ دین عام فہم کر دیا اور علم وعرفان کی وہ شمع فروزاں کی کہ ہمعصر علماء رطب اللسان ہو گئے اور یوں کہنے لگے۔

الناس عیال لابی حنیفہ فی الفقہ

(امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ)

اپنے تو اپنے بیگانے بھی معترف ہیں کہ امام صاحب جیسا مقنن اس فلک پیر نے نہیں

Marfat.com

دیکھا۔ دنیا کا کوئی قاضی ہو یا جج امام ممدوح کو خراج عقیدت پیش کرنے پر مجبور ہے۔ انہوں نے ملت اسلامیہ کی وہ بے مثال خدمت کی جسے ہمیشہ اور ہر زمانے کے لوگ ہدیہ تحسین پیش کرتے رہیں گے۔

قبل اس کے کہ آپ کی حدیث فہمی پر کچھ لکھا جائے یہ لازم ہے کہ اسلام میں اجتہاد کے موضوع پر تھوڑی سی طبع آزمائی ہو جائے تاکہ قارئین کرام سیاق وسباق کو ملحوظ خاطر رکھ کر امام الممدوح کی عظمت وخدمت کا تصور کر سکیں۔

اجتہاد کے معنی ہیں سعی یا کوشش کے، یعنی ایسی کوشش یا غور وفکر کرنا جس سے کسی مسئلہ کا حل اور صحیح وصواب جواب مل جائے۔ اسلام میں اجتہاد سے مراد قرآن وحدیث میں غور وفکر اور مسائل کا استنباط واستخراج ہے۔ اجتہاد کرنے والے کے لیے یہ لازم ہے کہ وہ علوم قرآن وحدیث اور آثار وتعامل صحابہ سے کاملاً بلکہ اکملاً واقف وآگاہ ہو چنانچہ اس طرح کا اجتہاد نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت ہے۔ اور نہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اجتہاد کی بنیاد رکھی بلکہ صحابہ کے اجتہاد کو پسند فرمایا اور بعض مواقع پر عام صحابہ کو ہدایت فرمائی کہ فلاں فلاں صحابی سے قرآن سیکھو اس سلسلہ میں چند ایک باتیں ہدیہ ناظرین ہیں۔

حضرت علامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''جب خدا تعالیٰ اپنے پیغمبر کو کسی شرعی حکم کی وحی کرتا ہے اور اس کی حکمت اور سبب بھی بتا دیتا ہے تو نبی کو مناسب ہے کہ اس مصلحت کا پابند ہو جائے اور اس کی کوئی علت مقرر فرمائے اور اس حکم کا مدار علیہ اس سبب یا علت کو ٹھہرائے یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیاس (اجتہاد) ہے''۔ شاہ صاحب آگے مزید بیان فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ (البقرۃ:۱۵۸)

کہ وہ صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ گئے کہ صفا کو مروہ پر تقدم حاصل ہے اور اسی پر حکم دیا کہ تم بھی اسی چیز سے شروع کرو جس سے اللہ نے ابتدا کی یعنی حج میں سعی پہلے صفا سے شروع کی جائے۔ ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اور

Marfat.com

موقع پر حسین اجتہاد فرمایا اور وہ یوں ہے کہ رب تعالیٰ نے فرمایا۔

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَهُنَّ (حم السجدہ: ۳۷)

کہ سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ ان کے پیدا کرنے والے کو سجدہ کرو۔ پھر رب تعالیٰ کا قول ہے:

وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ (البقرہ:115)

''اور اللہ ہی کے لیے مشرق و مغرب ہے''۔ یہ اخذ فرمایا اور قیاس و اجتہاد فرمایا کہ نماز کی حالت میں استقبال قبلہ فرض ہے اور جہالت عذر کی وجہ سے اس کی فرضیت ساقط ہو سکتی ہے اور اسی سے آپ نے اس شخص کے بارے میں حکم مستنبط کیا جس نے جلدی ہی شب تاریک میں نماز پڑھی اور اسے ٹھیک سمت قبلہ معلوم نہ ہوئی اور اس نے کسی اور طرف منہ کر کے نماز پڑھ لی اور اسی آیت سے آپ نے اس آدمی کے متعلق حکم فرمایا جس نے شہر سے باہر سواری پر نفل نماز پڑھی۔

ایک مرتبہ ایک عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ماں نے حج کی نذر مانی تھی سو وہ مرگئی اور نذر پوری نہ کر سکی۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں تو سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تیری ماں پر کچھ قرض ہوتا تو کیا تو اسے ادا کر دیتی تو اس عورت نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم' تو سرکار نے فرمایا کہ اللہ کا قرضہ مقدم ہے سو تو حج ادا کر سکتی ہے۔ یہ حدیث مشہور ہے جس سے اس امر کی وضاحت ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرض کے احکام پر قیاس و اجتہاد فرما کر یہ فیصلہ فرمایا۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف بعض احکامات پر قیاس فرما کر مسائل مستنبط فرمائے بلکہ بعض اوقات محل و مواقع کے مطابق بھی احکام لگائے چنانچہ سرکار کی خدمت میں ایک نوجوان شخص آیا اور اس نے بحالت روزہ بیوی کا بوسہ لینے کے متعلق پوچھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع کر دیا اور جب ایک بوڑھے نے پوچھا تو اجازت عطا فرمائی۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے۔

Marfat.com

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ۔ (بخاری: کتاب العلم، مسلم: کتاب فضل العلم)
کہ اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ (فقہ کا علم) عطا کر دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دین کی سمجھ امور خیر سے ہے اور جو اس میں جس قدر کامل ہے اسی قدر خیر الناس ہے۔ دین کا سمجھنا اور مسائل دینیہ کا استخراج و استنباط عطیۂ الٰہی ہے اور عام لوگوں پر لازم ہے کہ وہ فقہاء کی اطاعت کریں اور ان سے مسائل سمجھیں چنانچہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو فرمایا۔

یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا

آسانیاں پیدا کرنا اور مشکلات پیدا نہ کرنا اور پھر ایک موقع پر ارشاد فرمایا

فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُیَسِّرِیْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِیْنَ

تم آسانیاں بڑھانے کو پیدا ہوئے ہو نہ کہ دشواریاں پیدا کرنے کو۔

یعنی مسائل کو آسان فہم کرنا اور عوام کو دشواریوں سے محفوظ کرنا ہم پر لازم ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ قانون الٰہی میں ترمیم و تبدیلی کرو بلکہ مقصود یہ ہے کہ الجھاؤ نہیں بلکہ صاف صاف اور واضح مسائل پیش کرو تاکہ عمل میں آسانی پیدا ہو اور دین پر عمل دشوار معلوم نہ ہو اور یہ آسانی کتاب وسنت کی تعلیم کی امین ہو پھر ایک موقع پر تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے جبکہ انہیں یمن کا گورنر بنایا تو پوچھا کہ اے معاذ! تم معاملات کا فیصلہ کیسے کرو گے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی کتاب اور آپ کی سنت کی اتباع کروں گا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں کوئی امر ان میں نہ ملے تو پھر کیا کرو گے تو حضرت معاذ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات سے راضی ہوئے اور حضرت معاذ کی بات کو پسند فرمایا اگر اجتہاد کی صورت ممنوع ہوتی تو شارع علیہ السلام کبھی بھی حضرت معاذ سے اتفاق نہ فرماتے یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم فرمایا ہے کہ

عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

۱۲۷۱۹۲

Marfat.com

تم پر میری اور میرے رشد و ہدایت یافتہ خلفاء کی اتباع لازم ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے فیضان نبوت کو بکمال و تمام اخذ کیا ہے اور وہ صراط مستقیم سے نہیں ہٹ سکتے۔

چنانچہ امام سیوطی تاریخ الخلفاء میں رقم فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں اس امر پر اختلاف نہیں کرتا جس پر ابوبکر صدیق و عمر فاروق متفق ہو جائیں' لہٰذا جمع قرآن' نماز تراویح' تراویح کی رکعات اور جماعت تراویح وغیرہ اس ضمن میں ہیں اور جو کوئی بھی ان سے منہ موڑے وہ حضرات خلفاء سے روگردانی کرتا ہے۔ یہ تو ایک خصوصی حکم ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض اجلہ صحابہ سے قرآن سیکھنے کی تاکید فرمائی جن میں حضرات خلفاء اربعہ' سعد بن عبادہ' عبداللہ ابن عباس، عبداللہ بن مسعود، زید ابن ثابت شامل ہیں اس سے یہ امر ظاہر ہوا کہ ان کی تفسیر و تشریح عند رسول اللہ مستند و معتبر ہے لہٰذا ان کے فتوے اور فیصلے نہ صرف صادق بلکہ مصدق و مصدوق ہیں جن پر عمل از روئے شریعت لازمی ہے۔ ان کا اجتہاد اور بصیرت اعلیٰ مستند اور مقبول ہے اور اسی طرح آگے چل کر تابعین کی جماعت ہے جنہوں نے ان بزرگوں کی اتباع میں فیصلے فرمائے۔

سرکار ابد قرار نبی مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مقدس کے بعد لوگ مسائل کے حل اور فیصلوں کے لئے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی طرف رجوع فرماتے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک عورت مسئلہ دریافت کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوئی تو آپ نے فرمایا پھر آنا۔ عورت نے عرض کیا اگر میں آپ کو نہ پاؤں تو کس کی طرف رجوع کروں تو سرکار نے فرمایا ابوبکر کی طرف اس نے مکرر عرض کی کہ اگر وہ بھی نہ ہوں تو فرمایا عمر کی طرف۔ اس سے بھی پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد جو لوگ اعلم الناس ہیں وہ ابوبکر و عمر ہیں لہٰذا ان سے رجوع کرنا مقبول و منظور حبیب خدا چنانچہ حضرات شیخین اپنے اپنے زمانے میں فیصلے فرماتے رہے اور اجتہاد کرتے رہے۔ اگر کوئی حدیث بیان کرتا تو چھان بین ہی نہ کرتے بلکہ گواہ طلب فرماتے' یہ صحابہ کا دور تھا لہٰذا اگر کوئی بھی مسئلہ درپیش آتا تو اس کا حل فوراً مل جاتا لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلام کا حلقہ وسیع سے وسیع تر اور وسیع ترین ہوتا جا رہا تھا اسلام عرب

Marfat.com

سے نکل کر روم، شام اور ایران تک پھیل رہا تھا' جوں جوں لوگ اسلام میں داخل ہوتے تو ں توں نئے نئے مسائل اُبھرتے اور ان کا حل پیش کیا جاتا۔ اس ضمن میں حضرات خلفاء اربع کے فیصلوں کا حوالہ ہی کافی ہے جو اجتہادی مسائل سے بھر پور اور آئندہ نسلوں کے لئے علم وعرفان کا ذخیرہ اور پیش خیمہ بن گیا۔ خلفاء اربعہ کے زمانے میں دارالخلافہ مدینہ اور کوفہ رہے اور حضرت معاویہ کے زمانے میں دمشق بھی مرکزی اہمیت کا حامل ہو گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحابہ کی مختلف جماعتیں مختلف جگہوں پر قیام پزیر ہو گئیں اور فیضان نبوت سے لوگوں کو مستفید کرنے لگیں۔ علمائے حدیث نے اس سلسلہ میں صحابہ کی طبقہ بندی کی ہے ویسے تو صحابہ کی ساری جماعت مقدس ہے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے اکتساب کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر صحابی ہدایت کا ستارہ اور آسمانی تقویٰ کا آفتاب و ماہتاب ہے لیکن یہ بات واضح ہے کہ ہر شخص کا ظرف اس کی وسعت کے مطابق ہے بعض صحابہ دوسرے صحابہ پر فضیلت رکھتے ہیں اس طرح سے نہ صرف حفظ مراتب ہے بلکہ علم میں بھی یہی کیفیت ہے کہ بعض صحابہ علم و فضل میں باقیوں سے افضل واعلم ہیں اور یہ بات قرآن حکیم سے بھی ثابت ہے۔

فَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ﴿٧٦﴾ (یوسف:٧٦)

ہر عالم سے بڑھ کر علم والا ہے۔ اسی طرح کی ایک مثال عرض ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (المائدہ:٣)

کہ ہم نے آج کے دن تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے اس آیت کے نزول کا دن جمعہ اور یوم عرفہ تھا ہر صحابی مسرور اور شادمان تھا کہ اللہ کریم نے فضل فرمایا اور ہمارے دین کو مکمل و متمم فرمایا۔ مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رو رہے تھے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ جب دین مکمل ہو جاتا ہے تو نبی اور شارع کی ڈیوٹی بھی ختم ہو جاتی ہے لہٰذا یہ نہ صرف تکمیل دین کا پیغام ہے بلکہ حضور کے وصال کی بھی خبر

Marfat.com

ہے اور میں سرکار کی جدائی اور فرقت کے غم سے روتا ہوں۔ حضرت ابوبکر صدیق کی یہ بات عین صواب ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی نظر کس قدر وسیع ہے اور جس امر کی طرف دیگر کی نگاہ بلکہ تصور تک نہیں وہ سرکار صدیق اکبر پر عیاں ہے۔

فقیر قادری امین الحسنات سید خلیل احمد قادری اشرفی رحمۃ اللہ علیہ
امیر جامعہ حسنات العلوم وخطیب جامع مسجد وزیر خان، لاہور

Marfat.com

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

سراج الامۃ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ تمام فقہا اور مجتہدین کے رئیس، ماہرین حدیث کے امام اور استاذ ورفتگان شوق کے قبلہ عابدوں کے رہنما' زاہدوں کے قافلہ سالار' صوفیوں کے پیشوا' الغرض نبوت وصحابیت کے بعد ایک انسان میں جس قدر محاسن اور فضائل ہو سکتے ہیں وہ ان سب کے جامع بلکہ ان اوصاف میں سب کے لئے ہادی اور مقتدیٰ تھے۔

امام ابوحنیفہ نے فقہ اسلامی کے جو اصول اور قوانین وضع کئے ہیں اس کو امت محمدیہ کی اکثریت نے قبول کیا اور اعزاز وافتخار کے ساتھ فقہ حنفی کے مقلد ہوئے بے شمار اصفیاء واتقیاء آپ کے مسلک کے مؤید بنے اور بے شمار محدثین اور محققین نے آپ کے اصول اور قواعد کے مطابق فقہی جزئیات کی توضیح اور تشریح کی اور آج دنیا میں دوثلث سے زیادہ مسلمانوں کی آبادی فقہ حنفی کے مطابق ہی اپنی عبادات اور معاملات کو انجام دے رہی ہے۔

ولادت اور نام ونسب

امام اعظم ابوحنیفہ کے نسب میں مؤرخین کا کافی اختلاف ہے خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں آپ کے نسب سے متعلق تمام روایات جمع کر دی ہیں بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ آپ کے والد صاحب آپ کی ولادت کے وقت نصرانی تھے لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کے صاحبزادے حماد بن ابی حنیفہ سے صحیح روایت کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ کے والد صاحب مذہب اسلام پر پیدا ہوئے اسی طرح آپ کے دادا کے بارے میں بھی فرماتے ہیں کہ نعمان لغت میں اس خون کو کہتے ہیں جس پر بدن کا سارا ڈھانچہ قائم ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ جسم کی پوری مشینری کام کرتی ہے اور امام اعظم کی ذات گرامی بھی دستور اسلام کے لئے محور اور عبادت ومعاملات کے تمام احکام کے لئے بمنزلہ روح ہے نیز فرماتے ہیں کہ نعمان کے معنی سرخ اور خوشبودار گھاس کے بھی آتے ہیں چنانچہ آپ کے اجتہاد اور استنباط سے بھی فقہ اسلامی اطراف عالم میں مہک اٹھی ہے۔ (حافظ ابوبکر بن علی الخطیب

Marfat.com

البغدادی المتوفی ۴۶۳ھ، تاریخ بغداد، جلد ۱۳، ص ۳۲۵)

بشارت نبوی

امام اعظم کے ظہور کے بارے میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت ملتی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ اسی مجلس میں سورۂ جمعہ نازل ہوئی جب آپ نے اس سورت کی آیت وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کی تلاوت فرمائی تو حاضرین میں سے کسی نے پوچھا حضور یہ دوسرے کون ہیں جو ابھی تک ہم سے نہیں ملے۔ حضور نے اس کے جواب میں سکوت فرمایا جب بار بار یہ سوال کیا گیا تو آپ نے حضرت سلیمان فارسی کے کندھے پر دست اقدس رکھ کر فرمایا۔ لوکان الایمان عند الثریا ینالہ رجال من ھؤلاء۔ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو اس کی قوم کے لوگ اس کو ضرور تلاش کرلیں گے [1]۔ علامہ ابن حجر ہیثمی مکی نے حافظ سیوطی کے بعض شاگردوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہمارے استاذ یعنی امام اعظم کے زمانہ میں اہل فارس میں سے کوئی شخص بھی آپ کے علمی مقام کو نہ پاسکا بلکہ آپ کا مقام تو الگ رہا۔ آپ کے تلامذہ کے مقام کو بھی آپ کے معاصرین میں سے کوئی شخص حاصل نہ کرسکا [2]۔ اور تو اور نواب صدیق حسن خان بھوپالی کو بھی بسیار تعصب کے باوجود کہنا پڑا

"ہم امام دوراں داخل است"۔

امام ابوحنیفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی بشارت کے مصداق ہیں جس کی تائید مرجع عوام وخواص عارف کامل سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی اس بیان کردہ حکایت سے معلوم ہوتی ہے فرماتے ہیں: "حضرت یحیٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا میں نے عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کو کہاں تلاش کروں۔ فرمایا عند علم ابی حنیفہ: علم ابوحنیفہ کے نزدیک"۔

---

[1] علامہ ابن حجر مکی شافعی متوفی ۹۷۳ھ۔ الخیرات الحسان، ص ۴۸

[2] محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۲۷

Marfat.com

تعلیم کے مراحل

امام ابوحنیفہ ابتدائی اور ضروری تعلیم دین حاصل کرنے کے بعد تجارت کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ایک دن اسی سلسلہ میں بازار جارہے تھے راستہ میں امام شعبی سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ کے چہرہ پر ذہانت اور سعادت کے آثار نمایاں دیکھے تو آپ کو بلایا اور پوچھا کہاں جارہے ہو؟ بتایا میں بازار جارہا ہوں۔ پوچھا علماء کی مجلس میں نہیں بیٹھتے! کہا نہیں، فرمایا تم علماء کی مجلس میں بیٹھا کرو۔ کیونکہ میں تمہارے چہرے پر علم وفضل کی درخشندگی کے آثار دیکھ رہا ہوں۔

امام شعبی سے ملاقات کے بعد امام اعظم کے دل میں علوم دینیہ کو علیٰ وجہ الکمال حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ پہلے آپ نے علم کلام کو حاصل کرنا شروع کیا۔ اور اس میں کمال حاصل کرنے کے بعد گمراہ فرقوں مثلاً جہمیہ اور قدریہ عقائد کے حاملین سے گفتگو اور مناظرہ شروع کیا، کچھ عرصہ اسی نہج پر کام کرتے رہے پھر خیال آیا کہ صحابہ کرام سے زیادہ دین کا جاننے والا اور کون ہوسکتا تھا اس کے باوجود انہوں نے ذات باری اور اس کی صفات کے باریک مسائل اور جبر وقدر کی معرکہ آراء بحثوں میں حصہ نہیں لیا۔ اس کے برخلاف شرعی اور فقہی مسائل میں ان کا التفات اور اشتغال زیادہ تھا۔ اگر مسائل کلامیہ میں غور وخوض کسی اہم اور بڑی خوبی کا حامل ہوتا تو وہ نفوس قدسیہ اس موضوع کو نہ چھوڑتے۔ اس خیال کے بعد آپ کی توجہ اس موضوع سے ہٹنے لگی۔

فقہی مسائل میں اشتغال اور حضرت حماد کے درس میں شمولیت کا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ ایک دن ایک عورت نے آپ سے ایک مسئلہ پوچھا کہ جو شخص اپنی بیوی کو سنت کے مطابق طلاق دینا چاہتا ہو تو وہ کس طرح طلاق دے آپ نے فرمایا حماد سے یہ مسئلہ پوچھنا اور جو کچھ وہ جواب میں کہیں وہ مجھے بھی بتادینا۔ حماد نے جواب میں کہا کہ وہ شخص عورت کو اس طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہ کیا ہو اور پھر اس کو چھوڑ دے اور جب وہ عورت تیسرے حیض کے گزرنے پر غسل کرے گی۔ تو نکاح کے لئے آزاد ہوگی۔ یہ جواب سن کر

Marfat.com

حضرت امام اعظم نے حماد کی مجلس درس کو اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

فقہ کی طرف امام اعظم کی توجہ کا ایک اور باعث یہ ہوا کہ آپ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر مبارک کھود رہے ہیں۔ تعبیر رویاء کے بہت بڑے عالم اور امام محمد بن سیرین سے اس خواب کی تعبیر پوچھی گئی تو انہوں نے اس کی تعبیر یوں بیان کی کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور سنن سے ایسے مسائل کا استخراج اور ایسے امور کی عقدہ کشائی کریں گے جو ان سے پہلے کسی نے نہیں کی ہوگی۔ اس تعبیر کو اشارہ غیبی قرار دے کر امام اعظم نے پوری توجہ اور استغراق سے علم فقہ کی تحصیل شروع کردی۔

حضرت حماد کے درس میں آپ کو نمایاں جگہ ملتی اور بہت جلد آپ استاذ کی آنکھوں کا تارا بن گئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کو خیال آیا کہ اپنا الگ حلقہ درس قائم کرلیں اسی اثناء میں حضرت حماد کو کہیں جانے کا اتفاق ہوا۔ ان کی غیر موجودگی میں آپ نے ساٹھ فتوے جاری کئے۔ بعد میں جب یہ مسائل آپ نے حضرت حماد پر پیش کئے تو انہوں نے ان میں سے چالیس مسائل سے اتفاق کیا اور باقی ماندہ بیس مسائل سے اختلاف کیا۔ اس وقت آپ نے قسم کھائی کہ تاحیات حماد کی مجلس کو نہیں چھوڑیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔

اساتذہ

فقہ کے ساتھ ساتھ امام اعظم نے حدیث کی تحصیل بھی جاری رکھی۔ صحابہ کرام اور قابل قدر تابعین میں سے حضرت بھی فن حدیث میں امام اور حجت تسلیم کئے جاتے تھے۔ صدر الائمہ امام موفق بن احمد مکی نے ابوعبداللہ بن حفص کے حوالے سے آپ کے چار ہزار اساتذہ کا ذکر کیا ہے۔

امام اعظم کے ان تمام اساتذہ اور مشائخ کا شمار تو دشوار ہے لیکن چند مشاہیر اساتذہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ امام اعظم کو بعض صحابہ کرام سے بھی روایت حدیث کا شرف حاصل ہے جن میں حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے آپ کے جن مشائخ حدیث کا ذکر کیا ہے ان کے اسماء یہ ہیں۔ عطا

Marfat.com

بن رباح عاصم بن ابی النجود علقمہ بن مرثد' حماد بن ابی سلیمان' حکم بن عتبہ' سلمہ بن کہیل' ابو جعفر بن علی (محمد الباقر)' علی بن احمر' زیاد بن سعید بن مسروق ثوری' عدی بن ثابت الانصاری' عطیہ بن سعید عوفی' ابوسفیان سعدی' عبدالکریم ابوامیہ' یحییٰ بن سعید انصاری اور ہشام بن عروہ۔

حافظ ذہبی نے ان کے علاوہ نافع' عبدالرحمٰن بن ہرمز الحرج' قتادہ' عمرو بن دینار اور ابو اسحاق کا بھی ذکر کیا ہے۔

ملا علی قاری نے آپ کے مشائخ میں ربیعہ' زید بن اسلم' شعبہ بن حجاج' ابوبکر بن عاصم بن ابی النجود اور عامر بن شرجیل کا بھی ذکر کیا ہے۔

تلامذہ

امام اعظم کے تلامذہ بھی عدد وشمار سے باہر ہیں۔ امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر آپ کے وہ قابل صد فخر تلامذہ ہیں جنہوں نے ساری دنیا میں فقہ حنفی کا سکہ بٹھا دیا۔ اور امام اعظم کی تعلیمات کی اس طرح اشاعت کی کہ آج دنیا میں دو تہائی اکثریت فقہ حنفی کے مطابق اپنی عبادات اور معمولات کو انجام دے رہی ہے۔ ان اہم شخصیات کے علاوہ جن حضرات نے آپ سے اکتساب فیض کیا ان میں سے بعض کے اسماء یہ ہیں۔ حماد بن نعمان' ابراہیم بن طہمان' حمزہ بن حبیب' ابویحییٰ حمانی' عیسیٰ بن یونس' وکیع' یزید بن زریع' اسد بن عمرو بجلی' حکم بن یعلی بن سلمہ رازی' خارجہ بن مصعب' عبدالمجید بن رواد' علی بن مسہر' محمد بن مبشر عبدی' عبدالرزاق' مصعب بن مقدام' یحییٰ بن یمان' ابوعصمت نوح بن ابی مریم' ابوعبدالرحمان مقری' ابونعیم اور ابوعاصم۔

ذہانت وفطانت

امام اعظم رضی اللہ عنہ بے حد ذہین اور زیرک تھے۔ یوں تو فقہ حنفی کے تمام اصول وفروع آپ کی ذہانت اور فطانت پر بہترین شاہد ہیں۔ لیکن آپ نے اپنی زندگی میں بارہا لوگوں کے بعض ایسے الجھے ہوئے معاملات کا حل پیش کیا جن کی عقدہ کشائی سے آپ کے تمام

Marfat.com

معاصرین عاجز ہو چکے تھے اور جب اس وقت کے جلیل القدر ائمہ اور مسلم اساتذہ آپ کے فتاویٰ کو دیکھتے تو ان کی عقلیں حیران رہ جاتیں اور انہیں بے اختیار کہنا پڑتا کہ علم کے جس شہر میں امام ابوحنیفہ رواں دواں ہیں ہم ہنوز اس کے دروازے تک بھی نہیں پہنچ سکے۔

آیئے اب ہم آپ کے سامنے ان بے شمار فتاویٰ میں سے چند فتووں کی جھلکیاں پیش کریں۔

امام ابو یوسف راوی ہیں کہ ایک شخص نے غصہ میں طلاق کی قسم کھا کر اپنی بیوی سے کہا کہ میں اس وقت تک تم سے کلام نہیں کروں گا جب تک تم مجھ سے بات نہ کرو جواباً بیوی نے بھی قسم کھائی کہ میں بھی تم سے اس وقت تک گفتگو نہیں کروں گی جب تک تم مجھ سے بات نہ کرو گے۔ اس زمانے کے علماء نے فتویٰ دے دیا کہ ان میں سے جس نے بھی بات کرلی قسم ٹوٹ جائے گی۔ امام اعظم تک یہ سوال پہنچا تو آپ نے اس شخص کو فرمایا رحمۃ اللہ علیہ جاؤ جا کر اپنی بیوی سے گفتگو کرو۔ کچھ نہیں ہوگا۔ سفیان ثوری کو آپ کے فتویٰ کا علم ہوا تو بہت برہم ہوئے اور کہنے لگے تم حرام کو حلال کرتے ہو۔ امام اعظم نے اپنے جواب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ خاوند نے قسم کھائی تھی کہ وہ بیوی کے بولنے سے پہلے بات نہیں کرے گا یہ سن کر اس کی بیوی نے بھی ایسی ہی قسم کھائی اور جب قسم کھائی تو اس نے خاوند سے بات کرلی اب جب خاوند اس سے بات کرے گا تو یہ کلام بیوی کی گفتگو کے بعد ہوگا۔ کیونکہ بیوی قسم کھا کر اس سے پہلے بات کر چکی ہے اور جب بیوی بات کرے گی تو وہ بات خاوند کی اس گفتگو کے بعد ہوگی۔ لہٰذا دونوں میں سے کسی کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ امام اعظم سے جواب کی یہ تفصیل سن کر سفیان ثوری کہنے لگے۔ ابوحنیفہ تمہارے لیے علم کے وہ راستے کشادہ کر دیئے گئے ہیں جن تک ہماری رسائی نہیں ہوئی۔

وکیع روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام اعظم' سفیان ثوری' مسعر' مالک بن مغول جعفر بن زیاد اور حسن بن صالح ایک رئیس کے ہاں ولیمہ میں شریک تھے۔ صاحب خانہ نے اپنے دو لڑکوں کی ایسی دو لڑکیوں سے شادی کی تھی جو آپس میں بہنیں تھیں۔ ناگاہ

Marfat.com

صاحب خانہ حیران و پریشان آیا اور علماء کی اس جماعت سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ رات کو غلطی سے دونوں لڑکیوں میں سے ہر لڑکی اپنے خاوند کے غیر کے پاس پہنچادی گئی۔ اور دونوں بھائیوں میں سے ہر ایک نے رات جس لڑکی کے پاس گزاری ہے وہ اصل میں دوسرے بھائی کی بیوی تھی۔ سفیان ثوری نے فتویٰ دیتے ہوئے کہا ہر لڑکی اپنے اصل خاوند کے پاس پہنچادی جائے اور کسی سے کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ سوائے اس کے ہر ایک پر مہر واجب ہوگا۔

مسعر نے امام اعظم کی طرف توجہ کی اور پوچھا آپ کیا فرماتے ہیں۔ سفیان کہنے لگے بھلا اس جواب کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ امام اعظم نے ان دونوں بھائیوں کو بلایا اور ہر ایک سے پوچھا جس لڑکی کے ساتھ تم نے رات گزاری ہے کیا اس کو تم پسند کرتے ہو؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے ان سے فرمایا دونوں اپنی اپنی بیویوں کو طلاق دو اور جس کے ساتھ رات گزاری ہے اس سے فوراً نکاح کرلو۔ آپ کے اس جواب سے تمام علماء حیران رہ گئے اور مسعر نے اٹھ کر آپ کی پیشانی چوم لی۔

امام اعظم بعض دفعہ دوسرے علماء کے فتاویٰ اور قضایا کی اصلاح بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ قاضی ابو لیلیٰ کے ہاں ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک شخص نے اپنی مجنونہ بیوی کو کچھ کہا تو اس نے جواب میں اسے یا ابن الزانیتین کہا۔ قاضی نے عورت کو مسجد میں کھڑا کیا اور اس پر دوبار حد لگائی۔ امام اعظم کو جب اس فیصلے کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ ابو لیلیٰ نے اس فیصلے میں چھ غلطیاں کی ہیں۔ اولاً یہ کہ مجنونہ پر حد لگائی۔ حالانکہ جنون کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے ثانیاً یہ مسجد میں حد لگائی ہے حالانکہ مسجد امن کی جگہ ہے۔ ثالثاً عورت کو کھڑا کر کے حد قائم کی حالانکہ عورت کو بٹھا کر حد لگائی جاتی ہے۔ رابعاً عورت نے ایک کلمہ کے ساتھ تہمت لگائی تھی اور ایک کلمہ کے ساتھ اگر ساری دنیا کو بھی تہمت لگائی جائے تو ایک حد واجب ہے۔ اس لئے اس پر دو حدوں کے قائم کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ خامساً تہمت خاوند کے ماں باپ پر لگی اور وہ غائب تھے خاوند کو نہ شکایت کا حق تھا اور نہ حد کے مطالبہ کا۔

Marfat.com

سادسا دوسری حد پہلی حد سے صحت یاب ہونے سے قبل لگائی حالانکہ اصول یہ ہے کہ اگر دو حدیں جاری کرنی ہوں تو ایک سے صحت یاب ہونے کے بعد دوسری حد لگائی جاتی ہے۔

سیرت و کردار

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جس طرح علم و فضل میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے اسی طرح اخلاق اور کردار کے لحاظ سے بھی یکتائے روزگار اور بے نظیر تھے۔ ان کی فکر صائب اور علمی وسعت نے جس طرح قیامت تک کے لوگوں کے لئے ایک لائحہ عمل مہیا کیا اسی طرح ان کی بلند سیرت اور عظیم اخلاق نے انسانی کردار کو عظمت کا قوام اور مواد عطا کیا۔ یوں تو امام اعظم کے اخلاق کو بیان کرنے کے لئے تاریخ اور تذکرہ کی کتابوں سے متعدد واقعات کو بطور استشہاد پیش کیا جا سکتا ہے لیکن ان کے خلق کی جو تصویر ہارون الرشید کے دربار میں امام ابو یوسف نے کھینچی ہے اس کی جامعیت اور افادیت اندازہ سے باہر ہے۔

امام زعفرانی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے امام ابو یوسف سے کہا کہ امام ابو حنیفہ کے اوصاف بیان کیجئے۔ فرمایا: امام اعظم محارم سے شدید اجتناب کرتے۔ بلا علم دین میں کوئی بات کہنے سے سخت ڈرتے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں انتہائی مجاہدہ کرتے۔ اہل دنیا کے منہ پر کبھی ان کی تعریف نہیں کرتے تھے۔ اکثر خاموش رہتے اور مسائل دینیہ میں غور و فکر کرتے رہتے تھے۔ اتنے عظیم علم کے باوجود بے حد سادہ اور منکسر المزاج تھے۔ جب ان سے کوئی سوال پوچھا جاتا تو کتاب و سنت کی طرف رجوع کرتے اور اگر اس کی نظیر قرآن و حدیث میں نہ ملتی تو پھر قیاس کرتے۔ نہ کسی شخص سے طمع کرتے اور نہ بھلائی کے سوا کبھی کسی کا تذکرہ کرتے۔ ہارون الرشید یہ سنتے ہی کہنے لگا صالحین کے اخلاق ایسے ہی ہوتے ہیں پھر اس نے کاتب کو ان اوصاف کے لکھنے کا حکم دیا اور اپنے بیٹے سے کہا ان اوصاف کو یاد کر لو۔

امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ امام اعظم اگر کسی کو کچھ عطا فرماتے اور وہ اس پر ان کا ممنون ہوتا تو آپ کو بے حد افسوس ہوتا فرماتے شکر کا مستحق تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کا

Marfat.com

دیا ہوا مال میں نے تم تک پہنچایا ہے۔ امام ابو یوسف نے کہا کہ امام اعظم بیس ۲۰ سال تک میرے اور میرے اہل وعیال کی کفالت فرماتے رہے۔ ایک دن میں نے عرض کیا کہ میں نے آپ جیسا فیاض شخص کوئی نہیں دیکھا۔ فرمایا تم نے حماد کو نہیں دیکھا۔ ورنہ ایسا کبھی نہ کہتے۔

شفیق بیان کرتے ہیں کہ میں امام اعظم کے ساتھ بازار جارہا تھا راستہ میں ایک شخص آپ کو دیکھ کر چھپ گیا۔ آپ نے اس کو بلا کر چھپنے کی وجہ پوچھی اس نے بتایا کہ میں نے آپ کے دس ہزار درہم دینے ہیں۔ کافی عرصہ گذر چکا لیکن تنگدستی کی وجہ سے نہیں دے سکا۔ اس لئے شرم کی وجہ سے آپ کو دیکھ کر چھپ گیا تھا۔ اس کی گفتگو کو سن کر آپ پر بڑا گہرا اثر ہوا اور فرمایا جاؤ میں خدا کو گواہ کر کے تمہارا سارا قرضہ معاف کرتا ہوں۔

امام رازی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام اعظم کسی جگہ جارہے تھے۔ راستہ میں کیچڑ تھی ایک جگہ آپ کے پیر کی ٹھوکر سے کیچڑ اڑ کر کسی شخص کے مکان کی دیوار سے جالگی آپ پریشان ہو گئے کہ اگر کیچڑ اکھاڑ کر دیوار صاف کی جائے تو دیوار کی مٹی بھی اتر آئے گی اور اگر یونہی چھوڑ دیا جائے تو ایک شخص کی دیوار خراب ہوتی ہے اس پریشانی میں تھے کہ صاحب خانہ باہر آیا اتفاق سے وہ شخص یہودی تھا اور آپ کا مقروض تھا۔ آپ کو دیکھ کر سمجھا کہ قرض مانگنے آئے ہیں۔ پریشان ہو کر عذر پیش کرنے لگا آپ نے فرمایا کہ قرض کو چھوڑو میں تو اس خلجان میں ہوں کہ تمہاری دیوار کو صاف کیسے کروں۔ کیچڑ کھرچوں تو خطرہ ہے دیوار سے کچھ مٹی بھی اتر آئے گی اور اگر یونہی رہنے دوں تو تمہاری دیوار گندی ہوتی ہے یہ بات سن کر یہودی بے ساختہ کہنے لگا حضور دیوار کو بعد میں صاف کیجئے گا پہلے کلمہ پڑھا کر میرا دل پاک کریں۔

عبادت وریاضت

امام اعظم عبادت وریاضت میں قدم راسخ رکھتے تھے ان کی عبادت وریاضت کا جو حال غیر حنفی علماء نے بیان کیا ہے وہ عادت سے اس قدر بعید اور اتنا حیرت انگیز ہے کہ آج

Marfat.com

کی عیش کوش اور تن آسان دنیا اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔ حنفی شافعی بلکہ ملت اسلامیہ کے علماء کے درمیان یہ بات حد استفاضہ سے زیادہ معروف ہے کہ امام ابو حنیفہ چالیس سال تک عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھتے تھے۔ لیکن زمانہ قریب کے مشہور مؤرخ جناب شبلی صاحب نے اس واقعہ سے سراسر انکار اور اس کو عقل کے خلاف قرار دیا ہے۔ دراصل گمراہی کی سب سے پہلی بنیاد یہ ہے کہ ہم اپنی عقل وفراست اور اپنے اخلاق وکردار کے میزان سے صالحین امت کے کارناموں کو تولنا شروع کر دیں۔ غور کیجئے امام بخاری کو تین لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں کیا آج کی دنیا کے لوگوں کی قوت حفظ کو سامنے رکھ کر یہ باور کرنا ممکن ہے۔ کیا یہ امر واقعتاً نہیں کہ امام شمس الدین سرخسی نے تیئس ضخیم مجلدات پر مشتمل مبسوط جیسی عظیم کتاب بغیر کتاب کے مطالعہ کئے زبانی املا کرائی اور صرف مبسوط ہی نہیں امام سرخسی نے مبسوط جیسی کئی ضخیم کتابیں قید خانہ میں بغیر مطالعہ کے زبانی املا کرائیں۔ کیا آج کے لوگوں کی قوت علمیہ کو سامنے رکھ کر یہ باور کرنا ممکن ہے کہ کوئی شخص محض حافظہ کی بنیاد پر اتنا عظیم کام کر سکتا ہے جس طرح سلف صالحین کا یہ گروہ اپنی قوت علمیہ کے اعتبار سے ہم سے آگے تھا اسی طرح یہ نفوس قدسیہ اپنی قوت عملیہ کے لحاظ سے بھی ہمارے وہم وگمان سے بہت بلند تھے۔

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی شب بیداری کا سبب یہ تھا کہ ایک بار ایک شخص نے آپ کو دیکھ کر کہا یہ وہ شخص ہیں جو عبادت میں پوری رات جاگ کر گزارتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے یہ سنا تو فرمانے لگے ہمیں لوگوں کے گمان کے مطابق بننا چاہئے اس وقت سے آپ نے رات جاگ کر عبادت کرنی شروع کی یہاں تک کہ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے اور چالیس سال تک لگاتار اس معمول پر قائم رہے۔

فضل بن دکین کہتے ہیں کہ میں نے تابعین میں امام ابو حنیفہ کی طرح کسی شخص کو شدت خشوع سے نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ دعا مانگتے وقت خوف خداوندی سے آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا تھا۔ اور کثرت عبادت کی وجہ سے آپ کا بدن کسی سالخوردہ مشک کی طرح

Marfat.com

مرجھایا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ ایک بار آپ نے رات کو نماز میں قرآن کریم کی آیت مبارکہ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ ﴿۴۶﴾ (القمر:46) کی تلاوت کی پھر اس کی قراءت سے آپ پر ایسا کیف طاری ہوا کہ بار بار اس آیت کو دہراتے رہے یہاں تک کہ مؤذن نے صبح کی اذان کہہ دی۔

زہد و تقویٰ

تقویٰ کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر اس چیز کو چھوڑ دیا جائے جس سے دین میں کسی قسم کا شک وشبہ پیدا ہوا۔ اس لحاظ سے بھی امام ابوحنیفہ کا مقام بہت اونچا تھا۔ جس چیز میں ادنیٰ سی کراہت کا بھی شائبہ ہوتا آپ اس سے کلیتہً اجتناب کرتے۔ زہد کا یہ عالم تھا کہ مال ودولت کی طرف قطعاً التفات نہ کرتے اور بڑی سے بڑی رقم بھی آپ کی خدمت میں پیش کی جاتی تو شان استغناء سے رد کر دیا کرتے تھے۔

حسن بن زیادہ حلفاً بیان کرتے تھے کہ امام اعظم نے کبھی کوئی وظیفہ کا ہدیہ یا تحفہ قبول نہیں فرمایا۔ یہ زہد کا حال تھا اور تقویٰ کا اندازہ اس سے کریں کہ ایک مرتبہ اپنے شریک کے پاس تجارت کے لیے کپڑے کے تھان بھیجے جن میں سے ایک تھان میں کوئی نقص اور عیب تھا۔ آپ نے اپنے شریک سے کہا کہ جب اس تھان کو فروخت کرنا تو اس کا عیب بیان کر دینا شریک نے اس تھان کو فروخت کر دیا اور گاہک سے اس کا عیب بیان کرنا بھول گیا اور بعد میں یہ بھی یاد نہ رہا کہ کس شخص کے ہاتھ وہ تھان فروخت کیا تھا۔ امام اعظم کو جب اس واقعہ کا علم ہوا تو انہوں نے تیس ہزار درہم کی مالیت کے ان تمام تھانوں کی قیمت صدقہ کر دی۔

امام اعظم کی خصوصیات

امام اعظم کو اللہ عزوجل نے وہبی اور کسبی بے شمار خصوصیات سے نوازا تھا۔ علم وحکمت میں دیکھئے تو وہ ایک بحر ناپیدا کنار، زہد تقویٰ کے لحاظ سے دیکھئے تو نادر روزگار، فراست وفطانت کے اعتبار سے پرکھیں تو اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ استنباط مسائل اور فقاہت کے لحاظ سے دیکھیں تو اعمش اور سفیان ثوری بھی ان سے سوال پوچھتے دکھائی دیتے ہیں۔

Marfat.com

امام اعظم کو بے شمار ایسے محاسن اور فضائل حاصل تھے جن کی وجہ سے آپ اپنے معاصرین اور بعد کے آئمہ اور مجتہدین سے ممتاز اور فائق تھے۔ ان تمام کا احصاء تو مشکل ہے بعض ازاں یہ ہیں۔

(۱) امام اعظم خیر القرون علی الاطلاق قرن اول میں پیدا ہوئے جس قرن کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس قرن کے لوگ تمام زمانہ کے لوگوں سے بہتر ہیں۔

(۲) آپ نے حضرت انس، عبداللہ ابن ابی اوفی اور دیگر متعدد صحابہ کی زیارت کی جس کی وجہ سے آپ تابعی کہلائے۔

(۳) حضرت انس، عبداللہ بن ابی اوفی، عائشہ بنت عجرد وغیرہم صحابہ کرام سے آپ کو شرف روایت بھی حاصل ہے۔

(۴) آپ کے اساتذہ وتلامذہ کی تعداد دیگر تمام آئمہ کے اساتذہ وتلامذہ سے زیادہ ہے۔

(۵) آپ نے سب سے پہلے علم فقہ کو مدون کیا اور ابواب وکتب کے لحاظ سے اس کو مرتب کیا۔ چنانچہ موطا میں امام مالک نے آپ کے طرز تدوین کی اتباع کی ہے۔

(۶) آپ کے طریق اجتہاد سے تمام آئمہ اور مجتہدین نے استفادہ کیا۔ چنانچہ امام شافعی نے فرمایا۔ الفقهاء کلهم عیال لابی حنیفة فی الفقه

(۷) امام اعظم کا مسلک ان ممالک میں پہنچا۔ جہاں آپ کے مسلک کے سوا اور کوئی مسلک نہیں پہنچا۔ جیسے ہند، پاکستان، روم، ترکی اور ماوراالنہر وغیرہ۔

(۸) ملا علی قاری کی تصریح کے مطابق اس وقت دنیا کے مسلمانوں میں ۲/۳ مسلک حنفی کے حاملین ہیں اور باقی ۱/۳ دوسرے آئمہ کے مقلدین ہیں۔

(۹) آپ نے کبھی کسی کا صلہ اور انعام قبول نہیں کیا۔ اپنے ہاتھ کی کمائی سے خود بھی کھاتے تھے اور دوسرے علماء وفقراء پر بھی خرچ کرتے تھے۔

(۱۰) زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت میں جس قدر آپ کی سعی بلیغ اور جدوجہد کا ثبوت ملتا ہے، تاریخ میں کسی اور امام کا اس قدر مجاہدہ نہیں ملتا۔

Marfat.com

کلمات الثناء

امام اعظمؒ کے علمی کمالات کی آپ کے معاصرین اور بعد کے آئمہ مجتہدین نے تعریف وتحسین کی اور آپ کی دینی خدمات کو انتہائی عزت وتوقیر کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ خلف بن ایوب بانگ دہل کہا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ سے علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا وہ علم آپ نے صحابہ تک پہنچایا صحابہ نے تابعین کو اور تابعین سے وہ علم امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب کو ملا۔ حق یہی ہے خواہ اس پر کوئی راضی ہو یا ناراض۔

ابن عیینہ عبداللہ بن مبارک سے نقل کر کے کہتے تھے کہ ابوحنیفہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کے پوتے جناب قاسم کہا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ کی مجلس سے زیادہ فیض رساں اور کوئی مجلس نہیں ہے۔

مسعر بن کدام کہتے تھے کہ کوفہ میں مجھے صرف دو آدمیوں پر رشک آتا ہے۔ ابوحنیفہ پر ان کی فقہ کی وجہ سے اور حسن بن صالح پر ان کے زہد کی وجہ سے۔

اسرائیل کا قول ہے کہ نعمان اچھے آدمی تھے احکام سے متعلق کسی کو ان سے زیادہ احادیث یاد نہ تھیں۔ نہ ان سے زیادہ کوئی حدیث کی فقہ جاننے والا تھا۔ انہوں نے حماد سے احادیث یاد کیں اور خوب یاد کیں۔ خلفاء اور امراء نے ان کی عزت کی اور جو شخص فقہی مسائل میں ان سے بحث کرتا اس کی جان مصیبت میں آجاتی تھی۔

امام ابویوسف کا قول ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر حدیث کے معانی اور فقہی نکات جاننے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ وہ کہتے تھے میں جس کسی مسئلہ میں امام اعظم سے اختلاف کرتا تو بعد کے غور وخوض سے مجھ پر یہی منکشف ہوتا کہ امام اعظم کا نظریہ اخروی نجات کے زیادہ قریب تھا۔ بعض اوقات میں حدیث کے ظاہری مطلب کی طرف میلان کرتا تھا لیکن بالآخر یہ کہنا پڑتا تھا کہ احادیث کے دقائق میں وہ ہم سب سے بہت زیادہ بصیرت رکھتے تھے۔ ابویوسف کہا کرتے تھے کہ میں امام ابوحنیفہ کے لیے اپنے والد

Marfat.com

سے پہلے دعا مانگتا ہوں۔

ابوبکر عیاش کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ تعزیت کے سلسلے میں سفیان کے گھر پہنچا۔ مجلس آدمیوں سے بھری ہوئی تھی۔ جب امام اعظم آئے تو سفیان نے کھڑے ہوکر ان کی تعظیم کی اور اپنی جگہ ان کو بٹھایا اور خود سامنے مؤدب ہوکر بیٹھ گئے۔ بعد میں میں نے ان سے اس قدر تعظیم کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگے وہ علم میں ذی مرتبہ شخص ہیں۔ اگر میں نے ان کے علم کے لیے نہ اٹھتا تو ان کے سن اور سال کی وجہ سے اٹھتا اور اگر سن اور سال کی وجہ سے نہ اٹھتا تو ان کی فقہ سے اٹھتا اور اگر فقہ کی وجہ سے نہ اٹھتا تو ان کے تقویٰ کی وجہ سے اٹھتا۔

امام شافعی بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ امام مالک سے کسی نے سوال کیا کہ کیا آپ نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا تھا؟ فرمایا ہاں میں نے انہیں ایسا شخص پایا کہ اگر وہ اس ستون کو سونے کا ثابت کرنا چاہتے تو اپنے علم کے زور پر ایسا کر سکتے تھے۔

امام شافعی کہتے ہیں تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہ کے پروردہ ہیں۔ امام ابوحنیفہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو فقہ میں موافقت حق عطا کی گئی ہے۔

جرح اور اس کا جواب

خطیب بغدادی نے امام اعظم کے فضائل اور مناقب بیان کرنے کے بعد ۵۵ صفحات میں بعض لوگوں کے وہ اقوال بیان کیے ہیں جن مین امام اعظم پر جرح کی گئی ہے اور اس جرح کا بعض حصہ عقائد سے متعلق ہے اور بعض اعمال سے۔ عقائد کے لحاظ سے آپ کی طرف ارجاء اور زندقہ وغیرہ کی نسبت کی گئی ہے اور اعمال کے اعتبار سے آپ کی طرف خروج وغیرہ کی نسبت کی گئی ہے۔ خطیب بغدادی نے اس جرح کے بیان کرنے والے راویوں کی نہ توثیق اور تعدیل کی نہ جرح کا سبب بیان کیا بلکہ جرح نقل کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے خلاف اقوال بھی نقل کرتے چلے گئے۔ اس کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ خطیب نے ان روایات کو نقل کرنے میں صرف اپنا مؤرخانہ فرض ادا کیا ہے۔ ورنہ وہ ان روایات کے معتقد نہ تھے چنانچہ لکھتے ہیں۔ وقد نقلنا عن ایوب السختیانی

Marfat.com

وسفیان الثوری وسفیان بن عیینه وابی بکر بن عیاش وغیرهم من الائمة اخبارًا کثیرہ۔ تتضمن تقریظ ابی حنیفه والمدح له والثناء علیه والمحفوظ عنه نقلة الحدیث عن الائمة المتقدمین وهؤلاء المذکورین منهم فی ابی حنیفه خلاف ذالك۔ وکلامهم فیه کثیر لامور شنیعة حفظت علیه متعلق بعضها باصول الدینیات وبعضها بالفروع نحن ذاکروها بمشیة الله ومعتذرون علی من وقف علیها وکره سماعها بان ابا حنیفه عندنا مع جلالة قدره اسوة لغیره من العلماء الدین اوردنا ذکرهم فی هذا الکتاب واوردنا اخبارهم وحکینا اقوال الناس فیهم علی تباینها۔

ترجمہ: ہم اوراق سابقہ میں ایوب سختیانی' سفیان ثوری' سفیان بن عینیہ اور ابوبکر عیاش وغیرہ سے امام اعظم کے فضائل اور مناقب نقل کر چکے ہیں لیکن ناقلان روایت کے پاس بعض اسانید سے امام اعظم کے بارے میں ایسے اقوال منقول ہیں جو بیان سابق کے خلاف ہیں۔ان میں سے بعض اقوال اصول دین کے متعلق ہیں اور بعض فروع کے۔اور ہم نے جس طرح دوسرے آئمہ کے بارے میں جرح اور تعدیل کے سبب اقوال نقل کر دیئے ہیں اسی طرح باوجود اس کے کہ ہم امام کے جلالت قدر کے قائل ہیں ان کے بارے میں بھی تعدیل کے بعد جرح کے اقوال بھی نقل کریں گے۔ اور جو لوگ ان اقوال کو پڑھ کر ناپسندیدگی کا اظہار کریں ہم ان سے اپنے اسلوب کتاب کی وجہ سے معذرت خواہ ہیں۔

خطیب کے اس بیان سے واضح ہو گیا کہ انہوں نے ان اقوال کو نقل کرنے میں محض اپنے اسلوب کتاب کی پابندی کی ہے۔ ورنہ وہ بذاتہ امام اعظم کی جلالت' قدر و عظمتِ شان کے قائل تھے۔

خطیب نے اگرچہ اپنی مؤرخانہ حیثیت سے ان اقوال کو نقل کیا ہے لیکن دوسرے مؤرخین نے اس روش میں ان کا ساتھ نہیں دیا۔ چنانچہ ابن اثیر جزری شافعی' حافظ ذہبی ابن حجر عسقلانی' ابوالحجاج المزی' عبدالغنی مقدسی' امام نووی' ابن الحماد حنبلی' امام شافعی' امام

Marfat.com

عبدالوہاب شعرانی' ابن حجر ہیتمی مکی اور حافظ سیوطی جیسے حفاظ حدیث اور آئمہ رجال نے امام اعظم کا تذکرہ لکھا اور آپ کے بے شمار محامد و مناقب بیان کیے لیکن جرح سے متعلق ایک لفظ بھی نقل نہیں کیا۔ اس لیے اس کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ جرح کے یہ اقوال ناقدین اور ماہرین رجال میں سے کسی ایک کے نزدیک بھی ثابت نہیں ہیں۔

امام اعظم کی طرف سے جو (العیاذ باللہ) ارجاء زندقہ وغیرہ کی نسبت کی گئی ہے اس کے ابطال کے لیے یہ کافی ہے کہ سلفاً' خلفاً علماء اور مشائخ امام اعظم کے مذہب اور ان کے اقوال نقل کرتے چلے آ رہے ہیں۔ کیا کوئی شخص ان تصانیف میں ارجاء یا زنادقہ کی نشاندہی کر سکا ہے؟ کیا عبداللہ بن المبارک' ابراہیم بن بلخی' معروف کرخی' بایزید بسطامی' داؤد طائی' علی ہجویری اور معین الدین چشتی جیسے صالحین اولیاء اللہ نے ایک مرجئ کے مسلک کو اختیار کر لیا تھا؟ اور کیا کوئی ہوش مند اس بات کو باور کر سکتا ہے کہ امت مسلمہ کی دو تہائی اکثریت ایک مرجئی سے اپنی تقدیر وابستہ کر چکی ہے۔

مسلک حنفی کی برتری

امام ابوحنیفہ نے اجتہاد اور استنباط کے ایسے زریں اصول مقرر کیے جن کی وجہ سے آپ کا مسلک دوسرے ائمہ کے مسلک کے مقابلہ میں سب سے زیادہ عقل و آگہی کے قریب' انتہائی محتاط اور مزاج رسالت کی سب سے زیادہ رعایت کرنے والا ہے۔ چنانچہ کتاب اللہ کی رعایت سنت نبوی کی موافقت اور اتباع صحابہ کا سب سے زیادہ عنصر اگر کسی مسلک میں پایا جاتا ہے تو وہ فقہ حنفی ہے۔ امام اعظم کے مسلک کی تمام خصوصیات اگر بیان کی جائیں تو ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔ اجمالی طور پر یوں سمجھ لیجیے کہ مثلاً نماز میں خضوع و خشوع مقصود ہوتا ہے اور خضوع و خشوع کے سب سے زیادہ قریب وہ نماز ہے جس میں تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین' قراءت خلف الامام اور آمین بالجہر کا ترک ہو۔ روزہ سے قہر نفس ہے دوسرے آئمہ روزہ میں عمداً کھانے پینے سے کفارہ لازم نہیں فرماتے۔ امام اعظم نے روزہ کی اس حکمت کے پیش نظر فرمایا عمداً کھا پی لینے سے بھی روزہ

Marfat.com

میں کفارہ لازم آتا ہے۔ طہارت کے باب میں نظافت اصل ہے۔ اس لیے آپ خون نکلنے سے نقض وضو کو لازم کرتے ہیں۔ نابالغ احکام کا مکلف نہیں ہوتا۔ اس لیے اس کے مال پر زکوۃ واجب نہیں ٹھہراتے۔

مسلک حنفی میں اختیار بہت زیادہ ہے اور اصول حنفیہ کی روشنی میں عبادت دیگر تمام اصول کے لحاظ سے عبادات کی جامع ہے۔ چنانچہ ایک دو چسکی دودھ پی لینے سے رضاعت کا ثبوت، وتر کے وجوب اور تین رکعات کے ساتھ اس کی تعیین اور قربانی کی تین دن کے ساتھ تحدید وغیرہ وہ مثالیں ہیں جن سے امام اعظم کے عظیم اور دین کے معاملہ میں گہری احتیاط کا پتہ چلتا ہے۔ اس کتاب کا اختصار اور اسلوب اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ اس موضوع پر کھل کر اور تفصیل سے گفتگو کی جائے۔ ان شاء اللہ اس عنوان پر پھر کبھی تفصیل سے بحث کی جائے گی۔

امام اعظم کے مسلک کی عظمت اور شرف کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ صوفیاء کے نزدیک ثابت ہے کہ امام اعظم کا مسائل میں استنباط رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہنمائی کے تابع ہے اور جس کسی مسئلہ میں آپ نے کوئی حکم بیان کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلقین سے بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ اس کی تائید رئیس الصوفیا' حضرت سید علی ہجویری کے اس بیان سے ہوتی ہے، فرماتے ہیں:

''میں ایک بار شام میں تھا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار کے سرہانے سو رہا تھا کہ میں نے خواب میں خود کو مکہ معظمہ میں دیکھا اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ کہ آپ باب بنی شیبہ سے تشریف لا رہے ہیں اور ایک معمر بزرگ کو اپنے پہلو میں اسی طرح لے رکھا ہے جیسے بچوں کو شفقت سے لیتے ہیں۔ میں فرط محبت سے دوڑا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے اقدس کو چومنے لگا میں سوچ رہا تھا کہ یہ معمر بزرگ کون ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے دل کے اس خیال پر مطلع ہوئے فرمانے لگے یہ تمہارے شہر کے لوگوں کا امام ہے یعنی ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ''

Marfat.com

اس خواب کو دیکھنے سے میرا یہ خیال قوی ہو گیا کہ امام اعظم ان پاک ہستیوں میں سے ہیں جو اوصاف طبع سے فانی اور احکام شرع کے ساتھ باقی وقائم ہیں۔ کیونکہ ان کے چلانے والے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اگر وہ خود چلتے تو باقی الصفت ہوتے اور باقی الصفت یا مخطی ہوتا ہے یا مصیب' اور جب امام اعظم کے قائد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو فانی الصفت ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفت بقا سے قائم ہوئے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطا محال ہے تو جو آپ کے چلانے سے چل رہا ہے اور اپنی صفت فنا کر کے آپ کی صفت سے قائم ہے اس سے بھی خطا نہیں ہو سکتی۔ پس ثابت ہوا کہ اور کسی امام سے مسائل میں خطا ہو یا نہ ہو آپ سے نہیں ہو سکتی۔

حافظ بدرالدین عینی' امام کردری' ابو معشر شافعی' حافظ سیوطی' ابوبکر حضرمی' سرخسی' سخاوی اور ابن حجر ہیتمی مکی جیسے حفاظ اور آئمہ حدیث اور فنِ حدیث کے ماہرین کے اثبات کے بعد شبلی صاحب کے انکار کا کوئی وزن نہیں رہتا۔ نیز اس سلسلہ میں بحث کرتے وقت یہ بات ذہن نشین رکھنی چاہئے۔ کہ امام اعظم کے بارے میں شوافع نے بھی کتابیں تصنیف کی ہیں اور ان میں اگرچہ کچھ مسلکاً انصاف پسند تھے لیکن بعض متعصب بھی تھے۔ نیز امام اعظم کی صحابہ سے روایات جن اسناد سے ثابت ہیں۔ ان میں بعض راویوں پر اگرچہ جرح کی گئی ہے تاہم ان میں کوئی راوی ایسا نہیں ہے جس کو باطل یا وضاع قرار دیا گیا ہو چنانچہ علامہ سیوطی اس باب میں حافظ ابن حجر عسقلانی کی رائے پیش کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

حاصل ماذکرہ ھو وغیرہ الحکم علی اسانید ذلک بالضعف وعدم الصحة لا بالبطلان و حینئذٍ فسھل الامرفی ایرادھا لان الضعیف یجوز روایة ویطلق علیہ انہ وارد	حافظ عسقلانی اور دوسرے ناقدین نے ان اسانید پر ضعف کا حکم کیا ہے بطلان یا وضع کا نہیں اور اب بات آسان ہے کیونکہ حدیث ضعیف کی روایت جائز ہے اور اس پر روایت کا اطلاق کرنا صحیح ہے۔

(تبییض الصحیفہ ص ٦)

Marfat.com

اور قوت وضعف ایک اضافی وصف ہے جو شخص بعض کے نزدیک ضعیف ہے دوسرے اس کو قوی خیال کرتے ہیں۔ کیونکہ رجال سے بحث کرنے والے حضرات بھی مختلف آراء رکھتے ہیں مشکل سے ہی ایسا ہوگا کہ کسی راوی کی جرح یا تعدیل پر سب کا اتفاق ہو۔ علامہ نووی لکھتے ہیں کہ چھ سو پچیس راوی ایسے ہیں جو امام مسلم کے نزدیک لائق استدلال ہیں اور امام بخاری ان سے روایت نہیں لیتے۔ جابر جعفی کوفہ کا ایک مشہور راوی تھا۔ جسے دعویٰ تھا کہ اسے پچاس ہزار حدیثیں یاد ہیں۔ اس کے بارے میں سفیان ثوری کہتے ہیں کہ میں نے جابر سے زیادہ کسی کو حدیث میں محتاط نہیں دیکھا۔ کہتے ہیں کہ جب جابر اخبرنا وحدثنا کہے تو وہ سب سے زیادہ معتمد ہے۔ وکیع کا قول ہے کہ جابر کی ثقاہت میں شک نہیں' اس کے برخلاف ابن معین کہتے ہیں کہ جابر کذاب ہے۔ نسائی نے کہا وہ متروک ہے سفیان بن عیینہ نے کہا کہ جابر کی باتیں سن کر مجھے خوف ہوتا ہے کہ کہیں چھت نہ گر جائے۔

الغرض جرح وتعدیل ایک ظنی چیز ہے۔ اور محض بعض لوگوں کی تصنیف کی بناء پر امام اعظم کی صحابہ کرام سے روایات کو ساقط الاعتبار قرار دینا زیادتی ہے۔ خصوصاً جب کہ ان سندوں کا کوئی راوی عسقلانی اور سیوطی کی تصریح کے مطابق باطل اور وضاع نہیں ہے۔

صحابہ سے روایات پر قرائن

شبلی نعمانی نے امام اعظم کی صحابہ کرام سے روایت کے انکار پر کچھ عقلی وجوہات بھی پیش کی ہیں۔ لکھتے ہیں:

''میرے نزدیک اس کی ایک اور وجہ ہے محدثین میں باہم اختلاف ہے کہ حدیث سیکھنے کے لیے کم از کم کتنی عمر مشروط ہے؟ اس امر میں ارباب کوفہ سب سے زیادہ احتیاط کرتے تھے یعنی بیس برس سے کم عمر کا شخص حدیث کی درسگاہ میں شامل نہیں ہو سکتا تھا۔ ان کے نزدیک چونکہ حدیثیں بالمعنی روایت کی گئی ہیں اس لیے ضروری ہے کہ طالب علم پوری عمر کو پہنچ چکا ہو، ورنہ مطالب کو سمجھنے اور اس کے ادا کرنے میں غلطی کا احتمال ہے۔ غالباً یہی قید تھی جس نے امام ابوحنیفہ کو ایسے بڑے شرف سے محروم رکھا''۔

Marfat.com

اس سلسلہ میں اولاً تو ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اہل کوفہ کا یہ قاعدہ سماع حدیث کے لیے کم ازکم بیس سال عمر درکار ہے' کونسی یقینی روایت سے ثابت ہے؟ امام صاحب کی مرویات صحابہ کے لیے جب یقینی اور صحیح روایت کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو اہل کوفہ کے اس قاعدہ کو بغیر کسی یقینی اور صحیح روایت کے کیسے مان لیا گیا۔ ثانیاً یہ قاعدہ خود خلاف حدیث ہے کیونکہ صحیح بخاری میں امام بخاری نے متیٰ یصح سماع الصغیر۔ کا باب قائم کیا ہے اور اس کے تحت ذکر فرمایا ہے کہ محمود بن ربیع رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پانچ سال کی عمر میں روایت حدیث کی ہے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت ان کی عمر چھ یا سات سال تھی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی عمر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت تیرہ سال تھی اور یہ حضرات آپ کے وصال سے کئی سال پہلے کی سنی ہوئی احادیث کی روایت کرتے تھے پس روایت حدیث کے لیے بیس سال عمر کی قید لگانا طریقہ صحابہ کے مخالف ہے اور کوفہ کے ارباب علم وفضل اور دیانت دار حضرات کے بارے میں یہ بدگمانی نہیں کی جاسکتی کہ انہوں نے اتنی جلدی صحابہ کی روش کو چھوڑ دیا ہوگا۔

ثالثاً برتقدیر تسلیم گزارش یہ ہے کہ اہل کوفہ نے یہ قاعدہ کب واضع کیا' اس بات کی کہیں وضاحت نہیں ملتی۔ اغلب اور قرین قیاس یہی ہے کہ جب علم حدیث کی تحصیل کا چرچا عام ہوگیا اور کثرت سے درس گاہیں قائم ہوگئیں اور وسیع پیمانے پر آثار وسنن کی اشاعت ہونے لگی۔ اس وقت اہل کوفہ نے اس قید کی ضرورت کو محسوس کیا ہوگا تاکہ ہر کوئی حدیث کی روایت کرنا شروع نہ کردے' یہ کسی طرح بھی باور نہیں کیا جاسکتا کہ عہد صحابہ میں ہی کوفہ کے اندر باقاعدہ درس گاہیں بن گئیں اور ان میں داخلہ کے لیے قوانین اور عمر کا تعین بھی ہوگیا تھا۔

رابعاً اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ ۸۰ھ ہی میں کوفہ کے اندر باقاعدہ درسگاہیں قائم ہوگئی تھیں اور ان کے ضوابط اور قوانین بھی وضع کیے جاچکے تھے تو ان درس گاہوں کے اساتذہ سے سماع حدیث کے لیے تو بیس برس کی قید فرض کی جاسکتی ہے مگر یہ حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ وغیرہ ان درس گاہوں میں اساتذہ تو مقرر تھے ہی نہیں کہ ان

Marfat.com

سے سماع حدیث بھی بیس سال کی عمر میں کیا جاتا۔

خامساً بیس برس کی قید اگر ہوتی بھی تو کوفہ کی درس گاہوں کے لیے لیکن اگر کوفہ کا کوئی رہنے والا بصرہ جا کر سماع حدیث کرے تو یہ قید اس پر کیسے اثر انداز ہوگی؟ حضرت انس بصرہ میں رہتے تھے اور امام اعظم ان کی زندگی میں بارہا بصرہ گئے اور ان کی آپس میں ملاقات بھی ثابت ہے تو کیوں نہ امام صاحب نے ان سے روایت حدیث کی ہوگی؟

سادساً اگر بیس سال کی قید کو بالعموم بھی مان لیا جائے تو یہ کسی طور پر قرین قیاس نہیں ہے کہ حضرات صحابہ کرام جن کا وجود مسعود نوادر روزگار اور مغتنمات عصر میں سے تھا ان سے ازراہِ تبرک وتشرف احادیث کے سماع کے لیے بھی کوئی شخص اس انتظار میں بیٹھا رہے گا کہ میری عمر بیس سال کو پہنچ لے تو ان سے جا کر ملاقات اور سماع حدیث کروں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زندگی میں امام اعظم بیس سے زائد مرتبہ بصرہ تشریف لے گئے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ امام اعظم پندرہ برس تک کی عمر میں بصرہ جاتے رہے ہوں اور حضرت انس سے مل کر اور ان سے سماع حدیث کر کے نہ آئے ہوں' راوی اور مروی عنہ میں معاصرت بھی ثابت ہوجائے تو امام مسلم کے نزدیک روایت مقبول ہوتی ہے یہاں معاصرت کی بجائے ملاقات کے بیس سے زیادہ قرائن موجود ہیں پھر بھی قبول کرنے میں تامل کیا جارہا ہے۔ (افسوس صد افسوس)

الحمدللہ العزیز! کہ ہم نے اصول روایت ودرایت اور قرائن عقلیہ کی روشنی میں اس امر کو آفتاب سے زیادہ روشن کردیا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو صحابہ کرام سے روایت حدیث کا شرف حاصل تھا اور اس سلسلے میں جتنے اعتراضات کیے جاتے ہیں ان پر سیر حاصل گفتگو کرلی ہے۔ اس کے باوجود بھی ہم نے جو کچھ لکھا وہ ہماری تحقیق ہے ہم اسے منوانے کے لیے ہرگز اصرار نہیں کرتے۔

تنبیہ:

صحابہ کرام سے تبرکاً چند احادیث کی روایت کے علاوہ امام اعظم نے اپنے زمانے کے

Marfat.com

مشاہیر اساتذہ اور افاضل شیوخ سے احادیث کا سماع کیا۔ اور ان سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے امام اعظم کے شیوخ میں عطاء بن ابی رباح، علقمہ بن مرثد، حماد بن ابی سلیمان، حکیم بن عتیبہ، سعید بن مسروق، عدی بن ثابت انصاری، ابوسفیان بصری یحیٰی بن سعید انصاری ہشام بن عروہ اور دیگر مشاہیر محدثین کا ذکر کیا ہے۔

بعض لوگ اس غلط فہمی کا شکار ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ نے امام مالک سے بھی سماع حدیث کیا ہے اور ان کی شاگردی اختیار کی ہے تعجب ہے کہ شبلی نعمانی بھی اس غلطی کا شکار ہو گئے چنانچہ لکھتے ہیں۔

''امام صاحب کو طلب علم میں کسی سے عار نہ تھی۔ امام مالک ان سے عمر میں تیرہ برس کم تھے ان کے حلقہ درس میں بھی اکثر حاضر ہوئے اور حدیثیں سنیں''۔ (سیرۃ النعمان ص ۵۶)

پھر ذہبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں۔

''امام مالک کے سامنے ابوحنیفہ اس طرح مؤدب ہو کر بیٹھتے تھے جس طرح شاگرد استاد کے سامنے بیٹھتا ہے''۔

حقیقت یہ ہے کہ امام مالک خود امام اعظم کے شاگرد تھے اور ان کی تصانیف سے علمی استفادہ کرتے تھے۔

خطیب بغدادی اور دارقطنی نے صرف دو روایتیں ایسی پیش کی ہیں جن کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ یہ امام اعظم نے امام مالک سے روایت کی ہیں لیکن خاتم الحفاظ حافظ ابن حجر عسقلانی نے ثابت کر دیا ہے کہ یہ روایتیں صحیح سند سے مروی نہیں ہیں اور امام اعظم کی امام مالک سے روایت قطعاً ثابت نہیں ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

لم یثبت روایة ابی حنیفة عن مالك وانما اورد ها الدارقطنی ثم الخطیب روایتین وقعتا لهما باسنا دین فیهما مقال (النکت علی ابن الصلاح)	امام ابوحنیفہ کی امام مالک سے روایت ثابت نہیں ہے دارقطنی اور خطیب نے اس بات کا دعویٰ دو روایتوں کی وجہ سے کیا ہے جن کی اسناد میں خلل ہے

Marfat.com

اور اس خلل کا بیان حافظ ذہبی نے میزان الاعتدال میں کیا ہے کہ ان سندوں میں عمران بن عبدالرحیم نامی ایک شخص ہے اور یہ وضاع تھا چنانچہ لکھتے ہیں۔

هوالذی وضع حدیث ابی حنیفة عن مالك۔ (میزان الاعتدال)	یہی وہ شخص ہے جس نے امام ابوحنیفہ کی امام مالک سے روایت وضع کی ہے۔

دراصل حماد بن ابی حنیفہ جو امام اعظم کے صاحبزادے تھے انہوں نے امام مالک سے روایت حدیث کی ہے بعض سندوں سے حماد کا لفظ رہ گیا ہوگا جس سے یہ غلط فہمی ہوئی اور اچھے اچھے لوگ اس میں مبتلا ہو گئے۔

مرویات امام اعظم کی تعداد:

چونکہ بعض اہل ہوا یہ کہتے ہیں کہ امام اعظم کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اس لیے ہم ذرا تفصیل سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ امام اعظم کے پاس احادیث کا وافر ذخیرہ تھا حضرت ملا علی قاری امام محمد بن سماعہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ان الامام ذکر فی تصانیفه بضع وسبعین حدیث وانتخب الاثار من اربعین الف حدیث	امام ابوحنیفہ نے اپنی تصانیف میں ستر ہزار سے زائد احادیث بیان کی ہیں اور چالیس ہزار احادیث سے کتاب الآثار کا انتخاب کیا ہے۔
(مناقب علی القاری بذیل الجواہر)	

اور صدر الائمہ امام موفق بن احمد تحریر فرماتے ہیں:

وانتخب ابوحنیفه الاثار من اربعین الف حدیث	امام ابوحنیفہ نے کتاب الآثار کا انتخاب چالیس ہزار حدیثوں سے کیا ہے۔

(مناقب موافق، ج ا، ص ۹۵)

ان حوالوں سے امام اعظم کا جو علم حدیث میں تبحر ظاہر ہو رہا ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔

Marfat.com

روایت حدیث میں امام اعظم کا مقام

ممکن ہے کوئی شخص کہہ دے کہ ستر ہزار احادیث کو بیان کرنا اور کتاب الآثار کا چالیس ہزار حدیثوں سے انتخاب کرنا چنداں کمال کی بات نہیں ہے۔ امام بخاری کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ یاد تھیں۔ اور انہوں نے بخاری کا انتخاب چھ لاکھ حدیثوں سے کیا تھا پس فن حدیث میں امام بخاری کے مقابلہ میں امام اعظم کا مقام بہت کم معلوم ہوتا ہے۔ اس کے جواب میں گزارش ہے کہ احادیث کی کثرت اور قلت درحقیقت طرق اور اسانید کی قلت اور کثرت سے عبارت ہے۔ ایک ہی متن حدیث اگر سو مختلف طرق اور سندوں سے روایت کیا جائے تو محدثین کی اصلاح میں ان کو سو احادیث قرار دیا جائے گا۔ حالانکہ ان تمام حدیثوں کا متن واحد ہوگا۔ منکرین حدیث انکار حدیث کے سلسلے میں یہ دلیل بھی پیش کرتے ہیں کہ تمام کتب حدیث کی روایات کو اگر جمع کیا جائے تو یہ تعداد کروڑوں کے لگ بھگ ہوگی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری رسالت کی زندگی کے شب و روز پر ان کو تقسیم کیا جائے تو یہ احادیث حضور کی حیات مبارکہ سے بڑھ جائیں گی پس اس صورت میں احادیث کی صحت کیونکر قابل تسلیم ہوگی لیکن ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ روایات کی یہ کثرت دراصل اسانید کی کثرت ہے ورنہ نفس احادیث کی تعداد چار ہزار چار سو سے زیادہ نہیں ہے۔

ان جملة الاحادیث المسندة عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعنی الصحیحة بلا تکرار اربعة الاف واربع مائة۔	بلاشبہ تمام مسند احادیث صحیحہ جو بلا تکرار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہیں ان کی تعداد چار ہزار چار سو ہے۔

(توضیح الافکار، ج ا، ص ۶۳)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۸۰ھ ہے اور بخاری ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور ان کے درمیان ایک سو چودہ سال کا طویل عرصہ ہے اور ظاہر ہے کہ اس عرصہ میں بکثرت احادیث شائع ہو چکی تھیں اور ایک ایک حدیث کو سینکڑوں بلکہ ہزاروں اشخاص نے روایت کرنا

Marfat.com

شروع کر دیا تھا۔ امام اعظم کے زمانہ میں راویوں کا اتنا شیوع اور عموم تھا نہیں' اس لیے امام اعظم اور امام بخاری کے درمیان جو روایات کی تعداد کا فرق ہے وہ دراصل اسانید کی تعداد کا فرق ہے نفس روایات کا نہیں ہے ورنہ اگر نفس احادیث کا لحاظ کیا جائے تو امام اعظم کی مرویات امام بخاری سے کہیں زیادہ ہیں۔

اس زمانہ میں احادیث نبویہ جس قدر اسانید کے ساتھ مل سکتی تھیں۔ امام اعظم نے ان تمام طرق واسانید کے ساتھ ان احادیث کو حاصل کر لیا تھا جو حدیث واثر کسی صحیح سند کے ساتھ موجود تھی۔ وہ اپنے زمانہ کے تمام محدثین پر ادراک حدیث میں فائق اور غالب تھے چنانچہ امام اعظم کے معاصر اور مشہور محدث امام فرماتے ہیں۔

طلبت مع ابی حنیفه الحدیث فغلبنا واخذنا فی الذهد فبرع علینا و طلبنا مع الفقه فجاء منه ماترون۔
(مناقب ابی حنیفہ للذہبی' ص ۲۷)

میں نے امام ابوحنیفہ کے ساتھ حدیث کی تحصیل کی لیکن وہ ہم سب پر غالب رہے اور زہد میں مشغول ہوئے تو وہ اس میں سب سے بڑھ کر تھے اور فقہ میں ان کا مقام تو تم جانتے ہی ہو۔

نیز محدث بشر بن موسیٰ اپنے استاد امام عبدالرحمٰن مقری سے روایت کرتے ہیں:

وکان اذا حدث عن ابی حنیفه قال حدثنا شاهنشاه۔
(تاریخ بغداد' ج ۱۳' ص ۳۴۵)

امام مقری جب امام ابوحنیفہ سے روایت کرتے تو کہتے کہ ہم سے شہنشاہ نے حدیث بیان کی۔

ان حوالوں سے ظاہر ہو گیا کہ امام اعظم اپنے معاصرین محدثین کے درمیان فن حدیث میں تمام پر فائق اور غالب تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث ان کی نگاہ سے اوجھل نہ تھی یہی وجہ ہے کہ ان کے تلامذہ انہیں فن حدیث میں حاکم اور شہنشاہ تسلیم کرتے تھے۔ اصطلاح حدیث میں حاکم اس شخص کو کہتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام مرویات پر متناً وسنداً دسترس رکھتا ہو' مراتب محدثین میں یہ سب سے اونچا مرتبہ ہے اور امام اعظم اس منصب پر

Marfat.com

یقیناً فائز تھے کیونکہ جو شخص حضور ﷺ کی ایک حدیث سے بھی واقف ہو وہ حیات انسانی کے تمام شعبوں کے لیے رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی ہدایت کے مطابق جامع دستور نہیں بنا سکتا۔

امام اعظم کے محدثانہ مقام پر ایک شبہ کا ازالہ

گزشتہ سطور میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ حضور ﷺ سے بلا تکرار احادیث مرویہ کی تعداد چار ہزار چار سو ہے امام حسن بن زیاد کے بیان کے مطابق امام اعظم کے بارے میں حاکمیت اور حدیث میں ہمہ دانی کا دعویٰ کیسے صحیح ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چار ہزار احادیث کے بیان کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی چار سو حدیثوں کا امام اعظم کو علم بھی نہ ہو کیونکہ حسن بن زیاد کی حکایت میں بیان کی نفی ہے علم کی نہیں۔

خیال رہے کہ امام اعظم نے فقہی تصنیفات میں ان احادیث کا بیان کیا ہے جن سے مسائل مستنبط ہوتے ہیں اور جن کے ذریعہ حضور ﷺ نے امت کے لیے عمل کا ایک راستہ متعین فرمایا ہے جنہیں عرف عام میں سنن سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن حدیث کا مفہوم سنت سے عام ہے کیونکہ احادیث کے مفہوم میں روایات بھی شامل ہیں جن میں حضور ﷺ کے حلیہ مبارکہ آپ کی قلبی واردات، خصوصیات، گزشتہ امتوں کے قصص اور مستقبل کی پیش گوئیاں موجود ہیں اور ظاہر ہے کہ اس قسم کی احادیث سنت کے قبیل سے نہیں ہیں اور نہ ہی یہ احکام و مسائل کے لیے ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

پس امام اعظم نے جن چار ہزار احادیث کو مسائل کے تحت بیان فرمایا ہے وہ از قبیل سنن ہیں اور جن چار سو احادیث کو امام اعظم نے بیان نہیں فرمایا وہ ان روایات پر محمول ہیں جو احکام سے متعلق نہیں ہیں لیکن یہاں بیان کی نفی ہے علم کی نہیں۔

روایت حدیث میں امام اعظم کا فیضان

امام اعظم علم حدیث میں جس عظیم مہارت کے حامل اور جلیل القدر مرتبہ پر فائز تھے اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ تشنگان علم حدیث کا انبوہ کثیر آپ کے حلقہ درس میں سماع حدیث

Marfat.com

کے لیے حاضر ہوتا، علامہ ابن حجر عسقلانی نے ذکر کیا ہے کہ امام اعظم سے حدیث کا سماع کرنے والے مشہور حضرات میں حماد بن نعمان، ابراہیم بن طہمان، حمزہ بن حبیب، زفر بن ہذیل، قاضی ابو یوسف، عیسیٰ بن یونس، وکیع، یزید بن زریع، اسد بن عمرو، خارجہ بن مصعب، محمد بن بشیر، عبدالرزاق، محمد بن حسن شیبانی، مصعب بن مقدام، ابو عبدالرحمٰن مقری، ابونعیم، ابو عاصم اور دیگر یگانہ روزگار افراد شامل تھے۔

حافظ ابن عبدالبر امام وکیع کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

وکان یحفظ حدیثه کله وکان قد سمع کثیرا۔	وکیع بن جراح کو امام اعظم کی سب حدیثیں یاد تھیں اور انہوں نے بہت زیادہ سماع کیا تھا۔

امام مکی بن ابراہیم، امام ابوحنیفہ کے شاگرد اور امام بخاری کے استاذ تھے۔ اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں بائیس ثلاثیات میں سے گیارہ ثلاثیات صرف امام مکی بن ابراہیم کی سند سے روایت کی ہیں۔ امام صدر الائمہ موفق بن احمد مکی ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

ولزم ابا حنیفة رحمة الله وسمع منه الحدیث (مناقب موفق ج ۱، ص ۲۰۳)	انہوں نے اپنے اوپر سماع حدیث کے لیے ابوحنیفہ کے درس کو لازم کر لیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری کو اپنی صحیح میں عالی سند کے ساتھ ثلاثیات درج کرنے کا جو شرف حاصل ہوا ہے وہ دراصل امام اعظم کے تلامذہ کا صدقہ ہے اور یہ صرف ایک مکی بن ابراہیم کی بات نہیں ہے۔ امام بخاری کی اسانید میں اکثر شیوخ حنفی ہیں ان حوالوں سے یہ امر آفتاب سے زیادہ روشن ہو گیا کہ امام اعظم علم حدیث میں مرجع خلائق تھے آئمہ فن نے آپ سے حدیث کا سماع کیا اور جن شیوخ کے وجود سے صحاح ستہ کی عمارت قائم ہے ان میں سے اکثر حضرات آپ کے علم حدیث میں بالواسطہ یا بلاواسطہ شاگرد ہیں۔

Marfat.com

حدیث میں امام اعظم کی تصانیف

متقدمین میں تصنیف وتالیف کا آج کل کا مروجہ طریقہ معمول نہیں تھا بلکہ ان کی تصانیف املاء کی صورت میں ہوتی تھیں ان کو ان کے لائق اور قابل فخر تلامذہ اپنے شیوخ کی تعلیم وتدریس کے وقت تحریر میں لے آتے تھے اور پھر وہ تصانیف ان شیوخ کی طرف ہی منسوب کی جاتی تھیں چنانچہ احکام جو ابن دقیق العید کی تصنیف قرار دی جاتی ہے' اصل میں ان کی تصنیف نہیں ہے بلکہ انہوں نے اس کو اپنے تلمیذ رشید قاضی اسمٰعیل سے املاء کرایا ہے اسی طرح امام اعظم درس حدیث کے وقت جو احادیث بیان کرتے ان کے لائق اور قابل صد افتخار تلامذہ قاضی ابو یوسف محمد بن حسن شیبانی' زفر بن ہذیل اور حسن بن زیاد ان روایات کو حدثنا اور اخبرنا کے صیغوں کے ساتھ قید تحریر میں لے آئے تھے۔

امام اعظم نے اپنی بیان کردہ احادیث کو املاء کرانے کے بعد اس مجموعہ کا نام کتاب الآثار رکھا۔ امام اعظم کے تلامذہ چونکہ کثیر التعداد تھے اس لیے کتاب الآثار کے نسخے بھی بہت زیادہ ہوئے لیکن مشہور نسخے چار ہیں:

(۱) کتاب الآثار بروایت امام ابو یوسف رضی اللہ عنہ

(۲) کتاب الآثار بروایت امام محمد رضی اللہ عنہ

(۳) کتاب الآثار بروایت امام زفر رضی اللہ عنہ

(۴) کتاب الآثار بروایت حسن بن زیاد رضی اللہ عنہ

لیکن ان تمام نسخوں میں سے زیادہ مقبولیت اور شہرت امام محمد کے نسخہ کو حاصل ہوئی ہے۔

تصانیف

ابتداء میں تصنیف کا رواج نہ تھا۔ عام طور پر لوگ اپنے حافظہ پر زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ زیادہ سے زیادہ اساتذہ کی تقاریر کو نوٹ کر لیتے تھے۔ اسی سبب سے امام اعظم کی تصانیف کی زیادہ تعداد نہیں ہے۔ بعض لوگوں نے امام اعظم کی تصانیف کا اصلاً انکار کر دیا

Marfat.com

لیکن ان کا یہ انکار روایت کی روشنی میں قطعاً نا قابل قبول اور کتب تواریخ سے بالکل ناواقفیت پر مبنی ہے۔

امام اعظم کی مندرجہ ذیل کتب اہل علم کے نزدیک شہرت اور تواتر سے ثابت ہیں۔

(۱) کتاب العالم: امام اعظم کی یہ تصنیف عقائد اور نصائح کے موضوع پر متعلم کے سوال اور عالم کے جواب کے طور پر تالیف کی گئی ہے۔

(کشف الظنون ج ۲ ص ۱۴۳۷)

(۲) کتاب الفقہ الاکبر: عقائد کے موضوع پر امام اعظم کی اس تصنیف کو ابو مطیع بلخی نے آپ سے روایت کیا ہے اس کتاب کی متعدد شروح لکھی گئی ہیں۔

(کشف الظنون ج ۲ ص ۲۸۷)

(۳) کتاب الوصایا: (کشف الظنون ج ۲ ص ۴۷۰)

(۴) کتاب المفقود

(۵) کتاب الاوسط

قاضی ابن زید دبوسی، ابو سہل غزالی، ابو علی الدقاق، ابو منصور ماتریدی اور ابو اللیث سمرقندی نے اپنی تصانیف جلیلہ میں ان کتابوں کے رواۃ اور ناسخین کی امام اعظم تک پوری سند بیان کی ہے۔

امام اعظم نے اپنے تلامذہ کو احادیث املاء کرائیں اور اس کا نام کتاب الآثار رکھا جس کو امام اعظم کے متعدد شاگردوں نے روایت کیا ہے۔ ان میں کتاب الآثار بروایت امام محمد بہت زیادہ مشہور ہے۔ اسی کتاب کی احادیث کا انتخاب کر کے امام اعظم کی شیوخ کی ترتیب پر احادیث جمع کر کے مسانید امام اعظم ترتیب دی گئی ہیں۔ بہرحال یہ احادیث چونکہ امام اعظم کی املاء کرائی ہوئی ہیں اس لیے کتاب الآثار کو بھی امام اعظم کی تصانیف میں شمار کیا جاتا ہے۔ جس طرح موطا امام مالک کو باوجود یحییٰ بن یحییٰ کی روایت کے امام مالک کی تصنیف قرار دیا جاتا ہے۔

Marfat.com

وصال

حضور۔سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اشد الناس بلاء الانبیآء ثم الامثل۔ سب سے زیادہ تکالیف انبیاء پر وارد ہوتی ہیں پھر جوان کے قریب ہو۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت کا آفتاب عرصہ دراز تک آسمان علم وفضل پر جگمگا تا رہا ہے یہاں تک کہ اخیر عمر میں خلیفہ ابوجعفر منصور نے اپنے دربار میں آپ کو عہدہ قضاء کے لیے طلب کیا۔آپ نے اس پیش کش کو قبول نہیں کیا۔جس کی وجہ سے آپ پر شاہی عتاب نازل کیا گیا۔بغداد کے قید خانہ میں آپ کو مقید کر دیا گیا اور مؤرخین کی روایات کے مطابق آپ پر روزانہ کوڑے لگائے جاتے تھے۔تا آنکہ ایک دن (ماہ رجب یا شعبان ۱۵۰ھ) بحالت سجدہ آپ کا انتقال ہو گیا۔پہلی مرتبہ پچاس ہزار اشخاص نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔اس کے بعد قبر پر نماز پڑھی جاتی رہی۔امام موفق نے لکھا ہے کہ خیزران میں آپ کو دفن کیا گیا اور دفن کے بعد بیس دن تک لوگ آپ کی قبر پر نماز جنازہ پڑھتے رہے۔خلیفہ ابو جعفر منصور نے قبر پر آ کر نماز پڑھی اور سب سے آخر میں آپ کے صاحبزادے حماد بن ابی حنیفہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔

☆☆☆☆☆

Marfat.com

تاریخ وجمع قرآن وحدیث

محققانہ تبصرہ

موجودہ دور پرُ آشوب میں جو فقط قرآن کریم کو واجب العمل بتارہے ہیں۔اور احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیکار اور بے معنی کہہ رہے ہیں۔اُن کیلئے اس عجالہ میں لمحات فکر اور سرمہ تدبر و تذکر شامل ہے۔

علامہ سید ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ

قرآن کریم

یہ نا قابلِ انکار حقیقت ہے کہ تمام اسلامی تعلیمات کا سرچشمہ فیض اور انسان کے جسمانی وروحانی اصلاح وفلاح کا ماخذ، جمیع علوم اسلامیہ وعربیہ کا مرجع ومرکز، مسلمانوں کی ترقی وتمدن اور تانق کا راز، سربستہ عالم کی تاریکی وجہالت کو فنا کر دینے والا آفتابِ درخشاں نوعِ انسان کو سعادتِ ابدی اور نجات سرمدی کی منزل مقصود تک پہنچانے والا ہادی برحق صرف اور صرف قرآن مجید فرقان حمید ہے۔

اس لیے سب سے پہلے اس مقدس کتاب کا ذکر کرنا مناسب مقصود ہوا۔

واقعات متعلقہ نزول قرآن

حضور سیّد یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعثت اور نزول قرآن سے پہلے اولاً رویائے صادقہ نظر آئے۔ پھر ایک روز جبکہ حسب عادت حضور غار حرا میں محو عبادت تھے۔ فرشتہ حاضر ہوا اور وحی لایا۔ جس میں حکم ملا پڑھیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پڑھنا نہیں جانتا، میں پڑھنے والا نہیں، فرشتہ نے حضور کے قریب آ کر آپ کو اپنے سینہ سے لگا کر زور سے معانقہ کیا اور کہا پڑھیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی جواب دیا "مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ" تین بار جب یہی جواب ملا تو فرشتہ نے کہا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۞ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۞ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۞ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۞ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ۞ (علق)

ترجمہ: "پڑھو اپنے رب کے نام سے (یعنی قرأت کی ابتداء اولاً اللہ کے نام سے ہو) جس نے پیدا کیا (تمام خلق) انسان کو خون کی پھٹک سے۔ پڑھو (دوبارہ پڑھنے کا حکم تاکید کیلئے ہے) اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا سکھایا (اس سے کتابت کی فضیلت ثابت ہوئی) آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا (آدمی سے مراد یہاں آدم

Marfat.com

علیہ السلام ہیں اور جو انہیں سکھایا اس سے مراد علم اسما ہے۔ اور ایک قول میں اس سے مراد سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے جمیع اشیاء کے علوم عطا فرمائے۔ معالم وخازن)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے متلوہ آیات کو اپنی زبان مبارک سے ادا فرمایا۔ اور فرشتہ نظروں سے غائب ہو گیا۔ یہ ہے نزول قرآن کی ابتداء۔ یہ واقعہ ماہِ رمضان المبارک کے آخری ایام میں پیش آیا۔ اس پر آیہ کریمہ خود شاہد ہے۔ شهر رمضان الذی انزل فيه القرآن۔ خاص اُس رات کے تعین میں اختلاف رواۃ ہے۔ جس میں آغاز نزول ہوا۔ (۲) بعض کے نزدیک ۲۵ رمضان ہے اور اُن کی تحقیق میں حضور کی اظہار نبوت کا زمانہ بھی اسی تاریخ سے ہے۔ اور بعض نے ۱۷ رمضان لکھی بعض نے ۲۳ بتائی۔ اکثر نے ستائیسویں شب رمضان تسلیم کی۔

اس کے بعد چند ایام وحی کا نزول رُکا رہا۔ پھر سورۃ المدثر نازل ہوئی۔ قرآن کریم حسب ضرورت باوقات متفرقہ تئیس (۲۳) سال نازل ہوتا رہا۔ بعض سورتیں ایسی بھی ہیں جو یکدم بیک وقت آئیں۔ جیسے سورۃ الفاتحہ، سورۃ الکوثر اور اس میں آخری سورۃ التوبہ ہے۔ اور آیتوں میں سب سے آخری آیۃ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ الخ (۳) ہے جس کے نو روز بعد وفات قیامت آیات ہوئی۔

مکی مدنی آیات کیا ہیں؟

نزولِ قرآن کریم کے لیے کوئی مقام اور وقت مقرر نہیں تھا۔ اس لحاظ سے نزول کی شان یہ رہی کہ جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قیام مکہ معظّمہ ہوا نزول بھی مکی رہا اور جب مدینہ میں ہجرت فرمائی تو مدینہ منورہ میں نازل ہوا۔ اس اعتبار سے آیات قرآنی مکی مدنی کہلائیں۔ چنانچہ ۹۳ سورتیں مکہ معظّمہ میں نازل ہوئیں۔ اور ۲۱ سورتیں مدینہ منورہ کے دس (۱۰) سالہ قیام میں نازل ہوئیں۔ پھر آیات مکیہ میں عموماً آپ کو سابقہ انبیائے کرام اور ان کی اُمتوں کے حالات ملیں گے اور آیات مدنی میں مسلمانوں کے لیے معاملات اور ضروری احکام پائے جائیں گے۔ (۴)

Marfat.com

آیات مکیہ میں زیادہ تر کفر وشرک سے اجتناب، خدائے واحد کی طرف رجوع کرنے، حشر ونشر پر ایمان لانے کا ذکر ہے۔

آیات مدنیہ میں اوامر ونواہی کا مکمل قانون ہے۔

مکی آیتوں میں مخاطبہ کفار سے ہے کہیں یَآیُّهَا النَّاسُ فرما کر کہیں یا اھل الکتاب کہہ کر، کہیں یبنی ادم کے الفاظ سے خطاب کیا گیا ہے۔

(الاتقان، سیوطی، جلد۔ ا،ص۔ ۸، سہیل اکیڈیمی، لاہور)

مدنی آیات میں عام طور پر مسلمان مخاطب ہیں۔ اس لیے یَآیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا یا کہیں کہیں یا ایھا الانسان بھی استعمال ہوا ہے۔

تقسیم قرآن کریم

اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے قرآن کریم ۱۱۴ سورتوں میں منقسم ہے۔ ہر سورت بجائے خود ایک مستقل فصل ہے اور مختلف تعداد کی آیات پر مشتمل۔ قرآن کریم میں کل چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ آیتیں ہیں۔

صحابہ کرام نے انہیں سات منزلوں میں تقسیم کر دیا تا کہ ایک ہفتہ میں تمام قرآن کریم ختم کر سکیں۔

عہد حجاج بن یوسف میں قرآن کریم تیس (۳۰) پاروں اور ہر پارہ ربع نصف اور ثلث میں تقسیم کیا گیا اور رکوع وقف وغیرہ علامات بعد میں مقرر ہوئے۔

سورتوں کا آغاز

سورتیں دس طریقوں سے شروع ہوئیں۔

۱۔ چودہ سورتوں میں جو شروع حمد و ثناء الٰہی ہے ان میں سے پانچ اَلْحَمْدُ کے ساتھ ہیں۔ دو تبارک کے ساتھ اور سات لفظ سبحان اور اس کے مشتقات کے ساتھ شروع ہوتی ہیں۔

۲۔ انتیس (۲۹) سورتیں حروف مقطعات سے شروع ہوتی ہیں۔ جیسے الٓمٓ، الٓمٓصٓ، الٓرٰ، قٓ، نٓ، کٓھٰیٰعٓصٓ، یٰسٓ، حٰمٓ، حٰمٓ عٓسٓقٓ وغیرہ

Marfat.com

۳۔ دس (۱۰) سورتیں بلفظ ندا شروع ہوتی ہیں۔ ان میں سے پانچ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالفاظ مختلف مخاطب کئے گئے ہیں۔ اور پانچ میں اُمت وغیرہ ہیں۔ اور اُمت کے مخاطبہ میں یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وغیرہ الفاظ ہیں۔

۴۔ تیئس (۲۳) سورتیں جملہ خبریہ سے شروع ہوتی ہے۔ جیسے یَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ یا بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وغیرہ۔

۵۔ پندرہ سورتوں کو قسم کے ساتھ شروع کیا گیا جیسے وَالضُّحٰی، وَالَّیْلِ، وَالتِّیْنِ، وَالْعَصْرِ وغیرہ۔

۶۔ سات سورتوں کی ابتداء حرف شرط سے ہوئی جیسے اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ، اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ، اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وغیرہ۔

۷۔ چھ (۶) سورتیں صیغہ امر سے شروع ہوتی ہیں۔ جیسے قُلْ اُوْحِیَ، قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ، قُلْ ھُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ وغیرہ۔

۸۔ تین (۳) سورتیں توبیخ کے ساتھ شروع ہیں۔ جیسے وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ، وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَةٍ لُّمَزَةِ، تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ۔

اس تفصیل سے ۱۱۴ سورتوں کی تصریح ہے۔

آیاتِ احکام

آیاتِ احکام کی تعداد میں اختلاف ہے لیکن بلحاظ صراحت ان کی تعداد ۱۵۰ ملتی ہے۔ اور باعتبار اقتضاء حکم پانچ سو آیات موجود ہیں۔

شانِ نزول کی تصریح

قرآن کریم کی بعض آیتیں کسی خاص سوال کے جواب میں یا کسی خاص واقعہ کے پیش آجانے پر نازل ہوئیں۔ یہی سوالات یا واقعات آیاتِ متعلقہ کا شان نزول کہلاتا ہے۔ ہر چند باتفاق جمہور صحابہ و تابعین آیہ کریمہ کے مفہوم عام کو شان نزول کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جاتا۔ لیکن تاہم علمائے مفسرین نے شانِ نزول کی طرف بھی پوری توجہ مبذول فرمائی ہے

Marfat.com

تاکہ ان کے بیان کرنے سے آیت کے معانی اچھی طرح سمجھ میں آجائیں۔(۵)(مقدمہ تفسیر، ۹۸، علامہ غلام رسول سعیدی)

ترتیب قرآن کریم

یہ امر تو ظاہر ہو چکا ہے کہ قرآنِ کریم نجماً نجماً متفرق طور پر تیئس (۲۳) سال کے عرصہ میں نازل ہوا۔ اور بعض سورتیں وہ ہیں جو بیک وقت نازل ہوئیں اور اکثر وہ ہیں جو تھوڑی تھوڑی نازل ہوتی رہیں اور ایک عرصہ کے بعد مکمل ہوئیں۔

ایسا بھی ہوا کہ ابھی ایک سورت ختم ہونے نہ پائی تھی کہ دوسری سورۃ نازل ہونی شروع ہوگئی۔ بعض موقعہ پر دو مختلف سورتوں کی آیتیں ایک ہی وقت میں نازل ہو جاتی تھیں۔ اس سے یہ امر اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ قرآن کریم موجودہ ترتیب کے ساتھ نازل نہیں ہوا۔

لیکن یہی وہ چیز ہے جسے بعض جماعتیں اُٹھائے پھرتی ہیں اور انواع و اقسام کی بدگمانیاں عوام میں عام کرتی رہتی ہیں۔ لیکن موجودہ ترتیب صحابہ کرام میں سے کسی نے اپنی رائے سے نہیں کی بلکہ یہ ترتیب آیات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحکم الٰہی خود بتائی ہے۔

قرآن کریم میں ترتیب دو قسم کی ہے۔

اوّل: ترتیب آیات قرآنی دوم: ترتیب سورۂ قرآنی

ترتیب آیات بالاتفاق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسب منشاء الٰہی فرشتہ وحی کے بتانے سے فرمائی۔ اور اس کی احتیاط اس درجہ ملحوظ رکھی گئی کہ بوقت نزول وحی فوراً کسی کاتب وحی کو بلوا کر لکھوا دیتے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ آیت فلاں سورۃ میں فلاں موقعہ پر لکھی جائے۔

رہی ترتیب سورۂ اس کے متعلق کچھ اختلاف ہے۔ لیکن علمائے محققین کی یہی تحقیق ہے کہ یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقرر کردہ ہے۔ تصریح ملاحظہ کریں۔

امام احمد سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ توریت کے بدلے مجھے سبع طوال اور زبور کے عوض مئین اور انجیل کے بدلے مثانی عطا ہوئیں۔

اور یہ میری فضیلت ہے کہ ان سب سے علاوہ مجھ کو مفصل بھی عطا کی گئیں۔ اس حدیث سے

Marfat.com

ظاہر ہے کہ:

سورۃ کی ترتیب عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہو چکی تھی۔ کیونکہ اس حدیث میں جس ترتیب سے سورتوں کا بیان ہے وہ اُسی ترتیب پر ہے جو ترتیب اس وقت قرآن کریم میں سورتوں کی ہے۔ اس کی وضاحت ملاحظہ ہو۔

سبع طوال سے مراد ابتدائی وہ سات بڑی سورتیں ہیں جو بقرہ سے شروع ہوتی ہیں اور یونس پر ختم ہوتی ہیں۔

مئین سے مراد کم و بیش سو سو آیتوں کی وہی سورتیں ہیں جو یونس سے فاطر تک موجود ہیں۔ ر

مثانی سے مراد یس سے ق تک وہ سورتیں ہیں جن میں مضامین مکرر بیان کئے گئے۔

اور مفصل سے مراد وہ چھوٹی سورتیں ہیں جو سورۂ ق سے سورۂ الناس تک ہیں۔

بنابریں واضح ہو گیا کہ قرآن کریم کی ترتیب آیات و سورۃ دونوں سرکار ابد قرار صاحب وحی الله الابصار کی نگرانی میں ہوئی اور اس میں کسی قسم کا تبدل و تغیر کسی ہاتھ اور کسی قلم کے ذریعہ نہ ہوا۔ اور ہونا بھی نہیں چاہیے تھا۔ اس لیے کہ قرآن کریم میں خود ارشاد ہے۔

اِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿٤١﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿٤٢﴾ (حم السجدہ)

ترجمہ: یہ (قرآن) بڑی باوقعت کتاب ہے۔ جس میں غیر واقعی بات نہ آگے کی طرف سے آسکتی ہے اور نہ اُس کے پیچھے کی طرف سے۔ یہ خدائے حکیم محمود کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔

نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿٩﴾ (الحجر)

''ہم نے ہی ذکر یعنی قرآن نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

Marfat.com

ربطِ آیات و ربطِ سُوَر

آیات قرآن کریم اور سُور فرقان عظیم میں ایسا لطیف ربط اور حیرت انگیز تسلسل ہے کہ دُنیا کی کسی اور کتاب میں ملنا محال ہے۔ سچ ہے قرآن پاک کلام خالق ہے اس کی خوبیوں کو مخلوق کا کلام کیسے پہنچ سکتا ہے۔

کلام الملك ملك الكلام

جس طرح اس کلام معجز نظام کی فصاحت و بلاغت ارفع و افضل ہے۔ اسی طرح اُس کی آیتوں سورتوں کا باہمی تناسب و تسلسل بے مثل ہے۔ طاقت بشری اُس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ جو طبقہ قرآن کریم کی بے ترتیبی محسوس کرتا ہے۔ وہ یقیناً نادان، کم فہم، کم علم ہے۔ نقادان یورپ فن عربی میں مہارت حاصل کر کے جب اس کلام معجز نظام کو دیکھتے پڑھتے ہیں تو باوجود متعصب عیسائی ہونے کے کہنے پر مجبور ہوتے ہیں کہ رسول عربی جو اُمی تھے ان کا یہ کلام نہیں ہوسکتا۔ درحقیقت یہ کلام تو خالق انام ہی کا کام ہے کہ ترتیب کلام میں وہ لطافت نہیں۔ جو اس کلام کی بے ترتیبی میں ہے۔ اسی کو لف ونشر غیر مرتب کہتے ہیں۔ ماہرِ فن ہی اس سے کچھ لذت کش و بہرہ انداز ہوسکتا ہے۔

اندھیری رات میں جب ہم اپنے پلنگ پر لیٹ کہ گلشن سماوی کے نورانی پھولوں کی طرف نظر ڈالتے ہیں تو اُن کی چمک دمک خوبصورتی و دلآویزی ہماری عقل کو حیران کر دیتی ہے۔ مگر اُن کی بے ترتیبی سے اُن کا بکھرا ہوا ہونا دل کو سخت کوفت پہنچاتا ہے۔ اُس وقت جی چاہتا ہے کہ جس طرح انگریزی باغوں میں پھولوں کی کیاریاں دل آویز ترتیب سے سجی ہوتی ہیں۔ اگر اسی طرح یہ بھی ہوتے تو اُن کی جاذبیت دوبالا ہوتی۔ یہ بھی کوئی خوبی ہے کہ ایک بڑا استارہ یہاں ہے تو دوسرا وہاں ایک کونہ میں کہیں ایک گچھہ ہے تو کہیں پلنگ بچھا ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا قدرت نے نور کی کلیاں مٹھی میں بھر کر اُچھالا دی ہیں۔ اور وہ نہایت بے ترتیبی سے بکھری ہوئی پڑی ہیں۔

لیکن ایک ہیئات دان ماہر علم نجوم سے پوچھو تو وہ بتائے گا کہ ان بکھرے ہوئے

Marfat.com

پراگندہ ستاروں میں باہمی تناسب کیا ہے وہ اُن کا توازن بالنجم ھم یھتدون کے ماتحت بحر و بر میں کس کس شان کی رہنمائی کر رہا ہے۔ ایسے ہی مخالفین نادان اور معاندین انسان نما حیوان اگر ربط آیات کو نہیں سمجھ سکتے تو وہ معذور ہیں۔ چاہیے تو انہیں یہ تھا کہ ماہرین فن سے رجوع کرتے تو اُن کی آنکھیں کھل جاتیں۔

علامہ ابوجعفر نے "البرہان فی مناسبت ترتیب سُور القرآن" ایسے ہی غلط کاروں کی اصلاح کے لیے تالیف کی۔ بہت سی تفاسیر اس خاص عنوان پر لکھی گئیں۔ اُن میں آیات کا باہمی ربط ہی دکھایا گیا۔ تفسیر حقانی نے بھی اس مبحث کو واضح کیا ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تفسیر میں اس کا التزام کیا۔ علامہ برہان الدین کی تالیف "نظم الدرر فی تناسب الآی والسور" ہی اگر سمجھ کر پڑھ لی جائے تو اندھوں کی آنکھ روشن ہو جائے۔

اور اس کے بعد تو اقع سُور اور مقاطع کی مناسبت دیکھ کر محوِ حیرت ہو جانا پڑیگا سیوطی کی تصنیف "مراصد المطالع فی تناسب المقاطع والمطالع" اور علامہ کرمانی کی کتاب عجائب قابل ملاحظہ ہیں۔

مسئلہ کتابت وجمع القرآن

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب نزول وحی ہوتا تو علی الفور آپ کاتب وحی کو بلا کر لکھوا دیا کرتے۔ اور یہ محکمہ کاتبان وحی کا چند منتخب معتبرین معتمدین صحابہ سے تھا۔ مکہ معظمہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت مولا علی شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہہ پر مشتمل تھا۔ یہ ہر سہ حضرات اس خدمت پر مامور تھے۔

مدینہ منورہ میں یہ محکمہ ان سہ افراد کے علاوہ بڑھا دیا گیا۔ چنانچہ مدینہ میں کاتبانِ وحی یہ تھے۔ صدیق، عثمان، علی اسد اللہ، زبیر بن العوام، حنظلہ بن الربیع، ابی بن فاطمہ، زید بن ثابت، عبداللہ بن ارقم، عبداللہ بن رواحہ، معاویہ بن سفیان، خالد بن معید رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

مختصر یہ کہ حضور نے قرآن کریم اوّل سے لیکر آخر تک سب بالترتیب لکھوا دیا تھا۔ پھر آپ ہی کے عہد مبارک میں دوسرے صحابہ کرام نے بھی اس کی بہت سی نقلیں لے لیں۔

Marfat.com

البتہ یہ نقلیں اس زمانہ کے کاغذوں پتھر کی تختیوں بکری دنبہ کی پوستوں شانوں پسلیوں وغیرہ میں تھیں۔

علاوہ ازیں صحابہ کرام کے حافظے نہایت تیز تھے۔ انہیں تلاوتِ قرآن کریم کا شوق بھی بے حد تھا۔ یہی وجہ تھی کہ عہدِ رسالت مآب میں ہی بڑے بڑے مہاجرین وانصار نے قرآن کریم حفظ بھی کر لیا تھا۔ اور اس طرح حفاظ کی ایک معتدبہ جماعت بھی بن گئی تھی۔ مگر باوجود ان تمام امور کے عہدِ نبوت تک اوراق قران کریم مجموع نہ تھے بلکہ متفرق طور پر موجود تھے۔

اسی حالت میں یہ عہد نبوت مہد گذرا۔ عہد صدیقی آیا۔ مسیلمہ کذاب نے اپنے تین لاکھ ساتھی منظم جمع کر رکھے تھے۔ جب اُسے مایوسی ہو چکی تھی کہ خلافت کی مسند اُسے ہرگز نہیں مل سکے گی۔ اُس نے بغاوت کر ڈالی۔ اُدھر سے دفاعی نظام کے لیے جانبازانِ اسلام بڑھے۔ مختصر یہ کہ اس جنگ میں بہت سے حفاظ شہید ہو گئے۔ یہی وہ جنگ ہے جسے جنگِ یمامہ کہتے ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے قلب مبارک میں یہ بات پیدا ہوئی کہ اگر اسی طرح حفاظ شہید ہوتے گئے تو قرآن کریم کی حفاظت میں بہت دقت ہو جائے گی۔ چنانچہ آپ نے صدیق اکبر کی خدمت میں قرآن کریم زیادہ محفوظ کرنے کا مشورہ پیش کیا۔ چونکہ یہ مشورہ وہ تھا جو من جانب اللہ فاروق کے دل الہام منزل میں القا ہوا تھا۔ صدیق اکبر نے بھی ادنیٰ غور و تدبر کے بعد اس مشورہ سے اتفاق فرمایا۔ نیز سیاست مذہبی بھی اس کی مقتضی تھی۔

چنانچہ حضرت زید بن ثابت وغیرہ حفاظ صحابہ کو اس امر کا حکم دیا اور بحمد اللہ تعالیٰ سارا قرآن عظیم یکجا ہو گیا۔ ہر سورت ایک جدا صحیفے تا حیات صدیقی حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے بعد حضرت امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم اور اُن کے بعد حضرت اُم المومنین حفصہ بنت الفاروق زوجہ حضور سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رہے۔

Marfat.com

تجویدوقراءتِ قرآن کریم کے اختلافیات

عرب میں ہر قوم وقبیلہ کی زبان بعض الفاظ کے تلفظ میں مختلف تھی۔ مثلاً حرف تعریف میں کوئی الف نام کہتا تھا۔ کوئی الف لام کہتا تھا۔ کوئی الف میم۔ چنانچہ اس لغت پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک قبیلہ کے آدمی کو اس طرح اُس کی لغت میں حدیث فرمائی۔

لَیۡسَ مِنَ امۡبِرِ مِصِیَامُ فی امسَفَرِ جو محاورہ قریش میں لَیۡسَ مِنَ الۡبِرّ الصِّیَامُ فِی السَّفَرِ تھا۔

اسی طرح بعض قبائل علامات مضارع حروف اَتَیۡن کو مفتوح پڑھتے اور کوئی مکسور۔ ما مشبہ بہ لیس کی خبر کو کوئی منصوب کرتا کوئی مرفوع۔ اِنَّ و اَنَّ وغیرہ کے اسم کو کوئی نصب دیتا کوئی رفع پر رکھتا۔ بعض قبائلی ہر جگہ ب کوم بولتے اور م کوب۔ تا در حمۃ ونحوہا کو حالت وقفی میں کوئی لا کہتا کوئی ت۔ منصوب منون پر کوئی الف سے وقف کرتے۔ بعض قومیں حروف مدہ سے حرکات مجرور پر بھی واؤ اور یا سے وقف کرتے بعض قومیں حروف مدہ سے حرکات موفقہ پر قناعت کرتیں۔

اعوذ کو اعذ تعالیٰ کو تعال وغیرہ ذالک اس قسم کے بہت سے تفاوت لہجہ طرز ادا کے تھے۔ جیسا کہ ہمارے محاورہ میں بعض آم کو آم کہتے ہیں اور بعض امب اور بعض انبہ بولتے ہیں۔ اگرچہ اس قسم کے تفاوت سے اصلی معنی میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی تھی۔ لیکن چونکہ قرآن کریم خاص لغتِ قریش پر اُترا تھا اور صاحب قرآن حبیب الرحمان بھی قریشی تھے۔ شعر۔

گلبن تو کہ زگلزار قریشی گل کرو۔۔۔۔ زاں سیب آمدہ قرآن بہ زبان قرشی

زمانہ اقدس حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جبکہ قرآن کریم نیا نیا اُترا تھا اور ہر قوم قبیلہ کو اپنی مادری لہجہ وقدیمی عادت کا دفعتہ بدل دینا دشوار تھا۔ آسانی فرمائی گئی تھی کہ ہر قوم عرب اپنے طرز ولہجہ میں قراءت قرآن کرلے۔

زمانہ نبوت کے بعد شدہ شدہ اقوام مختلف سے بعض بعض لوگوں کے ذہن میں جم گیا کہ

Marfat.com

جس لہجہ ولغت میں ہم پڑھتے ہیں اسی میں قرآن کریم نازل ہوا ہے اور یہی درست ہے۔ حتیٰ کہ زمانہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں بعض لوگوں کو اس بات پر باہم جنگ وجدل اور زدو کوب کی نوبت پہنچی۔ ایک کہتا کہ قرآن اس لہجہ میں ہے دوسرا کہتا نہیں بلکہ اس لہجہ میں ہے۔ ہر ایک اپنی لغت پر دعویٰ کرنے لگا۔ جب یہ خبر امیر المومنین عثمان غنی کی بارگاہ میں پہنچی آپ نے سب کو بلا کر فرمایا تم لوگوں میں ابھی سے یہ اختلافات پیدا ہونے لگ گئے تو آئندہ کیا ہوگا اس کا سد باب کرنا لازمی ہے۔ لہٰذا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت اسد اللہ شیر خدا رضی اللہ عنہ اور دیگر اعیان صحابہ کے مشورہ سے فیصلہ کیا کہ اب ہر قوم کو اس کے لب ولہجہ میں پڑھنے کی اجازت دینا مصلحت نہیں بلکہ اس سے فتنہ اٹھتا ہے۔ لہٰذا تمام امت کو خاص لغت قریش پر جس میں قرآن عظیم نازل ہوا ہے جمع کر دینا اور باقی لغات سے روکنا لازمی ہے۔

چنانچہ حکم ہوا کہ صحیفہ خلیفہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس محفوظ ہیں منگا کر ان کی نقلیں لے کر تمام سورتیں ایک مصحف میں جمع کریں اور وہ مصاحف بلاد اسلام میں بھیج دیں تاکہ سب اسی لہجہ کا اتباع کریں۔ اس کے خلاف اپنی اپنی طرز ادا کے مطابق جو صحائف یا مصاحف بعض لوگوں نے لکھے ہیں۔ دفع فتنہ کے لیے تلف کر دیئے جائیں۔ اس رائے صائب کی بناء پر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو کہلا بھیجا کہ صحیفاء صدیقی جو حضور نے جمع کرا کر صدیق کی حفاظت میں دیں تھے بھیج دیئے تاکہ ہم ان کی نقلیں لے کر بلاد اسلامی کو بھجیں اور اصلی آپ کو واپس کر دیں۔

ام المومنین رضی اللہ عنہا نے بھیج دیئے۔ امیر المومنین عثمان غنی نے زید بن ثابت، عبد اللہ بن زبیر، سعید بن عاص، عبد الرحمٰن بن حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم کو نقلیں کرنے کا حکم دیا۔ وہ نقلیں مکہ معظمہ وشام ویمن بحرین وبصرہ وکوفہ بھیج دی گئیں۔ اور ایک نقل مدینہ طیبہ میں رہی اور اصلی صحیفے جمع فرمودہ صدیق جس سے نقلیں ہوئی تھیں واپس حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ عنہا کو بھیج دیں گئیں۔ جیسا کہ اتقان میں ہے۔ اس کی اصل مفصل صحیح بخاری میں یوں ہے۔

حدثنا موسیٰ قال حدثنا ابراھیم قال حدثنا ابن شھاب ابن الحسن بن

Marfat.com

مالك حدثه ان حذيفة بن اليمان قدم على عثمان و كان يغازى اهل الشام فى فتح ارمينيه واذربائيجان مع اهل العراق فافزع حذيفة اختلافهم فى القرأة فقال حذيفة لعثمان يا اميرالمومنين ادرك هذه الامة قبل ان يختلفوا فى كتاب الله۔

ترجمہ: ''موسیٰ نے فرمایا کہ مجھ سے ابراہیم نے کہا، انہیں ابن شہاب نے فرمایا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حذیفتہ ابن الیمان رضی اللہ عنہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس وقت اہل شام فتح ارمینیہ اور آذربائیجان سے اہل عراق کے ساتھ جنگ کر رہے تھے تو حضرت حذیفہ، اختلاف قراءت سے گھبرائے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عرض کی۔ امیر المومنین امت کو اختلاف میں پڑنے سے پہلے سنبھال لیجئے ورنہ کتاب اللہ میں اختلاف کا سخت خطرہ ہے''

معترضین کا محض وہم یا ظن معاذ اللہ دفن کرنے یا کسی طرح تلف کر دینے کا محض وہم ہی ہے۔ خالص کذب اور صریح جھوٹ ہے۔ وہ مبارک صحیفے خلافت عثمانی پھر خلافت مرتضوی پھر خلافت امام حسن پھر خلافت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم تک بعینہا محفوظ تھے۔ حتیٰ کہ مروان نے انہیں لے کر چاک کر ڈالا۔

بالجملہ اس حقیقت میں کوئی گنجائش وہم نہیں کہ اصل جمع قرآن بحکم رب العزۃ حسب الارشاد حضور پُرنور سید الاسیاد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہو گیا تھا۔ سب سورتوں کا یکجا کرنا باقی تھا۔ سو وہ خلیفۃ الرسول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بمشورہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جمع کر دیا۔ پھر بھی جمع صدیقی کی نقلیں بصورت مصاحف امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ بمشورہ امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ عنہ بلاد اسلام میں شائع کر دیں۔ اور تمام امت کو اصلی لہجہ قریش پر مجتمع ہونے کی ہدایت فرمائی۔ یہی وجہ ہے کہ جامع القرآن عثمان رضی اللہ عنہ کہلاتے ہیں ورنہ حقیقتاً جامع القرآن رب العزت تعالیٰ شانہ ہے کہ

قَالَ اِنَّ عَلَيْنَا جمعه و قرأنه۔ (۸)

Marfat.com

اور بنظر ظاہر اس کے جامع حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور ایک جگہ اجتماع کے لحاظ سے سب میں سے پہلے جامع القرآن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔ حاکم مستدرک میں بشرط بخاری و مسلم حضرت زین بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔

قال کان عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نولف القرآن فی الرقاع

یعنی ہم زمانہ قدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں قرآن پارچوں میں جمع کرتے تھے۔

امام جلال الدین سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں:

قال کان عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر مجموع فی موضع واحد ولا مرتب السور۔

یعنی قرآن کریم تمام کا تمام عہد رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لکھ لیا گیا تھا، لیکن غیر مجموع تھا۔ ایک جگہ جمع نہیں تھا اور اُس کی سورتیں غیر مرتب تھیں۔

ابوداؤد شریف سند حسن سے عہد خیر راوی ہیں۔

قال سمعت علیا یقول اعظم الناس فی المصاحف اجرا ابوبکر رحمۃ اللہ علی ابی بکر ھو اوّل من جمع کتاب اللہ۔

مصاحف میں سب سے زیادہ ثواب ابوبکر کا ہے۔ اللہ ابوبکر پر رحمت کرے۔ سب سے پہلے انہیں نے قرآن جمع فرمایا۔

اس بنا پر امام اجل عارف باللہ حارث محاصبی رضی اللہ عنہ نے کتابت قرآن کریم کو سنت سنیہ مصطفیٰ فرمایا۔ اور اس کے لکھنے لکھانے کے متعلق فیصلہ کیا کہ یہ بدعت نہیں بلکہ سنت ہے۔

حیث قال فی کتابہ فھم السنن کتابۃ القرأن لیست بمحدثۃ فانہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یامر بکتابتہ۔

قرآن کریم کا لکھنا تو زمانہ اقدس سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بحکم اقدس ہو چکا تھا۔ یہ آج کوئی نئی بات نہیں۔ نقلہ فی الاتقان

پھر ابوبکر بن ابی داؤد سند صحیح سے حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔

Marfat.com

قال قال علی رضی اللّٰہ عنہ لا تقولوا فی عثمان الاخیراً فواللہ ما فعل الذی فعل فی المصاحفہ الاعن ملأ منا قال فما تقولون فی ھذا القرأن فقد بلغنی ان بعضھم یقول ان قرأتی خیر من قرأتك و ھذا یکاد یکون کفرا قلنا فما تریٰ قال اریٰ ان نجمع الناس علی مصحف واحد فلایکون فرقۃ ولا اختلاف قلنا فنعم ما رئیت۔

یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہٗ نے فرمایا عثمان کے حق میں سوا کلمہ خیر کے کچھ نہ کہو خدا کی قسم معاملہ مصاحف میں انہوں نے جو کچھ کیا ہم سب کے مشورہ اور اتفاق سے کیا انہوں نے ہم سے کہا کہ تم ان مختلف لہجوں میں کیا کہتے ہو۔ مجھے خبر پہنچی ہے کہ کچھ لوگ لوگوں سے کہتے ہیں میری قراءت تیری قراءت سے اچھی ہے اور یہ بات کفر کے قریب تک پہنچی ہے۔ ہم نے کہا بھلا آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا میری رائے یہ ہے کہ سب لوگ ایک مصحف پر جمع کر دیئے جائیں تاکہ پھر نزاع اور اختلاف نہ ہو۔ ہم سب نے کہا آپ کی رائے بہت خوب ہے۔

اور عہد مروان میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا صحیفہ ضائع کرنے کی سند امام قسطلانی ارشاد والساری شرح بخاری میں فرماتے ہیں۔ فکانت عندھا حتّٰی توفیت وہ صحیفہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا حتیٰ کہ انہوں نے وفات پائی۔

فاخذھا مروان حین کان امیراعلی المدینۃ من قبل معاویۃ رضی اللّٰہ عنہ فامربھا فشققت وقال

تو اُسے مروان نے اس وقت لیا جبکہ وہ امیر مدینہ ہوا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے پہلے اور اُس نے اُس کے چاک کو کر دینے کا حکم دیا اور کہا:

انما فعلت ھذا لانی خشیت ان طال بالناس زمان ان یرتاب فیھا مرتاب

(رواہ ابن ابی داؤد)

پھر قرآن کریم نے نہایت لطیف پہلو سے ابتداء قرآن کریم میں ہی جامعین قرآن کی

Marfat.com

طرف اشارہ وضاحت فرمادی جو زبرو بیّنات میں مقطعات کے ذریعہ معنی تاویلی سے حاصل ہوتی ہے۔قرآن کریم میں سورہ بقرہ کا شروع الٓمّٓ ہے یہ حروف مقطعات سے ہے جس کے معنی میں مفسرین کرام نے عموماً اللہ اعلم ادا فرمایا ہے لیکن اگر اس کے معنی تاویلی رنگ میں ایسے حاصل ہوا جائیں کہ کتاب وسنت سے منطبق ہوں تو مقبول ہونے چاہئیں۔

☆ بہ ایں خیال بغرض تفریح خاطر حاظر مندرجہ ذیل معنی ملاحظہ ہوں۔اس سے کلام پاک کی جامعیت پر مزید مہر تصدیق ثبت ہوتی ہے۔ملاحظہ فرمائیں۔

الف۔لام۔میم بقاعدہ ابجد الف کا عدد ایک ہے اور لام کے تیس میم کے چالیس گویا رب العزت جہت و مجد عز اسمہ نے ان تین حروف میں بتایا کہ واحد لم یزل نے بےمثل کلام عدیم النظیر ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تیس پاروں میں چالیس سال کی عمر میں نازل فرمایا۔پھر اس کے جامع بتائے اور اسطرح اُن کا تعارف کرایا کہ لا کے تیس عدد میم کے چالیس عدد دونوں جمع کیے جائیں تو ستر کا عدد حاصل ہوگا۔گویا فرمایا واحد لم یزل نے بے مثل کلام عدیم النظیر ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو نازل فرمایا ہے۔عالم اسباب میں اُس کے ظاہری جامع خلفائے راشدین سے وہ ہوں گے جن کے اسمائے گرامی کا پہلا حرف ع ہوگا۔چنانچہ جامع قرآن عبداللہ بن ابی قحافہ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق،عثمان ذی النورین مولاء کائنات علی رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی ہوئے۔ وللہ الحمد

مضمون بالا کے مطالعہ سے ہر سنجیدہ کا خیال اس امر پر مرتکز ہو جائے گا کہ موجودہ مصحف مقدس بالکل عثمانی ہے اور مصحف عثمانی بعینہ مصحف صدیقی ہے،اور مصحف صدیقی بلا کم وکاست اور بغیر ایک حرف کی کمی وبیشی کے وہی تھا جو ہمارے نبی کریم رؤف الرحیم پر نازل ہوکر عہد نبوت میں ہی لکھا اور پڑھا گیا۔اس پر تمام امت کا اجماع ہے۔معاندین ومخالفین اسلام بھی اس کے قائل ہیں۔

البتہ فرقہ شیعہ کی ایک جماعت غالیہ اپنے عقائد فاسدہ کاسدہ کی تائید میں یہ کہتی ہے کہ معاذ اللہ یہ قرآن ناقص ہے۔اس میں سے کچھ حصہ جو آل رسول کی شان میں تھا وہ اُس سے

Marfat.com

نکال دیا گیا اور اُس کی مثالیں لایعنی صورت میں آیات قرآنیہ سے پیش کر کے بتاتا ہے۔

اس کا خلاصہ ہم اپنی کتاب صبح نور میں لکھ چکے ہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ اُن کی معتبر کتابیں اس عقیدہ کی تائید میں بہ پابندی ابواب خامہ فرسا ہیں۔ کافی کلینی تفسیر صافی جیسی اصح الکتب اس عقیدہ کی مؤید ہیں۔ لیکن موجودہ علماء شیعہ و مجتہدین بہ تقیہ یا بلاتقیہ اس کے مخالف ہیں اور بظاہر اہلسنت کے اعتقاد کے مطابق قرآن کریم کے محفوظ ہونے کے اقراری ہیں۔

قرآن کریم کا اسلوب بیان

زمانہ جاہلیت میں بھی اہل عرب کو فصاحت و بلاغت کا ایک قدرتی مذاق حاصل تھا۔ مرد عورت چھوٹے بڑے غلام آقا سب ہی تو اس چاشنی سے بہرہ مند تھے۔ اپنی فصاحت و بلاغت کے مقابلہ میں غیر عرب کو عجمی یعنی گونگا خیال کرتے تھے۔

شعراء وخطبا خاص طور سے ماہر فن اور قادر الکلام ہوتے تھے ایک دوسرے کے مقابل میں اس زور وشور سے قصائد کہا کرتے کہ اُس کی نظیر کسی قوم کی تاریخ اولیٰ میں نہیں ملتی۔ انہیں اپنی حلاوت زبان سلاست بیان پر اتنا ناز کہ میدان فصاحت و بلاغت میں کوس لمن الملک بجائے اور هل من فصیح هل من شاعر کے آوازے لگاتے تھے۔ اپنی نظمیں اپنے خطبے دیوار کعبہ پر آویزاں کر کے طلب معاوضہ کرتے۔ لیکن جب قرآن پاک نازل ہوا تو اس کے اسلوب بیان کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔ کیونکہ ترکیب کی نزاکت، کلمات کی لطافت مضمون کی جامعیت فصاحت و بلاغت کی کیفیت فطرت عرب سے کہیں بالاتر تھی۔ باوجود اس کے کہ قرآن کریم نے بار بار فصحا و بلغاء عرب سے مطالبہ کیا کہ قرآن جیسی ایک سورۃ بنالاؤ مگر کسی کو مقابلہ جرأت نہ ہوئی۔

فاتوا بسورة من مثله (۹) بھی فرمایا اور لا یأتون بمثله ولو کان بعضهم لبعض ظهيرا (۱۰) کہہ کر بھی اُنہیں اُکسایا وادعوا شهداء کم من دون الله ان کنتم صادقین (۱۱) کا بھی اعلان ہوا مگر بقول اعلیٰ حضرت یہ حال ہو گیا کہ۔

Marfat.com

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زبان نہیں نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

ایک دفعہ کسی صحابی نے شعراء عرب کے دکھانے کو سورہ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ① لکھ کر دیوار کعبہ پر لٹکا دی شعراء نہایت غور وخوض سے پڑھتے تھے لیکن دم نہ مار سکے۔ آخر ایک نامی گرامی شاعر آیا اور اس کے آگے لکھ گیا۔

ماھذا الکلام لبشر

سکا کی جو فن معانی و بیان کا مسلم الثبوت امام تھا کہتا ہے کہ قرآن کریم کا اعجاز ایک ذوقی اور وجدانی کیفیت ہے جو طبیعت کو محسوس ہوتی ہے لیکن زبان سے بیان نہیں ہوسکتی۔ اس کا طرز بیان ایسا موثر ہے کہ بہت سے شدید ترین کفار عرب کے سنگین دل محض چند قرآنی آیتیں سن کر موم ہو گئے اور انہیں آخر ایمان لانا پڑا۔

یہ بھی اسلوب قرآنی کا ادنیٰ کرشمہ ہے کہ ایک طرف جاہل سے جاہل اُس کو بے تکلف سمجھ سکتا ہے تو دوسری طرف علامہ دھر کی عقل جند وفہم عالی اُس کے معانی ومضامین کے سامنے کوتاہ نظر اور قاصر الفہم ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی سورۃ کی تفسیر میں دفتر کے دفتر لکھ ڈالو تو بھی تمام اسرار منضبط نہیں ہوسکتے اور سیدھے سادھے معنی بیان کرو تو محض ترجمہ چند فوائد ضروریہ کے لئے کافی وافی ہے۔

اس کے الفاظ میں وہ جاذبیت وحلاوت ہے کہ جو معنی نہیں سمجھ رہا وہ بھی محظوظ ہو رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اتنی ضخیم کتاب کا حفظ کر لینا عالم اور جاہل کے لیے آسان ہے۔

مضامین قرآن عظیم

قرآن کریم میں بظاہر آپ کو تین قسم کے مضامین ملیں گے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتنزیہہ۔ توحید وتمجید۔

۲۔ امم سابقہ کے حالات اور انبیاء سابقہ کے قصص

۳۔ احکام متعلقہ معاش ومعاد۔

Marfat.com

اس کی وجہ یہ ہے کہ

۱۔حمد و معرفت الٰہی حاصل ہونے سے انسان اپنے خالق برحق رازق مطلق کی طرف رجوع ہوسکتا ہے پھر اُس کو چھوڑ کر یا اُس کے ساتھ کسی اور کے آگے گردن جھکانے کو آمادہ نہیں ہو سکتا۔

۲۔قصص امم سابقہ کے بیان کرنے کا یہ فائدہ ہے کہ اُن کے حالات سُن کر عبرت حاصل ہو اور کفر وشرک گناہ وعصیان سے بچکر صراط مستقیم پر چلنے کی طرف میلان بڑھے جو قرآن کریم کا مقصد اصلی ہے۔

۳۔احکام کے بیان کا یہ فائدہ ہے کہ انہیں سُن کر انسان سمجھ سکے گا کہ اُسے دنیا میں کیا کیا کام کرنے چاہئیں اور کیا کیا نہیں۔ کس طرح اس کی زندگی گمراہی سے محفوظ ہوسکتی ہے۔ ضلالت سے وہ کیسے مجتنب رہ کر منزل مقصود حاصل کرسکتا ہے۔ آخرت میں وصال الٰہی کا شرف اُسے کیسے مل سکتا ہے اب آپ آیات قرآنیہ سے نوعیت مضامین ملاحظہ فرمائیں۔

1-هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۴﴾ (سورہ حشر)

2-لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ (بقرہ:۲۵۵)

3-اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (فاتحہ)

4-مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ (فاتحہ)

5-رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (فاتحہ)

6-اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (بقرہ:۱۸۶)

7-هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ﴿۲﴾ (آل عمران:۲)

8-قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ﴿۱﴾ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ﴿۲﴾ لَمْ یَلِدْ ۙ وَ لَمْ یُوْلَدْ ﴿۳﴾ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا

Marfat.com

اَحَدٌ۝ (اخلاص)

9-مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ؗ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝ (آل عمران)

10- اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ (آل عمران: ۷۳)

اور ایسی ہی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔

انبیائے کرام اور امم ماضیہ کا ذکر

قرآن کریم میں آدم، ادریس، نوح، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، لوط، یوسف، موسیٰ، ہارون، ہود، صالح، یونس، شعیب، داود، سلیمان، زکریا، یحییٰ، عیسیٰ، ذوالکفل، الیاس، ایوب، علیہم السلام کا ذکر ہے۔

اور امم سابقہ میں سے قوم نوح، عاد، ثمود، اصحاب حجر، اصحاب سبا، اصحاب سبت، بنی اسرائیل، قوم تبع، قوم شعیب، اصحاب الایکہ، اصحاب الرس، اصحاب الاخدود، اصحاب کہف وغیرہ کا ذکر ہے۔ ان کے علاوہ فرعون، شداد، قارون، وغیرہ کا بھی تذکرہ ہے۔ اور جو ہم نے اس مختصر میں بیان کیا اسی پر حصر نہیں ہے بلکہ اور بھی مذاکرات ہیں۔

کتب سماویہ

کتاب آسمانی سے زبور، توریت، انجیل، صحف ابراہیم وغیرہ کا بیان ہے۔ اور قرآن کریم ان کی تائید فرماتا ہے، تصدیق کرتا ہے۔ اور جن لوگوں میں ان کا نزول ہوا اُن کی تعریف کا بیان بھی فرماتا ہے۔

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں جو آیات آئیں ان میں سے بعض کا ذکر پیش ناظرین ہے۔

1-اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ؗ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (سورۂ اعراف)

Marfat.com

2- اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (سورہ بقر)

3- وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَ يَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (سورہ بقرہ)

4- وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ (سورہ انبیاء)

5- حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ (سورہ توبہ)

6- لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (نور)

7- لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورہ احزاب)

8- يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾

9- اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۵۶﴾ (احزاب)

10- اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ﴿۱﴾ (سورہ نشرح)

11- اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ﴿۱﴾ (سورہ کوثر)

12- قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾ (آل عمران)

13- قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ (آل عمران: ۳۲)

14- وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا۔
(سورہ نساء: ۱۴)

15- فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ (سورہ نساء: ۵۹)

16. فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴿۶۵﴾ (نساء)

17- مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (سورہ نساء: ۸۰)

Marfat.com

اس کے علاوہ کافی آیات کریمہ نعت رسالتمآب ﷺ میں وارد و صادر ہیں۔ خوف ضخامت سے اس عجالہ میں ہم پورے طور پر تعلیمات قرآن کریم بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ بطور اختصار تبرکاً کچھ پیش کر رہے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ کتاب انسانی تو کتاب انسانی ہے کوئی کتاب آسمانی بھی تعلیمات ربانی بھی اس مقدس کتاب کی جامعیت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اب سترہ آیات کریمہ جو آپ پڑھ چکے ہیں۔ اُن کا ترجمہ معہ مختصر تفسیر کے ملاحظہ فرمائیں۔

ترجمہ آیت نمبر: 1

وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبریں دینے والے کی (یہاں رسول سے بہ اجماع مفسرین سید عالم ﷺ مراد ہیں۔ آپ کا ذکر وصف رسالت سے فرمایا گیا کیونکہ آپ اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں۔ فرائض رسالت ادا فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اوامر و مناہی و شرائع و احکام اُس کے بندوں کو پہنچاتے ہیں۔ اس کے بعد آپ کی توصیف میں بھی فرمایا گیا اس کا ترجمہ جو غیب کی خبریں دینے والا کیا گیا۔ یہ نہایت صحیح ہے کیونکہ نبأ خبر کو کہتے ہیں۔ جو مفید علم ہو اور شائبہ کذب سے خالی ہو۔ قرآن کریم میں یہ لفظ اس معنی میں بکثرت مستعمل ہوا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہوا قل ھو نباء عظیم ایک جگہ فرمایا تلک من انباء الغیب نوحیھا الیک ایک جگہ فرمایا فلما انباءھم باسماءھم اور بکثرت آیات میں یہ لفظ اس معنی میں وارد ہوا ہے۔ پھر یہ لفظ یا فاعل کے معنی میں ہوگا یا مفعول کے معنی میں۔ پہلی صورت میں اس کے معنی ہونگے۔ غیب کی خبریں دینے والے اور دوسری صورت میں اس کے معنی ہوں گے۔ غیب کی خبریں دیئے ہوئے۔ اور دونوں معنی کو قرآن کریم سے تائید پہنچتی ہے۔ پہلے معنی کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے۔ نبئی عبادی دوسری آیت میں فرمایا قل اؤنبئکم بما تاکلون و ماتدخرون فی بیوتکم اور دوسری صورت کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے نبانی العلیم الخبیر اور حقیقت میں انبیاء علیہم السلام غیب کی خبریں دینے والے

Marfat.com

ہی ہوتے ہیں۔ تفسیر خازن میں ہے کہ آپ کے وصف میں نبی فرمایا کیونکہ نبی ہونا اعلیٰ واشرف مراتب میں سے ہے۔ اور یہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ اللہ کے نزدیک بہت بلند درجے رکھنے والے اور اُس کی طرف سے خبر دینے والے ہیں۔ اُمی کا ترجمہ بے پڑھے جو کیا گیا۔ یہ بھی بالکل حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے مطابق ہے اور یقیناً اُمی ہونا آپ کے معجزات میں سے ہے۔ اس لئے کہ دنیا میں کسی سے پڑھے نہیں۔ جو کچھ سیکھا اپنے رب سے سیکھا جو پڑھا اپنے خالق سے پڑھا۔ علمہ شدید القویٰ اس دعوی پر برہان ساطع ہے پھر کتاب وہ لائے جس میں اولین وآخرین اور غیبوں کے علوم ہیں)، (خازن) شعر

خاکی وبراوج عرش منزل۔۔۔۔ امی وکتاب خانہ دردل

(فارسی اشعار) فیضی کہتا ہے

اُمی ودقیقہ دانِ عالم۔۔۔۔ بے سایہ وسائبان عالم

(بقیہ ترجمہ) جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں (یعنی توریت اور انجیل میں آپ کی نعت وصفت ونبوت لکھی پائیں گے) وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے وہ بوجھ (یعنی سخت تکلیفیں) اور گلے کے پھندے (یعنی احکام شاقہ) جو ان پر تھے وہ اُتارے گا۔

ترجمہ نمبر 2: بیشک ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری دیتا اور ڈرسناتا۔

ترجمہ نمبر 3: اور بات یوں ہی ہے کہ ہم نے تمہیں کیا سب امتوں میں فضل کہ تم لوگوں پر گواہ ہو (دنیا وآخرت میں)

ترجمہ آیت نمبر 4: اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمت بنا کر تمام جہانوں کے لیے۔

ترجمہ آیت نمبر 5: بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم سے وہ رسول (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربی قرشی جن کے حسب ونسب کو تم خوب پہچانتے ہو۔ کہ (تم میں سب سے

Marfat.com

عالی نسب ہیں) جن پر تمہارا مشقت میں پڑھنا گراں ہے۔ تمہاری بھلائی کی نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان۔

ترجمہ نمبر 6: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا کہ تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ندا کرے تو ادب و تکریم اور توقیر و تعظیم کے ساتھ آپ کے معظم القاب سے نرم آواز کے ساتھ متواضعانہ اور منکسرانہ لہجہ میں یا نبی اللہ یا رسول اللہ یا حبیب اللہ کہہ کر)

ترجمہ نمبر 7: بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے (ان کا اچھی طرح اتباع کرو اور دین الٰہی کی پیروی کرو)۔

ترجمہ آیت نمبر 8: اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر (شاہد کا ترجمہ حاضر و ناظر نہایت بہتر ترجمہ ہے)۔ مفردات راغب اصفہانی میں ہے۔

اشھدو و الشھادۃ الحضور مع المشاھدۃ اما بالبصر او بالبصارۃ

یعنی شہود اور شہادۃ کے معنی ہیں حاضر ہونا مع ناظر ہونے کے، بصر کے ساتھ ہو یا بصارت کے ساتھ۔ اور گواہ کو بھی اسی لئے شاہد کہتے ہیں کہ وہ مشاہدہ کے ساتھ علم رکھتا ہے۔ (ابوالسعود و جمل) اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا (یعنی ایمانداروں کو جنت کی خوشخبری اور کافروں کو عذاب جہنم کا ڈر سناتا) اور اللہ کی طرف اُس کے حکم سے بلاتا (یعنی خلق کو طاعت الٰہی کی دعوت دیتا) اور چمکا دینے والا آفتاب (سراج کا ترجمہ آفتاب بالکل قرآن کریم کے مطابق ہے جیسا کہ سورۂ نوح میں وَّ جَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا فرمایا اور سورۂ عم میں وَّ جَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا کہا اور حقیقت یہ ہے کہ ذات مصطفی ہزاروں آفتابوں سے زیادہ منور اور منور ہے۔ آپ کے نور ہدایت سے ظلمت کفر و شرک مٹا کر معرفت توحید بخشی)

ترجمہ آیت نمبر 9: بیشک اللہ اور اُس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر۔ اے ایمان والو اُن پر درود اور خوب سلام بھیجو (یہی وجہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام

Marfat.com

بھیجنا واجب ہے)

ترجمہ آیت نمبر 10: کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا (یعنی آپ کے سینہ مبارک کو ہم نے کشادہ اور وسیع کیا۔ ہدایت و معرفت و موعظت و نبوت اور علم و حکمت کیلیے یہاں تک کہ عالم غیب و شہادہ روشنی کی وسعت میں سما گئے اور علائق جسمانیہ انوار روحانیہ کے لیے مانع ہو سکے اور علوم لدینہ و حکم الٰہیہ سینہ پاک میں جلوہ نما ہوئے) اس بوجھ سے مراد یا وہ غم ہے جو آپ کو کفار کے ایمان نہ لانے سے رہتا تھا یا امت کے گناہوں کا غم جس میں قلب مبارک مشغول رہتا تھا۔ مراد یہ ہے کہ ہم نے آپ کو مشغول الشفاعت کر کے وہ بار غم دور کر دیا ہے اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا تو بے شک دشواری کیساتھ آسانی ہے بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو (اسی کے فضل کے طالب رہو اُسی پر توکل کرو)

ترجمہ آیت نمبر 11: اے محبوب بیشک ہم نے تمہیں بے شمار خوبیاں عطا فرمائیں (اور فضائل کثیرہ عنایت کر کے تمام خلق پر افضل کیا۔ حسن ظاہر بھی دیا حسن باطن بھی نسب عالی بھی۔ نبوت بھی، کتاب بھی، حکمت بھی، اعدائے دین پر غلبہ بھی۔ کثر فتوح بھی) تو تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ بیشک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

ترجمہ آیت نمبر 13-12: اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمہیں دوست رکھے گا۔ اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (نمبر 13) تم فرما دو کہ حکم مانو اللہ اور رسول کا۔

ترجمہ آیت نمبر 15: پھر اگر تم میں کسی بات کا جھگڑا اُٹھے تو اُس میں اللہ اور رسول کے حضور رجوع کرو۔

ترجمہ آیت نمبر 16: تو اے محبوب تمہارے رب کی قسم وہ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر جو کچھ حکم تم فرما دو اپنے دلوں میں اُس سے رکاوٹ نہ پائیں اور جی سے مان لیں۔

Marfat.com

ترجمہ آیت نمبر 17: جس نے رسول کا حکم مانا بیشک اس نے اللہ کا حکم مانا۔

اس سے قبل جو دس آیات صفات الٰہی میں پیش ہو چکی ہیں۔ اُن کا معہ تفسیر ملاحظہ کریں۔

ترجمہ نمبر ا: وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے نہان وعیاں کا جاننے والا (موجود کا بھی اور معدوم کا بھی دنیا کا بھی اور آخرت کا بھی) وہی ہے بڑا مہربان رحمت والا۔ وہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں بادشاہ (ملک وحکومت کا حقیقی مالک کہ تمام موجودات اس کے تحت ملک وحکومت ہے اور اس کی مالکیت ومنفعت دائمی ہے جسے زوال نہیں) نہایت پاک ہر عیب سے تمام برائیوں سے) سلامتی دینے والا (اپنی مخلوق کو) امان بخشنے والا (اپنے عذاب سے اپنے فرمانبردار بندوں کو) حفاظت فرمانے والا۔ عزت والا (اپنے عذاب سے اپنے فرمانبردار بندو کی) حفاظت فرمانے والا۔ عزت والا عظمت والا۔ تکبر والا اللہ کو پاکی ہے اُن کے شرک سے وہی ہے اللہ بنانے والا پیدا کرنے والا ہر ایک کو صورت دینے والا (جیسی چاہے) اس کے ہیں اچھے نام (ننانوے) جو حدیث میں وارد ہیں) اُس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہی عزت والا حکمت والا ہے۔

ترجمہ آیت نمبر 2: اُسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں (اس سے اُس کی مالکیت اور نفاذ امر وتصرف کا بیان ہے اور نہایت لطیف پیرایہ میں رد شرک ہے کہ جب سارا جہان اس کی ملک ہے تو شریک کون ہو سکتا ہے)

ترجمہ آیت نمبر 3: سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا

ترجمہ آیت نمبر 4: روز جزا کا مالک ہے۔

ترجمہ آیت نمبر 5: پالنے والا جہاں والوں کا

ترجمہ آیت نمبر 6: دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے

ترجمہ آیت نمبر 7: وہ آپ زندہ اور اوروں کا قائم رکھنے والا (یعنی واجب الوجود اور عالم کا ایجاد کرنے والا اور تدبیر فرمانے والا)

Marfat.com

ترجمہ آیت نمبر 8: تم فرماؤ وہ اللہ ہے وہ ایک ہے (ربوبیت والوہیت میں سفات عظمت و کمال کے ساتھ موصوف ہے مثل ونظیر وشبیہ سے پاک ہے اُس کا کوئی ہمسر نہیں) اللہ بے نیاز ہے (ہر چیز سے نہ کھائے نہ پئے ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے) نہ اُس کی کوئی اولاد (کیونکہ اس کا کوئی مجالس نہیں) نہ وہ کسی سے پیدا ہوا (کیونکہ وہ قدیم ہے اور پیدا ہونا حادث کی شان ہے) اور نہ کوئی اس کے جوڑ کا (یعنی کوئی اس کا ہمتا وعدیل نہیں)

ترجمہ آیت نمبر 9: تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے ساری بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے بے شک تو سب کچھ کرسکتا ہے۔

یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ انسان کی تین حالتیں ہیں۔

طبعی۔ اخلاقی۔ روحانی اور قرآن کریم نے ان تینوں حالتوں کیلئے جدا جدا تین مبدء قرار دیئے ہیں۔

پہلا یہ کہ اُس کی طبعی حالت کو درست کرنا یعنی اُس کو نشست و برخاست خورونوش بود و باش معاشرت ومعاملات توالد وتناسل وغیرہ امور طبیعہ کے صحیح طریقے سکھلا کر بے تمیز وحشی انسان کے درجہ سے باادب اور شائستہ انسان کے مرتبہ کو پہنچا دینا۔

دوسرے یہ کہ اُس کی اخلاقی حالت کی اصلاح کرنا یعنی اخلاق رذیلہ عادات قبیحہ کی بےخکنی کر کے اُسے اخلاق فاضلہ سے آراستہ کرنا۔

تیسرے یہ کہ اُس کی روحانی حالت کا تزکیہ کرنا تا کہ انسان اپنے خالق برحق معبود مطلق کی طرف رجوع کر سکے اور اُس کی محبت ورضا میں محو ہو سکے یہی وہ حالت ہے جس کو قرآن پاک نے اسلام کے نام سے تعبیر کیا اور اسی تعلیم کے کامل ہو جانے پر آیہ کریمہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا کی بشارت ملی۔ اور قرآن پاک میں یہ تینوں باتیں خاص طور پر واضح کی گئیں۔ ہم انسان کی اصلاح طبعی کے احکام پیش کرتے ہیں۔ اس سے بقیہ احکام کا بھی موازنہ ہو سکے گا اللہ تعالیٰ

Marfat.com

فرماتا ہے۔ آیات کریمہ

1۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُم مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُم مِّن نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ

(سورۃ نساء:23)

2۔ لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا (سورۃ نساء:19)

3۔ وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ

(سورۃ نساء:22)

4۔ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ (پارہ ۶۔ مائدہ)

5۔ وَلَا تَقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ (سورۃ نساء:29)

6۔ وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا ۝ (بنی اسرائیل)

7۔ لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا

(نور:27)

8۔ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ (نور:28)

9۔ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِأَن تَأْتُوا الْبُيُوتَ مِن ظُهُورِهَا وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقَىٰ وَأْتُوا الْبُيُوتَ مِنْ أَبْوَابِهَا (البقرہ:189)

Marfat.com

10۔ وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا (سورہ نسا:86)

11۔ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾ (المائدہ)

12۔ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَ الْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَ مَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ (پارہ ۶ مائدہ)

13۔ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ (پارہ ۶ مائدہ)

14۔ اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ

(پارہ ۲۸ مجادلہ)

15۔ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (اعراف:31)

ترجمہ آیت نمبر 1: تم پر تمہاری مائیں حرام کی گئیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری حقیقی پھوپھیاں اور تمہاری سگی خالائیں اور تمہاری حقیقی بھتیجیاں اور تمہاری حقیقی بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا یعنی رضاعی ماں اور تمہاری رضاعی بہنیں اور تمہاری ساس یعنی تمہاری بیویوں کی حقیقی ماں اور تمہاری بیویوں کی پہلے خاوند سے لڑکیاں جن سے تم ہم صحبت ہو چکے ہو۔ اور اگر ہم صحبت نہیں ہوئے تو کوئی گناہ نہیں (یعنی قبل از خلوت صحیحہ اگر طلاق دے دی تو اسکی لڑکی سے نکاح جائز ہے) اور تمہارے سگے بیٹوں کی بیویاں یعنی بہو اور حقیقی دو بہنیں بیک وقت مگر ایک کے مرنے کے یا مطلقہ ہو جانے کے بعد۔

ترجمہ آیت نمبر 2: جبراً عورتوں کے وارث نہ ہو

ترجمہ آیت نمبر 3: اُن سے نکاح نہ کرو جو تمہارے باپوں کی بیویاں تھیں مگر جو پہلے ہو چکا سو ہو چکا

ترجمہ آیت نمبر 4: تمہارے لئے پاک عورتیں حلال ہیں یعنی مومنہ

Marfat.com

ترجمہ آیت۔ محصنہ یعنی پاکدامن عورتیں تم میں سے یا پہلے کے اہل کتاب میں سے تمہارے لیے حلال ہیں کہ اُن سے شادی کرو۔ لیکن جب مہر قرار پا کر نکاح ہوجائے بدکاری نہیں اور نہ خفیہ ناجائز تعلق۔

ترجمہ آیت 5: خودکشی نہ کرو

ترجمہ آیت 6: اپنی اولادوں کو خوف تنگدستی سے قتل نہ کرو۔ ہم سب کے رازق ہیں۔

ترجمہ آیت 7: غیر کے گھر میں بلا اجازت نہ داخل ہو جب تک موانست و محبت سے سلام کلام نہ کرلو۔

ترجمہ آیت 8: اگر اس گھر میں کوئی نہ پاؤ تو جب تک مالک خانہ اجازت نہ دے اُس گھر میں داخل نہ ہو اور اگر تمہیں کہا جائے واپس چلے جاؤ تو واپس چلے جاؤ۔

ترجمہ آیت 9: اور گھروں میں دیوار پھاند کر نہ جایا کرو (جیسے زمانہ جہالت کا طریقہ تھا) بلکہ گھروں میں آیا کرو گھر کے دروازہ سے۔

ترجمہ آیت 10: اگر تمہیں سلام کیا جائے تو اس سے بہتر اُسے سلام دو (اگر السلام علیکم کوئی کہے تو جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کہو)

ترجمہ آیت 11: بے شک شراب اور قمار اور بت پرستی اور شگون لینا (اُن پر یقین کرنا یہ سب پلید اور شیطانی کام ہیں۔ ان سے اجتناب کرو۔ اور اپنے کو تلویث سے بچاؤ

ترجمہ آیت 12: تم پر مردار حرام کیا گیا اور خنزیر کا گوشت اور بتوں کے نام پر ذبح کیا ہوا اور گلا کٹا ہوا، منخنقہ لاٹھی سے مارا ہوا موقوذہ (خواہ وہ جھٹکا ہی کیوں نہ ہو) سینگ لگنے سے مرا ہوا متردّیہ درندے کا پھاڑا ہوا نطیحہ اور جو درندہ پکڑ کر کھائے مگر ذبح کرلیا گیا ہو اور جو بتوں پر چڑھایا جائے۔

ترجمہ آیت 13: لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ اُن کے لیے کیا حلال ہے فرما دو دنیا کی تمام پاک چیزیں تم پر حلال کی گئیں۔

ترجمہ آیت 14: اگر تمہیں کہا جائے کہ کشادہ ہو کر بیٹھو تو کشادہ ہو کر بیٹھو۔ اللہ تمہیں کشادگی

Marfat.com

عطا فرمائے گا۔

ترجمہ آیت 15: کھاؤ پیؤ مگر اسراف بے نتیجہ کاموں میں خرچ نہ کرو۔

اس قسم کے شاندار آداب انسانی ہیں جو قرآن کریم ہمیں سکھاتا ہے۔ ان کا مذاہب غیر کی تعلیمات سے اگر مقابلہ کیا جائے تو لیل ونہار کا فرق پایا جاتا ہے۔ اس بنا پر ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ یہ تعلیمات صرف اسلام ہی میں ہیں۔ جو اصلاح انسانی کا اعلیٰ معیار ہے۔ اس کے سامنے بڑے بڑے مدعیان مذہب وتہذیب برہنہ نظر آتے ہیں۔

قرآن کریم تمام علوم اسلامیہ کا مرجع اور مرکز ہے

ادنیٰ غور وخوض کے بعد واضح ہوجاتا ہے کہ قرآن پاک ایسا مخزن علوم وفنون ہے۔ اس شان کا منبع اسرار وحقائق ہے ایسا سرچشمہ اصول دین ہے کہ کوئی کتاب آسمانی بھی اس خصوصیت میں اس کے مقابلے کی نہیں۔ یہی وہ جامع کتاب مقدس ہے کہ اہل علم وفضل نے سینکڑوں عنوانات پر بے شمار تفاسیر لکھ ڈالیں۔ لیکن ابھی اس کے اسرار وحقائق کا احصاء نہ ہوسکا۔

دفتر تمام گشت و بہ پایاں رسید عمر
ماہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم میں خود صاحب قرآن فرما رہا ہے۔

آیات: وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ (لقمان: 27)

اگر روئے زمین کے درخت قلم بن جائیں اور سمندر روشنائی ہوجائے پھر اس کے بعد ساتوں سمندر اُس کی مدد کو آئیں۔ جب بھی اللہ تعالیٰ کی کلمات ختم نہ ہوں۔

علامہ سیوطی نے اپنی تفسیر اتقان میں علوم قرآنی اسی؟ شمار کیے۔ پھر علمائے اسلام نے اُن علوم پر مستقل کتابیں تصنیف کیں۔ پھر جس قدر مسلمانوں کے علم ہیں۔ اگر بغور دیکھا جائے تو سب قرآن کریم سے ہی نکلے ہیں۔

Marfat.com

(کتابت) اسلام سے قبل حجاز میں کل سترہ آدمی خواندہ تھے۔ یہ قرآن پاک ہی کی برکت تھی کہ ایک قلیل عرصہ میں اس فن نے کس قدر ترقی کر لی۔ زمانہ جہالت میں لغت۔ خطابت۔ شعر صرف تین علوم تھے۔

عہد اسلامی میں منطق۔ طبعیات۔ ریاضیات۔ الہیات۔ تاریخ۔ جغرافیہ ایجاد ہوئے۔

شرعی علوم میں تفسیر۔ حدیث۔ فقہ۔ وغیرہ ایجاد ہوئے۔

علوم لسانیہ اور شعر وخطابت سب کو ملا کر علوم عربیہ اور علوم ادب کو ادبیات کہا گیا۔

منطق وفلسفہ کو منقولیات کے نام سے شہرت ہوئی۔ علوم شرقیہ کو منقولیات کے ساتھ ظاہر کیا۔

علم تفسیر کی قرآن کریم کے معانی احادیث صحیحہ وآثار معتبرہ کے مطابق صحیح طور پر سمجھنے اور سمجھانے کیلئے ضرورت ہوئی۔

سیر ومغازی چونکہ قرآن کریم میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کو مجسمہ اسوہ حسنہ قرار دیا گیا۔ اور اس میں مسلمانوں کے اکثر واقعات کا ذکر ہے۔ اس لئے حضور کے حالات و واقعات غزوات وسرایا کی مفصل تاریخ منضبط رکھنے کے لیے علم سیر ومغازی کے مدون کرنے کی ضرورت ہوئی۔

علم الحدیث وعلم الرجال۔ حضور کے افعال واقوال اور احکام قرآنیہ کی تفصیل وتشریح سے مملو ہے۔ چنانچہ حقائق اوامر ونواہی اچھی طرح سمجھنے کے لیے تدوین فن حدیث کی احتیاج ہوئی اور جب صحیح اور موضوع حدیث کا جھگڑا پڑا تو اس میں امتیاز کرنے کیلئے رواۃ کے حالات جاننے کے واسطے علم الرجال مرتب کیا گیا جو کسی جماعت اور سوسائٹی کے اندر سوائے اسلامیات کے ملنا مشکل ہے۔

ادب ولغت چونکہ قرآن کریم عربی زبان میں ہے۔ اس لئے اس کے سمجھنے کیلئے عربیت سے واقف ہونا لازمی ہے۔ لہٰذا علم ادب ولغت مدون ہوئے۔ حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تم کسی آیت کے معنی نہ سمجھ سکو تو محاورات عرب کی طرف

Marfat.com

رجوع کرو۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔

وَ لَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَ اِلٰۤى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ (نساء:83)

قرآن کے سمجھنے کے لئے آیہ قرآنی ہمارے رسول کی طرف لوٹا دیا کرو یا ارباب علم کی طرف جو حضور کی تعلیم لیے ہوئے ہوں تا کہ وہ اس کا مغز سخن تمہیں بتا سکیں۔

صرف ونحو۔ اعراب کی ذرا سی غلطی سے معانی میں زمین آسمان کا فرق آجاتا ہے۔ انعمت کو بجائے زبر انعمتُ پیش کے ساتھ اگر پڑھ لیا جائے تو مخاطب متکلم بن جائے گا۔ ''تو نے انعام کیا'' کے بجائے ''میں نے انعام کیا'' معنی ہو جائیں۔ اہل عرب تو اپنی زبان میں غلطی نہیں کر سکتے تھے لیکن ہم عجمی تو قدم قدم پر ٹھوکر کھا سکتے تھے۔ اس لئے سہولت کے لیے جملہ کی صحت کے واسطے تعلیلات صرفی اور اعراب کی صحت کے لئے قواعد نحوی کی تدوین ہوئی۔

معانی و بیان۔ چونکہ قرآن کریم معیار فصاحت و سرچشمۂ بلاغت ہے۔ اس لئے فصاحت و بلاغت کے تمام اصول اس کی مدد سے معلوم ہوتے ہیں۔ اور اس لئے علم بیان و معانی مدون ہوا۔

فقہ واصول فقہ۔ آیات قرآنی واحادیث نبوی سے احکام شرعیہ مستنبط کرنے کیلیے علم فقہ اور اجتہاد واستنباط مسائل میں غلطی سے بچنے کے لئے یہ فن مدون ہوئے۔ علم کلام، فلاسفہ ومناطقہ کے اعتراضات کے جواب دینے کے لئے یہ علم وضع کیا گیا۔

تاریخ تدوین حدیث

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ قرآن کریم کے بعد فصاحت و بلاغت حکمت و ہدایت میں احادیث نبی کریم کا درجہ ہے۔ اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ افصح العرب والعجم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدس ہے۔ اور علوم اولین وآخرین سے بہرہ یاب، آپ کی معجز بیانی لطافت لسانی فصاحت، الفاظ بلاغت معانی، اپنے پرایوں میں مسلم تھی۔

Marfat.com

چند جامع کلمات معجز بیان تیمناً تبرکاً تازگی ایمان کیلئے ملاحظہ ہوں۔

1۔ من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا (۱)

جو ہمارے صغائر پر رحم نہ کرے اور قوم کے کبائر کا احترام نہ کرے وہ ہم سے نہیں۔

2۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ (۲)

صحیح مسلمان وہ ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامتی میں رہے۔

3۔ خصلتان لا یجمعان فی مؤمن البخل و سوءُ الخلق (۳)

دو عاتیں مومن میں جمع نہیں ہوں گی کنجوسی اور بد خلقی

4۔ یشب ابن ادم و تشب فیہ خصلتان الحرص و طول الامل۔ (۴)

انسان بوڑھا ہو جاتا ہے مگر اُس میں حرص اور طول امل کی دونوں خصلتیں جوان ہوتی جاتی ہیں۔

5۔ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ (۵)

جو انسان کا احسان مند نہیں ہوتا وہ اللہ تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں ہوسکتا۔

6۔ من لا یرحم الناس لا یرحمہُ اللہ (۶)

جو انسان پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بھی اُس پر رحم نہیں کرتا۔

7۔ لا یؤمن احدکم حتیٰ یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ (۷)

مومن کامل تم میں نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہ پسند نہ رکھو جو اپنے لئے پسند کرو۔

ہر چہ برخود نہ پسندی بدیگران مپسند

8۔ العدۃ دین (۸)

وعدہ بھی قرض ہے کما قال تعالیٰ اوفوبالعھد

9۔ المستشار مؤتمن (۹)

Marfat.com

مشورہ دینے والا امین وصدیق ہونا چاہیے

10۔ القناعة مال لاینفد (۱۰)

قناعت وہ خزانہ ہے جسے خزاں نہیں۔

11۔ السعید من وعظ لغیرہ (۱۱)

نیک اور سعادت مند وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت لے

12۔ کثرة الضحک تمیت القلب (۱۲)

زیادہ ہنسا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔

13۔ الجنة تحت اقدام الامهات (۱۳)

ماؤں کے قدموں تلے جنت ہے یعنی اپنی ماں کی خدمت جنت کا حقدار کر دیتی ہے۔

14۔ الجنة تحت اقدام الابوین (۱۴)

والدین کے قدموں تلے جنت ہے۔

15۔ الکلمة الطیبة للسائل صدقه (۱۵)

سائل کو نرم اور ستھرا جواب دینا بھی صدقہ ہے۔

16۔ ان اللہ یحب الشهل الطلق (۱۶)

اللہ تعالیٰ خندہ پیشانی منکسر مزاج کو محبوب رکھتا ہے۔

17۔ طوبیٰ لمن شغله عیبه عن عیوب الناس (۱۷)

مبارک ہے اسے جو اپنے عیب کی نگرانی میں دوسرے کی عیب جوئی نہیں کرتا۔

18۔ لایشبع المؤمن من دون جارہ (۱۸)

مومن خود پیٹ بھر کر شکم سیر ہونا پسند نہیں کرتا اپنے ہمسایہ کی خبر گیری کے بغیر۔

19۔ کفی بالموت واعظا (۱۹)

مومن کے لئے موت کا خیال بہترین واعظ ہے

Marfat.com

20۔ انما الاعمال بالنیات (۲۰)
عمل کا بدلہ نیت پر موقوف ہے

کلید درِ دوزخ ست آن نماز
کہ بر پیش مردم گزاری دراز

زبان

اس میں شک نہیں کہ زبان قوم کی عقل و فراست اور آداب و اخلاق کی آئینہ دار ہے۔ کسی اجنبی قوم کی زبان سے واقفیت حاصل کر کے اُس کے اخلاق اور ذہنی حالات کا پتہ چلانا جتنا آسان ہو جاتا ہے بغیر اس واقفیت کے اتنا دشوار ہوتا ہے۔

جس قوم کی زبان سنسکرت تھی۔ اگرچہ اُسے سینکڑوں برس ہوئے کہ وہ قریب معدوم ہو چکی لیکن وید کی مدد سے اُس قوم کے دماغی اجتماعی اخلاقی اور سیاسی حالات کا بہت کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ عام طور پر مشاہدہ ہے کہ قوم کی حالت بدلتی رہتی ہے لیکن اُن کے آثار اُس قوم کی زبان میں ضرور محفوظ اور باقی رہا کرتے ہیں۔ جو ایک مورخ کو تاریخ نویسی کے وقت بہت کچھ مواد بہم پہنچا سکتی ہے۔ دانایان فرنگ نے اس فن کو اسی وجہ میں نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ مرتب و مدون کیا اور بہت سی مفید و کارآمد تالیفات شائع کیں۔

عرب کا زمانہ جہالت

اہل عرب زمانہ جہالت میں اپنے ملک کے جغرافیائی حالات کی بنا پر خانہ بدوش صحرا نورد تھے۔ آب و گیاہ کی تلاش میں مارے مارے پھرتے۔ تمدن و تانق کے اسباب اور تمول و تنعم کے ذرائع سے محروم علم کی قدر سے جاہل شوق طلب تو کجا نہ اُن کی تجارت میں گرم بازاری تھی نہ زراعت میں سرسبزی۔ امور سیاست و مملکت سے بے تعلق اور بے خبر۔ غارتگری، قزاقی، کشت و خون میں سرگرم عمل بقول حالی۔

وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے درندے ہوں جنگل میں بیباک جیسے

یہی وجہ ہے کہ اُن کی زبان اغراض بدویت سے مملو ہے اور جذبات قتال و جدال سے

Marfat.com

پُر۔ شعر و خطابت اگرچہ عرب جاہلیہ کا مایہ ناز فن تھا۔ اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ اُن کے قصائد و خطبات فصاحت و بلاغت میں بے نظیر اور عدیم المثال ہیں۔ لیکن اُن کے مضامین ادنیٰ غور کے بعد یہ واضح کر دیتے ہیں کہ ان کی شاعری و خطابت کا موضوع حیات بدویہ اور کارناماہائے جہالت کی آئینہ داری سے آگے نہ بڑھ سکی۔ اُن میں مذہبی حقائق ملی لطافت کی بُو بھی نہیں ملتی۔ البتہ زبان عربی میں فی نفسہٖ مذکورہ امور کی صلاحیت تھی۔ لیکن اس سے عرب جاہلیہ اپنی جہالت وشقاوت اور قساوت سرک کے باعث کچھ فائدہ نہ اُٹھا سکے۔

ہادی برحق کے ورود مسعود نے عرب کی کایا پلٹی

جب دُنیا کا آخری ھادی لا نبی بعدی کا اعلان کرتا ہوا مبعوث ہوا اور شمع ہدایت قرآن اور اپنا بیان افصح اللسان ساتھ لیا تو اس کی پیروی سے عربوں میں جو جہالت تھی اُسے ہدایت سے بدلا جو ظلمت تھی اُسے روشنی سے متبدل کیا۔ حتیٰ کہ اُن خوف ریزوں کو آسمان کمال پر خورشید خاور کی طرح چمکا دیا۔ عرب جاہلیہ ادبار و پستی کی زمین سے بلندی اقبال جاہ وجلال کے آسمان پر متمکن ہوئے اسی کا نام تمدن اسلام ہے۔

اس تمدن نے ذرہ کو آفتاب بنایا۔ قطرہ کو دریا کیا۔ ایک قوم وحشی کو آداب واخلاق فضل اور علم ہدایت وسعادت کا سرچشمہ بنا کر اقوام عالم کے سامنے پیش کر دینا یہ سب کچھ اُس بقی قرشی عرب البطحی اور اُس قرآن کریم کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔

یہی وجہ ہے کہ آج ہم ببانگ دھل کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کریم ہمارے نبی آخر الزمان کا جیتا جاگتا وہ معجزہ ہے جو کسی سابقہ نبی کو نہیں ملا۔

☆☆☆

قرآن کریم کے زبان عربی پر اثرات

پہلا اثر: ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اسلام سے پہلے عرب میں زبان کے مختلف لب ولہجہ تھے ہر قبیلہ کے محاورات میں فرق تھا مگر چونکہ قریش کی زبان افصح اللسان تھی اور قرآن کریم کی اسی زبان میں اشاعت ہوئی کہ دوسرے قبائلی لب ولہجہ کی کوئی حقیقت نہ رہی اور شمع

Marfat.com

قرآن کے سامنے کسی زبان کا چراغ نہ جل سکا۔

وَّدَاعِيًا إِلَى اللهِ بِإِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿٤٦﴾ کا مفہوم مکمل ہو گیا۔

دوسرا اثر: قبل از اسلام عربی جزیرہ عرب کی چار دیواری میں محدود محصور تھی لیکن فتوحات اسلامی أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۚ وَإِنَّ اللهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرٌ ﴿٣٩﴾ (۱) کے ماتحت ممالک فارس، روم ومصر وغیرہ تک پہنچے۔

تیسرا اثر: اسلام کے بعد زبان کے اغراض ومقاصد اور زیادہ وسیع ہو گئے۔ حیات بدویہ کی آئینہ داری، خانہ بدوشی، صحرانوردی، جدال وقتال کشت وخون کے مقابلہ میں انتقام ولکم فی القصاص (۲) حیات کے اعلان سے تحریک وتحریص جہاد فخر وصاباہات کے مقابلہ میں وسیع اخلاقی اور عقائد دینی احکام شرعی امور سیاسی وغیرہ اقتصادی مباحث پر بھی غور ہونے لگا۔

دفاتر صدر اسلام میں تین قسم پر منقسم ہوئے۔

اول دفتر عسکری اس کو حضرت فاروق اعظم کے حکم سے حضرت عقیل بن ابی طالب مخرمہ بن نوفل حبیب بن مطعم رضی اللہ عنہم نے مرتب فرمایا۔ جو عربی میں تھا۔

ثانیاً: دفتر انشا یعنی خطوط نویسی کا صیغہ یہ بھی عربی میں تھا۔

ثالثاً: دفتر خراج یعنی صیغہ مال یہ صرف عربی میں نہیں بلکہ ہر ملک کا دفتر خراج وہاں کی مقامی زبان میں رکھا گیا۔ مثلاً ایران کا فارسی میں۔ شام کا سریانی میں اور مصر کا قبطی میں۔ اور چونکہ ابتداء میں مسلمان ان غیر زبانوں سے پورے واقف نہ تھے۔ اس لئے ان دفتروں کو جوں کا توں ہی رہنے دیا۔ اور مقامی اہلکاروں سے کام لیا جاتا رہا حتیٰ کہ ولید کا زمانہ آیا جو خلفائے بنی امیہ سے تھا۔ تو حجاج بن یوسف نے صالح نامی ایک نوجوان سے جو عربی فارسی جانتا تھا۔ فارسی دفتر کو عربی میں ترجمہ کروایا۔ حتیٰ کہ عجمی عملہ کی طرف سے صالح مترجم کو ایک لاکھ درہم کا لالچ دیا یا رشوت اس کام سے روکنے کیلئے دینی چاہی۔ مگر صالح صالح ہی تھا اس لالچ میں نہ آیا۔

اس طرح دفتر ایران کی زبان عربی ہو گئی۔

Marfat.com

اسی ولید کے عہد میں سلیمان بن سعید کاتب کے ذریعہ سریانی قلم کے دفتر کو عربی کرایا گیا۔ اور ابن یربوع تاسی باشندہ حمص کے ذریعہ حاکم مصر عبداللہ نے دفتر قبطی کو عربی میں بدلا۔

اور چوتھا دور امویہ میں تدوین علوم اور تصنیف کتب کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔

چوتھا اثر: مشاہدات و معقولات کی وسعت و فسحت سے معانی الفاظ میں کافی وسعت ہوئی۔

پانچواں اثر: الفاظ و اسالیب میں بڑا تغیر و تبدل ہوا۔ اگرچہ عربی اصطلاحات زیادہ تر دور عباسی میں مقرر ہو چکی تھیں۔ مگر صدر اسلام میں بھی بہت سے الفاظ وضعی معنوں کے علاوہ خاص معنی میں مستعمل ہوتے تھے۔ اس طرح اصطلاحات کا سلسلہ آغاز اسلام ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ مثلاً صلوٰۃ صوم زکوٰۃ مومن کافر فاسق منافق رکوع سجود حج امیر المومنین کاتب عامل قاضی بیت المال عشور ثغور وغیرہ اسلام سے قبل یہ الفاظ لغوی معنی میں مستعمل تھے۔

پھر اسلوب گفتگو میں بھی بہت کچھ تبدیلیاں ہوئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اطال اللہ بقائك حضرت علی کرم اللہ وجہ کو دعا میں فرمایا نور الله مضجعك یابن الخطاب کما نورت مساجدنا حضرت علی کرم اللہ وجہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے دعا میں فرمایا۔ اس طرح کے مہذب دعائیہ الفاظ استعمال کرنے کا رواج زمانہ جہالت میں نہ تھا۔ خود رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے الفاظ کے بندشیں بھی مروی ہیں جنہیں سب سے پہلے حضور نے ہی فرمایا۔ جیسے:

(۱) مأت حتف القذحى الوطيس

(۲) لايلدغ المؤمن من جحر مرتين

اس سے عربی ادب میں بڑی ترقی ہوئی۔ ایسے ہی بہت سے محاورات جو زمانہ جہالت میں مروج تھے اسلام کے ذریعہ متروک ہو گئے۔ مثلاً مرباع غنیمت کا چوتھائی حصہ جو فوج کا افسر لیا کرتا تھا۔ نشیطه مقام مفتوح سے قبل از فتح جو راستہ میں مل جائے۔

فضول: تقسیم کے بعد مال غنیمت سے جو بچ رہے۔

مکس: ایک قسم کا ٹیکس جو زمانہ جہالت میں جاری تھا۔

Marfat.com

اسی طرح انعم صباحاً صبح کے وقت کا سلام تھا۔ جس کی انگریزی گڈ مارننگ ہوئی اور انعم ظلاما جس کی انگریزی گڈ ایوننگ بنی۔ یا بادشاہ کو ابیت العن کہنا یا غلام کا اپنے آقا کو ربی کہہ کر مخاطب کرنا یہ سب جملے اسلام میں متروک ہوئے

چھٹا اثر: تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا تلفظ حبشی تھا۔ حضرت سلمان کا فارسی حضرت صہیب کا رومی تھا۔ اس لئے یہ غیر ملکوں کے باشندے تھے۔ جب تک اہل عرب کو عجمیوں کے ساتھ اختلاط کا موقعہ نہ ہوا۔ ان میں نحوی غلطیاں شاذ و نادر ہوتی تھیں۔ لیکن جب اشاعت اسلام کی وجہ سے عجمیوں کو عربی سیکھنی پڑی تو لحن کی بیماری بڑھ گئی۔ اس لئے اس کا علاج عہد اموی میں علم نحو کے ذریعہ کیا گیا۔

کتابت

کتابت کی دو صورتیں ہیں خط بالقلم اور انشاء

اسلام سے قبل عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج کم تھا۔ چند آدمی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ نسخی اور خط کوفی عربی کی قدیم شکلیں ہیں۔ خط کوفی کو حیری بھی کہتے ہیں۔ خط حیری نے حجاز میں اشاعت پائی۔ ظہور اسلام کیوقت صرف دس بارہ قریش لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ یہ سب پہلے حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشاعت کتابت کی طرف توجہ فرمائی۔ چنانچہ ختم نزول قرآن تک کاتبین کی تعداد چالیس تک ہوگئی۔ پھر زمانہ راشدین میں فتوحات اسلامیہ کی زیادتی کی وجہ میں لکھنے پڑھنے کا کام زیادہ ہوگیا۔ چنانچہ خط حیری یعنی کوفی میں لکھنے پڑھنے کا روح بڑھ گیا۔ اور اس خط نویسی میں کوئی جہت پیدا نہیں ہوئی۔ اور بدستور اپنی وضع پر قائم رہا حتی کہ اس میں نقطے تھے نہ زیر وزبر کی علامات۔

پھر دور اموی میں اس کی اصلاح شروع ہوئی اور طرز تحریر چار صورتوں پر منقسم ہوگیا۔ اس دور کا ایک شخص قطبہ ایک مشہور کاتب گزرا ہے۔

ابوالاسود دوئلی نے حرکات وضع کیں۔ نصر بن عاصم اور یحیی نے حجاج کے حکم سے نقطے ایجاد کئے۔

Marfat.com

انشاء: انشاء کی دو قسمیں ہیں ایک سرکاری و خانگی دوسری تصنیف و تالیف

خط و کتابت

خط و کتابت تمدن و تحفر کے لئے لازمی ہے قبل از اسلام دول یمن و حیرہ و شام تمدن و نظام سے خالی نہ تھیں۔ ان کی خط و کتابت بھی ان کے تمدن و نظام کے مطابق ہوگی۔ لیکن افسوس کہ ہمیں اُن کی تفصیل نہیں ملتی۔ صرف دولت حیرہ کے ایک کاتب عدی ابن زید کا نام تاریخ میں ملتا ہے۔

رہے بدو اور عرب خاص کے خانہ بدوش یہ جاہل محض تھے۔ انہیں اپنی بدوی زندگی میں خانہ بدوشی کے سوا کسی تعلیم و تعلم کی حاجت ہی نہ تھی۔

قبل از اسلام حجاز میں صرف کتابت کا اتنا رواج ہو گیا تھا کہ جو شخص کسی کی طرف سے کسی کو خط دیتا وہ کاتب کہلاتا تھا۔ اور یہ طریقہ پرانا تھا کہ عرب فصحا بلغا خود نہیں لکھتے تھے بلکہ کاتب سے لکھوایا کرتے تھے۔ اُن کی نظیر بھی ہمیں نہیں ملی تاکہ ہم بتا سکتے کہ اُن کا طرز تحریر کیا تھا۔ تحقیقات جدیدہ سے ایک طول وصیت نامہ ملا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی تحریر اس طرح شروع ہوتی تھی۔

باسمك من فلان الى فلان۔ امابعد

ظہور اسلام کے بعد خط و کتابت نے ترقی کی

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محررین چالیس تک ہو گئے۔ بنی امیہ کے دور میں فن انشاء ایک مستقل فن ہو گیا۔

کاتبین زمانہ راشدین دو طرح کے تھے۔ کاتب مراسلات اور کاتب حساب عہد اموی میں یہی محررین پانچ قسم کے ہو گئے۔ ان میں سے ایک قسم کاتب مراسلات تھی جسے کاتب السر یعنی پرائیویٹ سکرٹری کہتے تھے۔

Marfat.com

اس دور کی خطوط نویسی کی خصوصیات

۱۔ مراسلات میں مطالب ضروریہ بیان ہوتے تھے۔
۲۔ عبارت آرائی اور مبالغہ پسندیدہ نہ تھا۔
۳۔ فصاحت الفاظ بلاغت معنی کو خاص طور پر ملحوظ رکھا جاتا تھا۔
۴۔ ایجاز واختصار۔ سب سے پہلے طولِ کلام کی بدعت عہد اموی میں عبدالحمید نے شروع کی۔

چند مراسلات کے نمونے جو حضور کی طرف سے روانہ ہوئے

مقوقس کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد عبداللہ و رسولہ الی المقوقس القبط سلام علی من اتبع الھدی اما بعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین تولیت فعلیک اثم کل القبط یااھل الکتاب تعالوالی کلمۃ الخ۔

خالد بن ولید کے نام۔ سلام علیک فانی احمد الیک اللہ الذی لا الہ الا ھو فان کتابک جاءنی مع رسولک یخبرنی، انی بنی الحارث قد اسلمو قبل ان نقاتلھم واجابوالی مادعوتھم الیہ من اسلام۔

ایسی ہی خلفائے راشدین کی تحریرات ہیں ملاحظہ ہوں

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تحریر درباره خلافت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھذا ما عھد ابوبکر خلیفۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عند آخر عھدہ بالدنیا واول عھد بالآخرۃ فی الحال التی یؤمن فیھا الکافر ویتقی فیھا الفاجرانی استعملت علیکم عمر بن الخطاب فان برعدل فذالک علمی ورائی فیہ وان جارو بدل فلا علم لی بالغیب

Marfat.com

والخیرا ردت ولکل امری ما اکتسب۔

مراسلہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بنام عمرو بن العاص

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من الخلیفۃ عمر بن الخطاب الی عمرو بن عاص علیہ سلام اللہ تعالیٰ وبرکاتہ، اما بعد فان ادرکك وقد دخلنھا او شیئًا ارضھا فامض واعلم انی ھمدك

قحط سالی میں بھیجنے کیلئے فاروق اعظم نے عمرو بن عاص کو یہ مراسلہ روانہ فرمایا

من عبد اللہ عمر امیر المؤمنین الی عمرو بن العاص سلام۔ اما بعد فلعمری یا عمروا وماتبالی اذا شعبت انت ومن معك ان اھلك انا ومن معی فیاغوثاہ ثم یاغوثاہ

عمرو بن عاص نے اس مراسلہ کا یہ جواب دیا

الی امیر المؤمنین عمر بن الخطاب من عمرو بن العاص اما بعد فیالبیك ثمہ لبیك قد لبعثت الیك بعیرا اولھا عندك اخرھا عندی والسلام۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فرمان افسروں کے نام

اما بعد فانکم حماۃ المسلمین وزادتھم وقد وضع لکم عمر مالم لغب عنا بل کان عن ملاء منا ولا یبلغن من احد منکم تغیرو لا تبدیل فیغیر اللہ مابکم ولیستبدل بکم غیرکم فانظروا کیف تکونوا انظرنی ما الرضی الیہ النظر فیہ والقیام علیہ۔

مراسلت کی جامعیت اور خیر الکلام ماقل ودل کی شان منقولہ بالا مراسلات سے اہل علم پر واضح ہے۔ اور عہد اموی میں کتابت ایک مستقل فن ہو چکا تھا اور ماہرین فن کی تعداد بھی اچھی خاصی ہو چکی تھی۔

سالم جو ہشام بن عبد الملک کا کاتب تھا مشہور اسٹینو ہوا ہے۔

عبد الحمید بن یحییٰ مشہور منشی اور اصطلاح موجودہ کا نامور اسٹینو گذرا ہے۔ ابن المقنع بھی

Marfat.com

کسی طرح عبدالحمید سے کم پایہ نہ تھا۔ اگر چہ اُسے عروج عہد صبالسیہ میں نصیب ہوا۔

عبدالحمید بن یحییٰ شام کا رہنے والا ابو العلا سالم کا شاگرد تھا۔ شروع میں یہ لڑکے پڑھایا کرتا تھا اور تلاش معاش میں سرگردان رہتا تھا۔ حتیٰ کہ مروان بن محمد کے یہاں یہ منصب کتابت پر متمکن ہو گیا۔ اور اس نے اس منصب جلیلہ کی خدمات اس قابلیت سے انجام دیں کہ اس کی فصاحت و بلاغت، انشا پردازی کا آوازہ تمام بلاد اسلامیہ میں پھیل گیا۔ حتیٰ کہ فن کتابت کا اسے استاد اول تسلیم کیا گیا چنانچہ ادبا میں مشہور ہے۔ فتحت الرسل بعبد الحمید و ختمت بابن الحمید

تصنیف و تدوین

یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ عہد جہالت میں نہ کوئی علم مدون ہوا۔ نہ کوئی کتاب تصنیف ہوئی۔ اور اگر کوئی کتاب لکھی گئی ہو تو تاریخ میں اُس کا ذکر نہیں ملتا۔ عربی میں سب سے قدیم کتاب قرآن کریم ہے۔ جس کی تعلیم نے عرب جیسی وحشی اور جاہل قوم کو تمام علوم کا استاد اور علم و ہنر کا امام بنا دیا۔ لیکن یہ کتاب نہ تصنیف شدہ ہے نہ اس پر تدوین کے ہاتھ کا اثر ہے۔ یہ کتاب یقیناً قدیم ہے۔ اور رب الارباب کی طرف سے اپنے بندوں کیلئے باوسیلہ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نازل ہوئی جیسا کہ ہم اول بھی بتا چکے ہیں کہ ظہور اسلام کے وقت قریش میں جسے سب سے بڑا قبیلہ مانا گیا ہے صرف سترہ آدمی خواندہ تھے۔ اور سب سے پہلے خود حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فن کی اشاعت کی طرف توجہ فرمائی۔ چنانچہ حضور کی وفات تک مندرجہ ذیل سرمایہ علاوہ قرآن کے تحریر میں جمع ہو چکا تھا۔

۱۔ وہ حدیثیں جو حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص یا حضرت علی و حضرت انس رضی اللہ عنہم نے قلمبند کیں۔

۲۔ تحریری احکام اور معاہدات اور فرامین جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبائل کے نام بھیجے۔

۳۔ وہ خطوط جو حضور نے سلاطین و امرا کے نام ارسال فرمائے۔

۴۔ پندرہ سو صحابہ کے نام

Marfat.com

پھر حضور کے بعد خلافت راشدہ میں تحریری ذخیرہ میں بہت کچھ اضافہ ہوگیا تھا۔ لیکن عہد صدیقی وفاروقی میں تصنیف وتالیف کا سلسلہ شروع نہیں ہوا۔ البتہ کتاب اللہ کا اہتمام علی وجہ الاتم موجود تھا۔ باقی احادیث وغیرہ میں کسی قسم کی تالیف وتصنیف کی احتیاج بھی نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ خیر القرون میں امور دینی ودنیوی کا مرجع ومرکز مسلمانوں کیلئے قرآن کریم ہی تھا۔ اور انہیں کوئی پیچیدگی پیش آتی تو اُس کے حل کرنے کو فقہاء صحابہ اور خلفاء موجود تھے اور کافی تعداد میں صحابہ حیات تھے۔ جنہیں حرف بحرف احادیث نبوی یاد تھیں۔

پھر صحابہ وخلفائے راشدین کے عہد فضیلت میں فقہ وحدیث کی کافی اشاعت تھی۔ بہت سے درس کے حلقے قائم تھے لیکن بوجہ اس کے کہ اُن کا حافظہ بحد غایت قوی تھا۔ یہ تمام تر درس وتدریس زبانی تھا۔ اُن کے زمانہ کا حافظہ موجودہ زمانہ کا سانہ تھا کہ ابھی جو بات سنی تو ایک گھنٹہ بعد اُس کے الفاظ محو ہو گئے۔ حتیٰ کہ مضمون بیان ہی خبط ہو گیا۔

البتہ بنوامیہ کے عہد میں حکما سے علوم تصنیف کرائے گئے امام زہری کہتے ہیں:

کنا نکرہ کتابة العلم حتی اکرھنا علیہ ھؤلاء الامراء

ہم لوگ علم کو تحریر میں لانا پسند نہیں کرتے تھے حتی کہ ان امراء نے ہمیں مجبور کر کے تصنیفات کرائیں۔ چنانچہ سب سے پہلی حضرت امیر معاویہ نے عبید بن شریہ سے قدما کی تاریخ لکھوائی۔ جس کا نام کتاب الملوک اخبار الماضیین تھا۔ اور افسوس کہ یہ اب معدوم ہے۔ مختصر یہ کہ تصنیف وتدوین کا سلسلہ بھی خلافت امیہ کے آغاز سے ہی چلنا شروع ہو گیا۔ چنانچہ دور اموی میں علوم شرعیہ سے علم قراءت، تفسیر، فقہ، حدیث وغیرہ مدون ہو گئے اور علوم لسانیہ سے نحو وغیرہ علم تاریخ بھی مدون ہوا۔ اور علوم یونانی کا ترجمہ بھی اس دور میں شروع ہو گیا تھا۔

خلاصہ یہ کہ علوم وفنون کا وہ چمن جو دور عباسی میں پھلا پھولا وہ اس عہد اموی کا لگایا ہوا پودہ تھا۔ پھر ہمیں افسوس کیساتھ یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ اس دور کی مؤلفات ہم تک نہیں پہنچی۔ محض اُن کا ہی ذکر ملتا ہے۔ البتہ صرف اور صرف ایک تفسیر ابن عباس ملتی ہے۔ اس کے

Marfat.com

علاوہ شعراء اموی کا کلام بھی رواۃ کی منتشر روایات سے مل رہا ہے اصل ان کی معدوم ہے۔

اب ہم قدرے علوم شرعیہ پر بحث کر کے اس رسالہ کو ختم کرتے ہیں۔

علم القراءت

لغت میں قراءت کے معنی محض پڑھنے کے ہیں۔ مگر علم القراءت سے مراد قرآن پڑھنے کا علم اصطلاح شرع میں مقرر ہو گیا اور یہ علم اس مفہوم میں اسی وقت مان لیا گیا تھا جبکہ قرآن کریم نازل ہونا شروع ہوا تھا۔ ابتداءً ہر خواندہ قرآن پڑھنے والا قاری کہلاتا تھا۔ اور خواندہ ناخواندہ کا امتیاز اس سے ہوتا تھا۔

پھر عہد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں لفظ قاری اُن لوگوں کیلئے استعمال ہونے لگا۔ جو قرآن پڑھنے پڑھانے میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے۔

خذوا القراٰن من اربعۃ من عبداللہ ابن مسعود و سالم و معاذ و ابی بن کعب۔

قرآن کو ان چار صحابہ عبداللہ بن مسعود، سالم، معاذ، ابی ابن کعب رضوان اللہ علیہم اجمعین سے حاصل کرو۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے قاری صحابہ تھے۔ غزوہ بیر معونہ میں جو شہید ہوئے وہ سب قاری تھے۔ ان کی تعداد ستر تھی۔ عہد خلفائے راشدین میں قراءت کسی فن کی شکل میں مقرر نہیں ہوئی۔

عہد بنوامیہ میں قراءت نے خاص فن کی شکل اختیار کی۔

جس کے مباحث اختلاف قراءت متواترہ، مخارج، حروف، کیفیت، ادا محاسن قراءت ترتیل، وصل، وقف، مد، قصر، ادغام، اظہار، اخفاء، امالہ، حروف بو، بوف وغیرہ اصطلاحات کے ساتھ یہ سات قراءتیں مقرر ہوئیں جو سات ائمہ قراءت کی طرف منسوب ہیں۔ (۳)

بعض نے یزید بن القعقاع کو ابوالحسن علی بن حمزہ کوفی المعروف بہ کسائی متوفی ۱۸۹ھ لکھا ہے۔

Marfat.com

مندرجہ بالا ہفت قراء میں سے تین یا چار عہد عباسی کے ہیں۔ یہ ساتوں قرائتیں جائز ہیں۔ ان سب کا سلسلہ اسناد طریق صحیحہ ومتواترہ سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ اوران سے قرآن کریم کے تواتر میں کوئی خلل نہیں آتا اور نہ معانی ومطالب میں کسی قسم کا فرق پیدا ہوتا ہے۔ اس فن میں تالیفات کا سلسلہ عہد عباسی میں شروع ہوا۔ اس سے قبل سینہ بسینہ ہی اس کا اجرا تھا۔

تفسیر

عہد نبوی میں علم تفسیر مدون نہیں ہوا تھا اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں بھی اُس کی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔ اس لئے کہ صحابہ کا دور دورہ تھا۔ وہ زبان کے اعتبار سے مفہوم سمجھتے تھے۔ ہر آیت کے شان نزول کا انہیں علم تھا۔ بایں ہمہ کسی حکم کی وضاحت حاصل کرنے کی احتیاج ہوتی تو خود سرکار جلوہ افروز تھے۔ پھر خلفائے کرام کا عہد تربیت تھا۔

آخر جب فتوحات کا دائرہ وسیع ہوا اور کثرت سے غیر عرب اسلام میں داخل ہو گئے تو اُن کو قرآن کریم سمجھنے کے لئے مشکلات پیش ہونے لگیں تو تفاسیر کی تالیف ان عجمی مسلمانوں کی مشکلات رفع کرنے کے لئے قرآن کریم کے مشکل الفاظ وجملات کی بجائے نسبتاً سہل الفاظ اور فقروں سے اُس کا مفہوم سمجھانے کے لئے تفسیر کی احتیاج ہوئی۔ عہد اموی کے آخر تک اگرچہ علم تفسیر کی باقاعدہ تدوین نہیں ہوئی۔ مگر اس کی بنیاد عہد نبوی میں ہی قائم ہو گئی تھی۔

اس لئے کہ صحابہ کرام میں بھی مطالب قرآنی کے سمجھنے سمجھانے میں تمام صحابہ یکساں نہ تھے اور ایسا ہو بھی کیونکر سکتا تھا۔ اس لئے کہ ذہانت وذکاوت، فہم فراست قرب صحبت درجہ فضیلت کے اعتبار سے ان میں بڑا فرق تھا۔ یہی وجہ تھی کہ قرآن لینے کے لئے حضور نے ابی بن کعب، سالم، عبداللہ بن مسعود اور معاذ رضی اللہ عنہم کا نام فرمایا۔ خاص صحابہ میں ایک جماعت وہ تھی جو معانی بیان کرنے میں مرجع انام تھی۔ جن میں مذکورہ چار صحابہ اور ابوموسیٰ اشعری عبداللہ بن زبیر انس بن مالک ابوہریرہ، جابر بن عبداللہ، عمرو بن العاص رضوان اللہ علیہم اجمعین

Marfat.com

خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اور صدیق اکبر، فاروق اعظم، ذوالنورین رضی اللہ عنہم سے تفسیری مضامین اگرچہ ہیں لیکن نسبتاً بہت کم مروی ہیں اس لئے کہ ان پر امور خلافت کی ذمہ داری اتنی زیادہ تھی کہ درس تدریس کی فرصت کم ملتی تھی۔

عہد اسد اللہ کرم اللہ وجہہ میں حضرت علی سے تفسیر اصحاب ثلاثہ کی نسبت زیادہ ہے اور اُن سے زاید حضرت ابن مسعود المتوفی ۳۲ھ سے مروی ہے۔ غرضیکہ سب سے زیادہ تفسیر صحابہ میں سے حضرت ابن عباس سے مروی ہیں۔ اور آپ فقہاء صحابہ میں مانے ہوئے تھے۔ آپ کی وفات ۶۸ھ میں ہوئی۔

حضرت ابن عباس سید المفسرین کے ثقہ راوی بھی ابن ابی طلحہ ہاشمی متوفی ۱۴۳ھ ہیں جن پر امام بخاری نے اپنی صحیح میں اعتماد کیا ہے اور ضعیف سلسلہ روایت کلبی عن ابی صالح کا ہے۔

صحابہ کرام کے بعد تعلیم قرآن کے دو مرکز ہو گئے۔ مکہ معظمہ اور کوفہ۔

مکہ میں حضرت سید المفسرین ابن عباس کے شاگرد مجاہد۔ سعید بن جبیر۔ عکرمہ۔ طاؤس بن کیسان۔ عطا ابن ابی رباح وغیرہم تھے۔

اور کوفہ میں حضرت ابن مسعود کے تلامذہ علقمۃ بن قیس۔ اسود بن یزید۔ شعبی۔ ابراہیم نخعی وغیرہم تھے۔

ان کے علاوہ ابوالعالیہ رفیع ابن فہران متوفی ۹۰ھ عطیہ بن سعید العونی متوفی ۱۱۱ھ صحاک بن فراحم قتادہ بن دعامہ المتوفی ۱۱۷ھ حسن بصری المتوفی ۱۲۱ھ طبقہ تابعین میں سے قابل ذکر ہیں۔

صدر اسلام میں تفسیری روایات صرف زبانی نقل ہوتی تھیں۔

سب سے پہلے مجاہد المتوفی ۱۰۴ھ نے تفسیر لکھی۔ آپ فرماتے ہیں:

عرضت القران علی ابن عباس ثلثین مرہ۔

آپ کی تفسیر نہایت درجہ معتبر ہے اور امام بخاری امام شافعی کی معتمد علیہ ہے لیکن آج

Marfat.com

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ تفسیر ہم میں موجود نہیں۔

یہ بھی مشہور ہے کہ سب سے پہلے حضرت سید المفسرین ابن عباس نے تفسیر لکھی جو موجود ہے اور تمام تفاسیر کا ماخذ یہی تفسیر ہے۔

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تدوین کتب شروع ہوئی تو خلیفہ عبدالملک کے حکم سے پہلی صدی ہجری میں سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے قرآن کی تفسیر لکھی اور عطا ابن دینار کے نام سے جو تفسیر مشہور ہے وہ سعید بن جبیری کی ہے۔ عطا کو یہ تفسیر خزانہ شاہی سے ملی۔ انہوں نے اُسے اپنے نام سے شائع کر دیا۔

تابعین کے بعد اُن کے شاگردوں نے تفاسیر لکھیں اُن کے نام یہ ہیں۔

سفیان بن عینیہ، وکیع ابن الجراح، شعبہ، یزید بن ہارون، عبدالرزاق، آدم بن ابی ایاس، اسحاق بن راہویہ، روح بن عبادہ وغیرہم۔

حتیٰ کہ پھر اس قدر تفسیریں لکھی گئیں کہ شمار نہیں کیا جا سکتا۔ تیسری صدی ہجری میں امام بین جریر طبری نے اپنی مشہور تفسیر لکھی۔ جو احسن التفاسیر کے لقب سے مشہور ہے۔ اس لئے کہ زمانہ مابعد کی تمام تفاسیر کا ماخذ یہی تفسیر ہوئی۔

علم حدیث

علم حدیث وہ علم ہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال و افعال اور احوال معلوم ہوتے ہیں۔

شریعت اسلامیہ کی بنیاد شروع سے ہی قرآن کریم پھر حضور کے اقوال و افعال پر ہے۔

اور اس پر عمل بتعمیل حکم قرآن:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ

کے مطابق ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ بغیر حدیث و قرآن پر عمل ناممکن ہے۔ مثلاً قرآن کریم مسلمانوں کو اقیموا الصلوٰۃ کہہ کر نماز پڑھنے کا حکم دیتا ہے۔ لیکن اُس کی عملی کیفیت کی تفصیل کہ کتنی رکعت کس کس وقت اور کس طرح پڑھیں۔ اس میں کیا پڑھیں یہ

Marfat.com

سب وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ کی تعمیل میں زبان مصطفیٰ سے لیا گیا۔ یہی حضور کا عمل کر کے بتانا اور ثناو تسبیح کا تعلیم دینا، تشہد و درود وغیرہ کی تاکید فرمانا، اپنے اقوال و اعمال سے تصریح فرمانا اس کا نام حدیث ہے۔ اور اس کی ضرورت نزول قرآن کے ساتھ ہی پیدا ہو گئی تھی۔ چنانچہ اتو الزکوٰۃ کا حکم جب آیا تو تصریح زکوٰۃ زبان مصطفیٰ سے حاصل ہوئی کہ چالیسواں حصہ مال نامی سے دیا جائے حولان حول کے بعد ہمیشہ ادا کرنا ضروری ہے، ایسے ہی گائے بیل اونٹ بکری سبزی پھلی پھولی ترکاریوں پر زکوٰۃ کی تصریح حدیث نبوی کے ماتحت ہی معلوم ہوئی۔ اور ہمیشہ آیات قرآنیہ کے ساتھ ساتھ حضور سید یوم النشور ﷺ صحابہ کرام کو اپنا فرمان بھی سنایا کرتے تھے۔ بیرونی وفود حاضر آتے تو انہیں تصریح آیات قرآنی فرماتے۔ نماز و زکوٰۃ کے طریقے بتاتے اور حکم دیتے: احفظوہ و اخبروہ من ورائکم۔ ان تصریحات کو خوب یاد کر لو اور جو لوگ تمہارے پیچھے رہ گئے ہیں انہیں صحیح صحیح پہنچادو۔ کبھی ایسا ہوتا کہ کوئی قبیلہ مشرف بہ اسلام ہوتا تو حضور اپنے صحابہ میں سے کسی کو اس قبیلہ کی تعلیم کیلئے بھیج دیتے۔ یہ لوگ انہیں نہ صرف قرآن کریم ہی سکھلاتے بلکہ حضور کے اقوال و افعال بھی صحیح صحیح بیان کرتے۔ خود صحابہ میں بعض وہ ہوتے تھے کہ خدمت نبوی میں حاضر رہنے کا شرف رکھتے تھے اور بعض وہ ہوتے جنہیں جمعہ جمعہ حاضری میسر ہوتی اور بعض ایسے بھی تھے جو عیدین میں ہی جمال جہاں آرا سے مشرف ہوتے۔ اس لئے کہ بغیر حضور کے فرامین کے توضیح فرمان الٰہی ممکن ہی نہ تھی۔ اسی لئے قرآن کریم میں بھی قرآن کریم سمجھنے کے لئے حضور ہی کی طرف رجوع کا حکم ہے۔ چنانچہ ولو ردوہ الی الرسول کا یہی مفہوم ہے۔ اور جسے زمانہ سید عالم نہ ملے اُس کے لئے والی اولی الامر فرما کر منہم کی قید سے مقید کر دیا کہ پھر علماء مجتہدین سے سمجھنا ضروری ہے، مگر اپنے دین کے علماء سے نہ کہ یہود و نصاریٰ و دیگر فرقوں سے۔

مختصر یہ کہ قرآن کریم کے ساتھ ہی فرمان نبی رحیم بھی چونکہ حجت ہے اس لئے حضور کی بعثت سے ہی روایت حدیث کا سلسلہ قائم ہو چکا تھا اور عہد رسالت میں ہی اشاعت

Marfat.com

حدیث شروع ہوگئی تھی۔ صحابہ کرام نے حضور سے سنے ہوئے فرمان تابعین کو سنائے۔ تابعین نے تبع تابعین تک پہنچائے۔ اس طرح سلسلہ اسناد محفوظ ہوا۔ اور صحت بیان لازمی یوں ہوا کہ حضور نے اعلان فرمایا کہ

من کذب علی متعمد افلیتبؤ مقعدہ من النار

جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ منسوب کرے وہ اپنی خوابگاہ جہنم میں ڈھونڈھ لے۔

روایت حدیث میں سب صحابہ کا درجہ بھی برابر نہ تھا۔ اس لئے کہ بعض وہ تھے جو خدمت والا میں حاضر رہتے اور بعض وہ جنہیں حاضری بارگاہ کم میسر ہوتی۔ بعض فہم و فراست میں دوسروں سے بڑھے ہوئے تھے۔ پھر حافظہ کے اعتبار سے سب یکساں نہ تھے۔ غرضیکہ بلحاظ روایت حدیث صحابہ کرام میں فرق مراتب تھے۔ چنانچہ سب سے زیادہ حدیثیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ آپ کو حدیث یاد رکھنے اور بیان کرنے کا بہت شغف تھا۔ مگر روایت حدیث میں فاروق اعظم، حضرت علی شیر خدا، حضرت عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب، زید بن ثابت، ابوموسیٰ الاشعری معاذ بن جبل، ابن عباس رضی اللہ عنہم کا مرتبہ بڑھا ہوا تھا۔

علم حدیث کی تدوین

علم حدیث کی تدوین باقاعدہ تو عہد عباسی میں ہوئی۔ لیکن احادیث کا قلمبند کیا جانا حضور کے عہد میں شروع ہوگیا تھا۔ چنانچہ عہد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو۔ حضرت علی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہم نے کچھ حدیثیں لکھیں۔ اور اس بیاض کا نام جس میں حضرت عبداللہ بن عمرو حضور سے سن کر احادیث جمع فرمایا کرتے تھے صحیفہ صادقہ رکھا تھا۔

پھر عہد خلفائے راشدین میں فقہ و حدیث کی نہایت کثرت سے اشاعت ہوئی۔ اور جابجا درس و تدریس کے حلقے قائم ہوئے مگر جو کچھ تھا زیادہ تر زبانی ہی تھا۔ اس لئے کہ ان لوگوں کے حافظے قدرت الٰہیہ نے ایسے قوی فرمائے تھے کہ انہیں لکھنے کی احتیاج ہی نہ تھی۔ جب عہد بنو امیہ آیا تو حکما، علما سے وہ احادیث جمع کرائی گئیں۔ سب سے پہلے امیر

Marfat.com

معاویہ نے عبید بن شریہ سے قدما کی تاریخ لکھوائی جس کا نام اخبار الماضین رکھا گیا۔
پھر عبد الملک نے سعید بن جبیر سے تفسیر قرآن مرتب کرائی۔ جو عطا بن دینار کے نام سے مشہور ہے۔
پھر حضرت عمر بن عبد العزیز نے اپنے عہد میں تصنیف و تالیف کی طرف خاص توجہ مبذول کی اور ممالک میں حکم بھیجدیا کہ (احادیث نبوی قلمبند کی جائیں)
تعمیل حکم میں سب سے پہلے سعد بن ابراہیم نے احادیث جمع کیں جو بہت بڑے محدث اور قاضی مدینہ منورہ تھے۔
امام زہری المتوفی ۱۲۴ھ نے ایک کتاب مغازی پر لکھی جو اس فن کی پہلی تصنیف تھی۔
امام زہری اپنے وقت کے سر آمد علماء سے تھے۔لیکن افسوس کہ یہ کتاب اب موجود نہیں۔
دوسری صدی ہجری کے اوائل میں خلیفہ منصور عباسی نے فن حدیث پر مستقل کتابیں تالیف کرائیں۔سب سے پہلے جس نے حدیث میں کتاب تالیف کی وہ ربیع بن صبیح تھا۔
بعض کی تحقیق میں پہلے فن حدیث میں کتاب لکھنے والے امام مالک بن انس ہیں۔
امام مالک کی کتاب مؤطا آج تک علم حدیث میں مشہور و معتبر ذخیرہ ہے۔(۴)

علم فقہ

فقہ کے لغوی معنی کسی شے کا سمجھنا ہے۔اور عرف شرع میں کلام الٰہی و احادیث نبوی سے احکام و مسائل مستنبط کرنے کو فقہ کہتے ہیں۔
یہ فن عہد نبوی میں بھی تھا مگر اقسام احکام مخترع نہیں ہوئے تھے۔اس لئے کہ اُس کی حاجت ہی نہ تھی۔ ہر صحابی حکم کی نوعیت سمجھتا تھا۔جانتا تھا کہ یہ حکم تشفیقی ہے یا تادیبی وجوبی ہے یا استحسانی۔حضور کے حکم کے ساتھ سننے والوں کا ذہن اُس کی نوعیت کی طرف مبتادر ہو جاتا تھا۔جیسے طرز تکلم سے آج بھی اہل زبان سمجھ لیتے ہیں۔مثلاً اگر کہا جائے ۔ یہ کیوں کر رہے ہو؟ اس سے کیا فائدہ ہے؟ اور یہ کیوں کیا جواب دو۔اور یہ ہر گز نہ کرنا چاہئے تھا۔تینوں طرز تکلم اپنی نوعیت کی اہمیت واضح کر رہے ہیں۔فلاں کام نہ کرو تو اچھا ہے۔فلاں کام ہر گز نہ

Marfat.com

کرنا۔ فلاں کام دیکھ لو اگر ضروری ہے تو کرلو۔ اس سے مقصد قائل واضح ہو جاتا ہے۔

صحابہ کرام حضور کے طرز تکلم سے سمجھ لیا کرتے تھے کہ اس طرز تکلم میں ممانعت ہے۔ اس میں رخصت ہے۔ اس میں اظہار ناپسندیدگی ہے۔ فرض واجب سنت مستحب حرام مباح خلاف اولیٰ مکروہ تحریمہ مکروہ تنزیہی ان اصطلاحات اسلامیہ کا دائرہ وسیع ہوا۔ اور نئے واقعات اس کثرت سے پیش آئے کہ سابقہ احکام پر قیاس کر کے اجتہاد استنباط کی ضرورت پڑی۔ چنانچہ عہد صحابہ کرام ہی میں احکام و مسائل کا ایک دفتر مرتب ہو چکا تھا۔ اور اخذ احکام کے طریقے قائم ہو گئے تھے۔

وہ صحابہ جو فقیہ مانے گئے، اُن کے نام خاص طور پر یہ ہیں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت شیر خدا اسد اللہ کرم اللہ وجہٗ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ۔

ان چاروں میں سے حضرت علی اور ابن مسعود زیادہ تر کوفہ میں رہے اور اُن کے احکام کی ترویج اُسی علاقہ میں ہوئی اور اسی وجہ سے کوفہ مرکز فقہ بن گیا۔

اور حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہ الکریم ان کے متعلق زیادہ لکھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اس لئے کہ ان کے مرتبہ تفقہ کو حدیث نبی علیہ السلام۔ انا مدینہ العلم وعلی بابھا واضح کر رہی ہے۔ حضرت ابن مسعود حدیث وفقہ میں کامل اور قرآن کریم کے سب سے زیادہ عالم تھے۔

طبقہ تابعین میں نو دس ہستیاں ایسی گزری ہیں جن کے ذریعے شمع اسلام کی روشنی، افق عالم میں چھا گئی۔ سعید ابن مسیب ابوبکر بن عبدالرحمٰن، قاسم، عبداللہ، عروہ، سلیمان، خارجہ علقمہ، اسود، عبداللہ ابن مسعود یہ حدیث وفقہ کے بہترین معلم تھے۔ ان کے تلامذہ بکثرت ہیں خاص خاص کے نام یہ ہیں۔

اسود۔ عبیدہ۔ حارث۔ علقمہ۔

علقمہ معلومات دینی میں اپنے اُستاد کے ہم پلہ مانے گئے۔ حتیٰ کہ صحابہ بھی اُن سے دریافت کرنے آتے۔ اسود کی قابلیت بھی بلند درجہ پر تھی۔

Marfat.com

ان دونوں کے انتقال کے بعد ابراہیم نخعی نے فقہ کو بہت وسعت دی یہاں تک کہ یہ فقیہ العراق کے لقب سے ملقب ہوئے۔ ان کے عہد میں مسائل فقہ کا ایک مجموعہ تیار ہو گیا تھا۔ جس کا ماخذ احادیث نبوی اور حضرت علی وابن مسعود رضی اللہ عنہما کے فتویٰ تھے۔

ابراہیم نخعی کے شاگردوں میں حضرت حماد نہایت ممتاز تھے۔ حماد نے ۱۲۰ھ میں انتقال فرمایا۔

ان کے بعد حضرت امام ہمام ابوحنیفہ النعمان مسند فقہ وارشاد پر متمکن ہوئے۔ امام صاحب کے زمانہ تک اگرچہ فقہ کے معتدبہ مسائل مدون ہو چکے تھے۔ لیکن چونکہ سابقہ تدوین صرف زبانی تھی۔ جو ایک مستقل فن کی حیثیت میں نہ تھی۔

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے اُستاد حماد کے انتقال پر ۱۲۰ھ میں جبکہ تمدن اسلام ہو گیا تھا اور عبادات ومعاملات کے متعلق اس کثرت سے واقعات پیدا ہو گئے تھے اور ہوتے جاتے تھے کہ ایک مرتب قانون کے مجموعہ کے بغیر کسی طرح کام چلنا دشوار تھا تدوین فقہ کا خیال فرمایا۔

آپ نے اس مہتم بالشان کام کی تکمیل محض اپنی ذاتی رائے اور معلومات کی بنا پر نہیں کی بلکہ اس میں اپنے زمانہ کے نامور اور قابل تلامذہ بھی شریک کئے۔ جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ یحییٰ بن ابی زائدہ۔ حفص بن غیاث۔ قاضی ابویوسف۔ داؤد الطائی۔ امام زفر قاسم بن معن امام محمد۔ رحمہم اللہ۔

اس کام میں کم وبیش تیس برس کا زمانہ صرف ہوا۔ یعنی ۱۲۱ھ سے ۱۵۰ھ تک جو امام صاحب کی وفات کا سن ہے۔ اس مدت سی سالہ میں عہد اموی کے گیارہ بارہ سال بھی شامل ہیں اور بقیہ مدت دور عباسی کی ہے یہی وجہ ہے کہ علوم فقہ کی تدوین کو عہد عباسی کا کارنامہ کہا جاتا ہے۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مرتبہ فقہ کو آج روایتاً اور نقلاً امام ابویوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف وتالیف سے لیا جاتا ہے۔ اس لئے کہ امتداد زمانہ نے وہ مجموعہ فقہ جو امام ہمام کا

Marfat.com

تھا۔ ہم سے اصالۃً معدوم کر دیا۔

علم مغازی

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مغازی پر سب سے پہلے امام زہری متوفی ۱۲۴ھ نے کتاب تالیف کی۔ بعض کی تحقیق ہے کہ فن مغازی میں عروۃ ابن زبیر متوفی ۱۱۴ھ عاصم بن عمر قتادہ انصاری المتوفی ۱۲۱ھ یعقوب بن عتبہ المتوفی ۱۲۸ھ قابل ذکر ہیں۔ اس لئے کہ یہ حضرات عہد اموی تک ایسے عالم گزرے ہیں کہ مغازی و سیر میں نہایت وسیع المعلومات مانے گئے تھے۔

ان میں سے بعض حضرات عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے اس فن میں باقاعدہ تعلیم دیتے تھے۔ امام زہری کے تلامذہ میں سے دو ایسے ہیں جنہوں نے شہرت حاصل کی۔ ایک موسیٰ بن عقبہ المتوفی ۱۴۱ھ۔ انہوں نے اس فن میں کتابیں بھی لکھیں۔ ابن اسحاق کی تصنیف سیرت ابن ہشام کے نام سے آج بھی معتبر و مشہور مجموعہ ہے۔

علم تصوّف

لفظ تصوف کی اصل وہی ہے جو لفظ صوفی کی ہے۔ اور صوفی کی اصل کے متعلق مختلف اقوال ہیں۔

۱۔ ایک قول ہے کہ صوفی صفا سے مشتق ہے جس کے معنی پاکیزگی کے ہیں۔

۲۔ صوفی صوف سے مشتق ہے جس کے معنی یکسوئی کے ہیں اور ظاہر صفائی قلب یکسوئی خاطر بغیر حاصل نہیں ہوسکتی تو تصوف کی بنیاد پاکیزگی اور یکسوئی پر ہے۔

۳۔ لفظ صفہ صوفی کا مبدء اشتقاق ہے۔ اصحاب صفہ اُن چند صحابہ کرام کو کہا جاتا ہے جو تارک دنیا ہو کر مسجد نبوی کے پاس ایک چبوترہ یعنی صفہ پر آ کر بیٹھے تھے۔ اور مشغول ذکر و فکر رہ کر صحبت نبوی سے استفاضہ و استفادہ کرتے تھے۔ گویا اصحاب صفہ کے باقیات الصالحات نے صوفی کا لقب پایا ہے۔ جن کے اسما گرامی تذکرۃ الاولیا میں مذکورہ ہیں۔ جن کے حالات سیر الاولیا میں ہیں۔ جیسے

Marfat.com

عثمان ہارونی، غریب نواز سرکار ہند اجمیری قطب صاحب۔ باوا صاحب، نظام الدین اولیاء، بہاؤالدین نقشبند، بہاوالدین ذکریا ملتانی، موسیٰ پاک شہید، داتا گنج بخش ہجویری لاہوری، حضرت ایشان شاہ اسحاق گازرونی مسجد وزیر خان اور متاخرین میں حضرت سرکار گولڑہ، مخزن علوم وفنون حضرت سید مہر علی شاہ صاحب، سائیں توکل شاہ انبالوی، شاہ فضل الرحمان گنج مراد آبادی، سرکار تونسہ شریف، سرکار سیال شریف قدس سرہم العزیز وغیرہ وغیرہ لاکھوں ہیں۔

۴۔ بعض کی تحقیق میں صوفی کی اصل صفوی تھی۔ کثرت استعمال سے صوفی ہوگئی۔

۵۔ بعض نے کہا صوفی صوف یعنی پشمینہ سے مشتق ہے۔ چونکہ علی العموم صوفیاء کرام کا لباس پشمینہ ہوتا تھا۔ جو بہ تقلید انبیاء کرام یہ استعمال کرتے تھے۔ اس لئے صوفی کہلائے۔

اور غالباً نمبر ۵ کی توجیہ زیادہ صحیح ہو اس لئے کہ یہ لفظ حضرت حسن بصری المتوفی ۱۱۰ھ کے زمانہ میں مروج ہوا۔ اُن کے زمانے میں اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال میں یہ لفظ اسی توجیہ سے مستعمل ہوا ہے۔

کتاب اخبار مکہ کی ایک روایت کے مطابق یہ لفظ عہد اسلام سے قبل کا مروج ہے۔ لیکن عہد نبوی میں مستعمل نہیں ہوا۔ بلکہ عہد خلفائے راشدہ میں بھی اس کا استعمال نہیں کیا گیا۔ اس پر قدرتاً یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ کہ لفظ تصوف اور صوفی نہ عہد نبوی میں مستعمل ہوا نہ خلافت راشدہ میں تو یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ تصوف کا ماخذ حضور کی تعلیم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد صحبت میسر ہوئی۔ اُن سب کو بلاتفریق صحابی کہتے ہیں۔ یہ فقط ایسا جامع فضائل ہے کہ اس میں جملہ مناقب ومکارم شامل ہیں۔ غوث۔ قطب۔ ابدال۔ اوتاد عام اولیا کا درجہ ان کے برابر نہیں ہوسکتا۔ کسی کو صحابی کہہ دینے کے بعد حافظ۔ قاری۔ مفسر۔ محدث فقیہہ کہنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس کے بعد عامۃ مسلمین میں سے جو شخص جس فن میں صاحب کمال

Marfat.com

ہوا۔ وہ اسی فن کی اضافت سے موسوم ہوگیا۔ مثلاً جسے فن حدیث میں کمال ہوا وہ محدث کہلایا۔ جسے فن تفسیر میں دسترس ہوئی وہ مفسر کہلانے لگا۔ جسے فقہ میں شغف تھا وہ فقیہہ کہلایا علی ہذا البتہ صحابہ کے دیکھنے والے تابعی کے لقب سے ملقب ہوئے اور اُن سے ملنے والے تبع تابعی ہوئے۔ اسی طرح جو ذکر الٰہی میں منہمک ہوئے۔ علائق دنیاوی سے مجتنب رہے وہ صوفی کہلانے لگے اور اس فن کی کتابیں کتب تصوف سے ملقب ہوئیں اور اس فن کو تصوف کہا گیا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ دوسری صدی کے ختم سے پہلے یہ اصطلاح عام ہوگئی تھی۔ اب حسب موقع یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ اصحاب طائفہ نے تصوف کی تعریف کیا کی۔

مولانا شبلی نے سوانح رومی میں بتایا ہے کہ مولانا جلال الدین رومی سے پوچھا گیا۔ شریعت۔ طریقت۔ حقیقت کیا ہے؟

تو آپ نے فرمایا۔ شریعت ہمچوں شمعیست کہ راہ می نماید۔ چوں درراہ آیدی این رفتن تو طریقت است وچوں بمقصود رسیدی آں حقیقت است۔ شریعت ایک چراغ ہے جو راہ دکھاتی ہے جب راہ میں آجائے تو اس پر چلنے کا نام طریقت ہے اور جب منزل مقصود کو پہنچ جائے تو وہ حقیقت ہے۔

پھر فرماتے ہیں۔ حاصل آنکہ شریعت ہمچوں علم کیمیا آموختن است از اُستاذ یا از کتاب وطریقت استعمال کردن داروہا دس را در کیمیا مالیدن وحقیقت زر شدن مس۔ یعنی شریعت مثل علم حاصل کرکے اُس کی دوائیں استعمال کرنا اور تانبہ پر اُن ادویہ کو ملنا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اُس تانبہ کا سونا بن جانا پھر تیسری مثال میں فرمایا۔ شریعت ہمچوں علم طب آموختن است وطریقت پرہیز کردن بموجب علم طب ودوا خوردن۔ وحقیقت صحت یافتن۔ یعنی شریعت مثل علم طب سیکھنے کے ہے۔ طریقت اُس علم کے مطابق پرہیز کرنا دوا کھانا ہے۔ حقیقت صحت یاب ہوجانا ہے۔

تمام مثالوں کا خلاصہ یہ نکلا کہ شریعت علم ہے۔ طریقت عمل ہے۔ حقیقت اُس عمل کا نتیجہ ہے یا بہ الفاظ دیگر یوں سمجھے کہ:

Marfat.com

اعتقاد اگر تقلید واستدلال سے پیدا ہو تو شریعت ہے اور اگر کشف وحال سے پیدا ہو تو طریقت ہے۔ اور کشف وحال کی قابلیت سلوک وتصوف مجاہدہ وریاضت بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور اس کا نتیجہ حقیقت ہے۔ تو واضح ہوا کہ شریعت وطریقت دو متضاد چیزیں نہیں بلکہ دونوں مثل جسم وجان کے ظاہر باطن اور پوست ومغز کی طرح ہیں۔

تصوف کی ساری بنیاد اس پر ہے کہ آدابِ شریعت کی پابندی کی جائے کسی بزرگ نے تصوف کی نہایت جامع مانع تعریف فرمائی۔

تصوف نام ہے خدا پر نظر رکھنا۔ خدا ہی کو اپنا مقصود بنانا اور ماسوا اللہ یعنی مشاغل سے کوئی واسطہ نہ رکھنا۔ نیکیوں طاعتوں کی جانب خلوص نیت سے پیش پیش رہنا۔ بلائے الٰہی پر صابر، قضا الٰہی پر شاکر رہنا۔ مجاہدہ وریاضت میں لیل ونہار گذارنا۔

صحابہ کرام میں بڑے ارباب شریعت صاحب طریقت حامل حقیقت خلفائے اربع تھے

جو تمام صوفیوں ولیوں غوثوں قطبوں پیروں مرشدوں کے سرگردہ اور پیشوا ہیں۔ ان چاروں میں سب سے زیادہ افضلیت اور بعد الانبیا تمام انسانوں پر فضیلت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حاصل ہے۔

اَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِیَآءِ اَبُوْبَکْرِنِ الصِّدِّیْق

پھر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا منصب جلیل ہے جن کے فضائل میں ارشاد ہوا۔

لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ ابْنُ الْخَطَّابِ

پھر حضرت ذی النورین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا منصب ہے۔ پھر مولا کائنات اسد اللہ شیر خدا باب مدینۃ العلم علی رضی اللہ عنہ کا منصب ہے جن کی شان میں ارشاد ہوا۔

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُہَا

Marfat.com

پھر حضرت شہزادہ گلگوں قبا شہید دشت کربلا امام حسن وحسین سید الشہداء کا منصب جلیل ہے۔

پھر اصحاب صفہ کا رتبہ ہے جو معاش دنیوی سے بے نیاز ہو کر اس شمع نبوت پر پروانہ وار لیل ونہار نثار تھے۔

پھر عام صحابہ پر تابعین جن میں حضرت اویس قرنی المتوفی ۳۷ھ اور سعید بن مسیب المتوفی ۹۳ھ اور خواجہ حسن بصری المتوفی ۱۱۰ھ رحمہم اللہ ہیں۔

ان کے بعد تبع تابعین ہیں جن کا زمانہ عصر عباسی میں شامل ہے تابعین میں مندرجہ ذیل صوفیاء کرام قابل ذکر ہیں۔

۱۔ امام جعفر صادق المتوفی ۱۴۹ھ ۲۔ امام ابوحنیفہ المتوفی ۱۵۰ھ

۳۔ ابرہیم ادھم المتوفی ۱۶۱ھ ۴۔ داؤد طائی المتوفی ۱۶۲ھ

۵۔ فضیل بن عیاض المتوفی ۱۸۷ھ ۶۔ جنید بغدادی المتوفی ۲۹۷ھ

۷۔ ابوبکر شبلی المتوفی ۳۳۵ھ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

عہد اموی میں کوئی کتاب نہیں لکھی گئی پھر عہد عباسیہ کے اندر بزبان عربی اس علم میں جو کتابیں تالیف ہوئیں وہ یہ ہیں۔(۵)

علوم لسانیہ

اس علم سے مراد نحو صرف بیان، بدیع، معانی وغیرہ علوم ہیں۔ عہد اموی کے ختم تک ان علوم میں سے بجز علم نحو اور کوئی علم وضع نہیں ہوا۔

پھر علم تاریخ وجغرافیہ علوم وضعیہ کا ذکر چونکہ ہمارے موضوع سے زائد ہے۔ لہٰذا اب ہم اس مختصر کو ختم کرتے ہیں۔

اس لئے کہ طوالت مضمون بھی ناظرین کے لئے بار ہو جایا کرتی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ عجالہ بعد مطالعہ آپ کی معلومات میں کافی اضافہ کا موجب ہوگا۔ لہٰذا۔

Marfat.com

ہر کہ خواند دعا طمع دارم
زانکہ من بندہ گنہگارم

✿✿✿✿

فقیر قادری ابوالحسنات

خطیب مسجد وزیر خان صدر مرکزی جمعیۃ العلماء پاکستان، لاہور

۱۷ جولائی ۱۹۵۲ء مطابق ۲۴ شوال ۱۳۷۱ھ

یوم پنجشنبہ

حوالہ جات

حصہ تاریخ تدوین قرآن

(۱) بخاری، باب کیف بدء الوحی، ج ۲، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ
(۲) مسند احمد بن حنبل، ج ۲، ص ۲۳۳، مطبوعہ دارالفکر بیروت، تفسیر طبری، ج ۳، ص ۳۰۵
(۳) سورۂ توبہ، ۱۲۸
(۴) امام سیوطی، الاتقان، ج ۱، ص ۸، سہیل اکیڈمی لاہور
(۵) مقدمہ تفسیر، ۹۸، سعیدی علامہ غلام رسول
(۶) حم السجدۃ، ۴۱، ۴۲
(۷) الحجر، ۹
(۸) القیامہ، ۱۹
(۹) بقرہ، ۲۳
(۱۰) بنی اسرائیل، ۸۸
(۱۱) الکوثر، ۱
(۱۲) حشر، ۲۲ تا ۲۴
(۱۳) شوریٰ، ۴
(۱۴) الفاتحہ، ۱
(۱۵) الفاتحہ، ۲
(۱۶) بقرہ، ۱۸۶

Marfat.com

(۱۷) آل عمران ۲

(۱۸) الاخلاص ۱، ۲، ۳

(۱۹) آل عمران ۲۶

(۲۰) اعراف ۱۵۷

(۲۱) بقرہ ۱۱۹

(۲۲) الاتقان سیوطی

(۲۳) لقمان ۲۷

(۲۴) النساء ۸۳

حوالہ جات

حصہ تاریخ تدوین حدیث

(۱) مسند احمد ج ۱ ص ۲۵۷۔

ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۰۰۴۔

بخاری حدیث نمبر ۱۵

مسلم حدیث نمبر ۴۰

ابن حبان ۲۹۲

(۲) بخاری حدیث نمبر ۱۵۔ مسلم حدیث نمبر ۴۰

(۳) مسند احمد ج ۱ ص ۱۳، حدیث نمبر ۸۶۔ نسائی ج ۵، حدیث نمبر ۷۹۹۵

(۴) مسند ابی یعلی حدیث نمبر ۶۴

(۵) طبرانی فی المعجم الکبیر ج ۵، ص ۱۴۶

(۶) ابن حبان ۱۰، ۳۶۴

(۷) ابن ابی دنیا فی قضاء الحوائج ۷۸

(۸) طبرانی فی المعجم الکبیر ج ۵، ص ۱۴۶

(۹) ہیثمی مجمع الزوائد ۱۰، ۳۰۸

(۱۰) بخاری ۱، ۱

(۱۱) مسلم حدیث نمبر ۱۹

(۱۲) ابوداؤد حدیث نمبر ۲۲۰

(۱۳) ترمذی حدیث نمبر ۱۶۴۷

Marfat.com

(۱۴) ترمذی، کتاب الفتن، ۴۹۹
(۱۵) ابوداؤد، کتاب الفتن، ۴، ۹۷
(۱۶) ابن ماجہ، کتاب الفتن، ۲، ۱۳۰
(۱۷) مصنف ابن ابی شیبہ، ۴، ۵۰۳
(۱۸) مستدرک للحاکم، ۴، ۴۹۶، الرقم ۸۳۳۹ ۵
(۱۹) طبرانی فی المعجم اوسط، ۲، ۳۰۰
(۲۰) شیبانی، ۳، ۶۴، حدیث نمبر ۱۳۰۹

حوالہ جات —

حصہ فقہ و کتابت و قراءت

(۱) الاحزاب، ۴۶ (۲) حج، ۳۹

(۳) عبداللہ بن عمر، شامی متوفی ۱۱۸ھ
عبداللہ بن کثیر، مکی، ۱۲۰ھ
عاصم کوفی ۱۲۸ھ
یزید بن القعقاع مدنی ۱۳۲ھ
ابوعمرو بن العلا بصری ۱۵۵ھ
حمزہ بن حبیب بصری ۱۵۶ھ
نافع بن عبدالرحمن مدنی، ۱۶۹ھ

(۴) تاریخ تدوین حدیث، پروفیسر غلام رسول
تاریخ تفسیر و مفسرین، غلام رسول سعیدی

(۵)

نام کتاب	نام مولف کتاب	سنہ وفات
۱۔ رسالۃ القصاد لی اللہ	حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	۲۹۷ھ
۲۔ کتاب اللمع	شیخ ابوالنصر سراج رحمۃ اللہ علیہ	۳۷۰ھ
۳۔ رسالہ قشیریہ	استاد ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ	۴۶۵ھ
۴۔ فتوح الغیب	غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	۵۶۱ھ
۵۔ عوارف المعارف	شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ	۶۳۲ھ
۶۔ فصوص الحکم	شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ	۶۳۸ھ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گریجویٹ خاتون اور مولانا

حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

اسلام میں پردے کی اہمیت اور مسلم خواتین
(ایک دلچسپ مکالمہ)

Marfat.com

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

مقدمہ

اسلام نے پردہ کی اہمیت پر زیادہ زور دیا ہے اور امت مسلمہ بالخصوص مسلم خواتین کو اس پر سختی سے عمل کرنے کا حکم دیا ہے جس پر اللہ تبارک تعالیٰ نے دین اسلام میں بہت سے احکام و فرائض مقرر فرمائے مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ اسی طرح خاص طور پر عورتوں کے لیے قرآن کریم میں پردہ کا حکم نازل فرمایا اور بے پردگی و بے حیائی ان کے لیے حرام کر دی گئی ان کے لیے آبرو کی حفاظت اور آداب گفتار مقرر کر دیئے گئے اسلام ایک مکمل دین اور ضابطہ حیات ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں مکمل راہنمائی کرتا ہے عقائد ہوں یا اعمال' اخلاق ہوں یا آداب تمام امور پر تفصیلی احکام دیتا ہے۔ اسلام دین عمل ہے اور امت مسلمہ کو ہر مقام پر دعوت فکر و عمل دیتا ہے اسلام کے نظام معاشرت میں عفت و عصمت' عزت و شرافت اور شرم و حیاء کو خصوصی حیثیت حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ کے تمام افراد خواہ مرد ہوں یا عورتیں ان کو اس امر کی تلقین کی گئی ہے کہ وہ اسلامی معاشرہ کے ذمہ دار افراد کی حیثیت سے اقدار اسلامی کی پابندی کریں اور معاشرتی پاکیزگی کے اعلیٰ معیار کو قائم و دائم رکھیں ان اقدار اسلامی میں سے ایک اہم امر ''پردہ'' کا حکم ہے۔ پروردگار عالم ارشاد فرماتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ يَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِهِمۡ وَيَحۡفَظُوۡا فُرُوۡجَهُمۡ‌ ؕ ذٰ لِكَ اَزۡكٰى لَهُمۡ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيۡرٌۢ بِمَا يَصۡنَعُوۡنَ ﴿۳۰﴾ وَقُلْ لِّلۡمُؤۡمِنٰتِ يَغۡضُضۡنَ مِنۡ اَبۡصَارِهِنَّ وَيَحۡفَظۡنَ فُرُوۡجَهُنَّ وَلَا يُبۡدِيۡنَ زِيۡنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنۡهَا‌ وَلۡيَضۡرِبۡنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوۡبِهِنَّ‌ ۖ وَلَا يُبۡدِيۡنَ زِيۡنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوۡلَتِهِنَّ اَوۡ اٰبَآئِهِنَّ

Marfat.com

أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ۚ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣١﴾

ترجمہ:

مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ کہ وہ بھی محرم ہو جاتے ہیں یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے وہ بھی محرم ہو گئے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی ملک ہوں ان پر اپنا سنگار ظاہر کرنا ممنوع نہیں لیکن غلام اس حکم میں نہیں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں یعنی نابالغ اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگار اور اللہ کی طرف توجہ کرو! اے مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ تم فلاح پاؤ۔

(پ ۱۸ ع ۱۰ ۳۰ تا ۳۱)

قرآن سے پردے کا قطعی حکم

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ (الاحزاب: ۳۳)

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں قیام کرو اور بے پردہ نہ رہو۔ جیسے قبل از اسلام کے زمانے کی بے پردگی۔

اس آیت میں مسلمان مرد اور عورتوں کو غض بصر، حفاظت فروج اور تحفظ عصمت کا حکم دیا گیا

Marfat.com

ہے اور مسلمان عورتوں کو بناؤ سنگار کی نمائش ماسوا شوہر و محارم سے مطلقاً روکا گیا ہے' نگاہ دل کا باب ہے اور یہی فتنہ کا باعث ہے لہٰذا تحفظ عصمت غض بصر میں ہی ہے۔ پارسائی کی حفاظت جبھی ممکن ہے کہ حیاء ہو اگر حیاء نہیں تو پارسائی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اذا لم تستحی فاصنع بما شئت (بخاری)

''جب تو نے حیا نہ کی تو جو چاہے کئے جا'' لہٰذا تحفظ عصمت اور پارسائی حیاء کی مقتضی ہے کیونکہ شرم وحیا نہ صرف ایمان کی شاخ ہے بلکہ اس کا ثمر نیکی' خیر اور بھلائی سکون واطمینان اور عزت ووقار ہے حضور سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

الحیاء لا یاتی الا بخیر نہیں ہوتی حیاء سے مگر بہتری (مسلم شریف، کتاب الاداب)

حیاء ہی وہ خوبی ہے جو غض بصر پر آمادہ کرتی ہے اور یہ بے شرمی و دنائت ہی ہے جو نگاہوں کو آوارہ و بے باک کرتی ہے عورتوں کی زینت اور سنگار کا مقصد شوہروں کی نظروں میں محبوب ومنظور ہونا ہے اور باہمی محبت کا ترقی پانا ہے نہ کہ یہ اغیار سے داد وصول کرنا ہے یہی وہ مقام ہے جہاں سے فتنہ کے بند ابواب کھلتے ہیں اور بے حجابی فتنہ قلب وایمان بن جاتی ہے۔ اسلام یہیں بند باندھتا ہے اور حسن وجمال تزئین وآرائش' وزینت کو گھر کی چار دیواری میں صرف شوہر کے لیے محدود کر دیتا ہے اور اغیار کی نظروں سے بچنے کی تلقین کرتا ہے تاکہ عزت وناموس' عصمت وعفت کی سفید چادر پر داغ نہ لگے اور نہ ہی کسی منحوس دھبے کے پڑنے کا شائبہ باقی رہے۔

بتولے باش پنہاں شو ازیں عصر اگر خواہی کہ در آغوش شبیرے بگیری

اس وقت جب بے حجابی اور بے پردگی کا سیلاب بڑھتا جا رہا ہے اور یہ صورت ہوگئی ہے کہ۔

خدا کرے کہ جوانی تری رہے بے داغ
حیا نہیں ہے زمانے کی آنکھ میں باقی

یہ ضروری ہے کہ مسلمان عورتوں کو کتاب وسنت کے احکام سے آگاہ کیا جائے تاکہ وہ دین و

Marfat.com

دنیا اور آخرت کی ہلاکتوں اور بربادیوں سے بچ جائیں اس سلسلہ میں آج سے کئی سال پہلے مفسر قرآن حضرت علامہ ابوالحسنات سید محمد احمد صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مختصر سا رسالہ بعنوان ''دل چسپ مکالمہ گریجویٹ خاتون اور مولانا کی اہمیت اور مسلم خواتین اسلام میں پردہ تحریر فرمایا تھا جو اس موضوع پر بلاشبہ ایک بہترین تالیف ہے لہٰذا ہم اسے دوبارہ شائع کررہے ہیں تاکہ مفید عوام وخواص ہو جو نظر ناظرین ہے۔''

سید خلیل احمد قادری بن سید ابوالحسنات رحمۃ اللہ علیہ

خطیب مسجد وزیر خان لاہور

دوشنبہ بمطابق ۲ شعبان المعظم ۱۴۱۰ھ

Marfat.com

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دلچسپ مکالمہ

گریجویٹ خاتون

مولانا! میں نے آپ کا رسالہ عورت اور پردہ پڑھا ہے آپ نے اس میں اس امر پر خاص طور پر زور دیا ہے کہ خواتین کو مکان کی چاردیواری میں اس طرح قید کیا جائے کہ وہ وہیں قید ہو کر، وہ وہیں گھٹ گھٹ کر مرجائے۔ معاف فرمایئے! میں آپ کے اس رویہ کے خلاف ہوں یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اس زمانہ میں تہذیب مغربی دنیاوی تہذیب وترقی کا سرچشمہ ہے انہوں نے حقائق اشیاء اپنی سعی سے معلوم کر کے وہ چیزیں ہمارے سامنے رکھ دیں جن کا کبھی ہمارے وہم وگمان میں بھی تصور نہ تھا۔ کہیں ریل گاڑی، کہیں موٹر کار، کہیں سائیکل کہیں ایروپلین، ریڈیو وائرلیس اور کیا کیا۔ آپ حضرات ہیں کہ اسی تنگ نظری کی تاریکی میں پڑے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ آپ کا احسان ہوا تو یہ کہ خواتین کو پنجرہ کی مینا یا ڈربے کی مرغی بنانے میں تمام زور قابلیت ختم کر دیا۔ مولانا! خدارا تشدد چھوڑیئے اور دنیا کی شاہراہ پر آ کر آنکھ کھول کر دیکھئے تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ آپ اسلام کے پردہ میں ایک اس صنف لطیف کو جو آپ سے دعویٰ ہمسری کر رہی ہے کیوں ذلیل کر رہے ہیں۔ عورت اگر سراپا عورت ہے تو مرد سراپا مرد ہوگا۔ پھر جہاں عورت کا مفہوم اس کے ظاہر ہونے سے عار آنے کے آپ نے لیے تو مرد کے کیا معنی ہوں گے میں نہیں سمجھ سکی کہ عورت مردوں سے کس امر میں کم ہے اگر مرد بی اے۔ ایم اے۔ ایف اے۔ میٹرک کر سکتا ہے تو عورتوں نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ مرد سے زیادہ یہ ڈگریاں لے سکتی ہے اگر مرد ایم۔ این۔ اے بن کر اسمبلی میں بل پیش کر سکتا ہے تو عورت بھی اس میں مرد سے کسی طرح کم نہیں۔

Marfat.com

مولانا:۔

بیگم صاحبہ! میں اسے تسلیم کرتا ہوں کہ اس زمانہ میں تہذیب مغرب کو ترقی کا سرچشمہ خیال کیا جاتا ہے اور اس کی محیرالعقل ایجادات نے دنیا میں تہلکہ مچا دیا ہے مگر اس کے یہ معنی تو نہیں کہ اس ایجادی ترقی کے ماتحت ان کا ہر فعل منشائے قدرت کے موافق تسلیم کرلیا جائے اور اہل مشرق ان کی ہر اچھی اور بری تہذیب کو اپنے لیے قابل تقلید سمجھ لیں۔ دنیا میں موجد غلطی بھی کرسکتا ہے چنانچہ مغربی تہذیب نے ایک خلاف قانون فطرت بیڑا اٹھایا ہے اور اس میں خواتین کو درجہ مساوات دینے اور پردہ سے باہر لانے کی کوشش کی ہے حتیٰ کہ ہمارے تعلیم مغربی کے دلدادہ افراد صنف لطیف کو ہمسری کی ڈگری دینے والے عقلمند ڈاڑھی مونچھ منڈوا کر ان کے ہمشکل تو آسانی سے بن گئے اور پردہ اٹھا کر غیر مردوں سے اپنی خواتین کی ملاقات تو کرانے لگ گئے حتیٰ کہ ووٹنگ کے ذریعہ الیکشن میں انہیں کامیاب کرا کر حق قانون سازی بھی انہیں دلا دیا۔ مگر اس امر پر غور نہ کیا اگر وہ نزاکت اور ملکی معاملات کا شغف یا احباب کی خاطر ومدارت کی مصروفیات کی وجہ میں حمل یا وضع حمل کی تکالیف کو ناقابل برداشت خیال کر کے یہ قانون پاس کردیں کہ جو مرد عورت مساوی ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ صرف عورت ہی بچے جنے اور مرد اس سلسلہ میں الگ تھلگ رہے بلکہ آج سے آدھی نسل مرد جنیں گے اور آدھی عورتیں تو اس قانون کے ماتحت نیوفیشن مرد جو خواتین کی مساوات کے حامی ہیں کیا کریں گے؟ انہیں سخت مشکل درپیش ہوگی۔ انکار تو قانوناً منع ہوگا مگر تعمیل حکم میں فطرت مانع ہوگی۔ پھر عدم تعمیل احکام کی سزا میں اگر خواتین نے افزائش نسل کا بائیکاٹ کردیا تو شجر مساوات قطع نسل کا ہی ثمر لائے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ عورت نہ مرد سے مقدم ہے نہ برابر بلکہ پیدائش اور پرورش نسل کے لیے وہ مرد کا ہی ایک جزو مرغوب ہے۔ جیسا کہ حضرت حوا علیہا السلام کی تخلیق سے ظاہر ہے تو ثابت ہوا کہ عورت جزو مرد ہے اور جزو کل کا قائد نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عورت اور مرد کو مساوی نہیں مانا۔

Marfat.com

وراثت میں عورت کا مرد سے نصف حصہ رکھا گیا ہے اور ویدک دھرم میں تو بیچاری عورت کو محروم ہی کر دیا گیا ہے پھر درجہ نبوت عورت کو ہرگز نہیں دیا صرف اور صرف مرد کو ہی اس کا اہل قرار دیا تو ثابت ہوا کہ عورت مرد کے مساوی نہیں گواہی میں ایک مرد کی شہادت کے برابر دو عورتیں رکھی گئیں۔ عورت کے جسم کی ساخت تناسب اعضاء' نزاکت اور کم ہمتی وغیرہ اس امر کی دلیل ہیں کہ عورتیں مردوں کے دوش بدوش مردانہ وار مساوات میں فطرتاً نہیں آ سکتیں۔

عالم اسباب کے قیام کے دو سبب خاص ہیں نسل اور دولت چنانچہ افزائش اور پرورش عورت کے فرائض میں ہے اور کفالت اخراجات مرد کے ذمے۔ قرآن کریم میں پانچویں پارہ رکوع دوم کے اندر ارشاد ہے اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ''مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے بعض کو بعض پر''۔ (النساء: ۳۴)

وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۭ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ '' اور اس لیے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے۔ تو نیک بخت عورتیں ادب والیاں اپنے خاوندوں کے پیچھے حفاظت رکھتی ہیں۔ اپنی عفت اور شوہر کے مال وغیرہ کی جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دے دیا۔

پھر عورتوں کی نافرمانی کے پہلوؤں پر سزا تجویز کی اور ارشاد ہوا۔

وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا۔ اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ۔ نشیب و فراز ظاہر کرو انجام نافرمانی کی طرف توجہ دلاؤ۔ اگر اس سے بھی سیدھی نہ ہوں تو الگ سوؤ۔ اس سے بھی عقل نہ آئے تو انہیں مارو ہلکی مار نہ کہ ضرب شدید پھر اگر وہ تمہارے حکم میں آ جائیں تو ان پر کسی اور زیادتی کی راہ نہ چاہو۔ (النساء: ۳۴)

آیت کریمہ مذکورہ بالا سے واضح ہو گیا کہ عورت قرآنی نظر میں بھی مرد کی دست نگر ہے۔ مردوں کو اللہ نے ان پر حاکم بنایا ہے اور عورتوں کو فرمانبرداری کا حکم دیا پھر آپ کا یہ

Marfat.com

اعتراض کہ عورت سراپا عورت اور واجب الستر ہے تو مرد کیا ہے اس کا جواب واضح ہو۔

عورت سراپا عورت اور واجب الستر ہے۔ مرد رجل ہے اور رجل چلنے پھرنے والے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ مرد ہر جگہ چلنے پھرنے میں مختار ہے۔ 'ستور رکھنا تو شرعی فرض ہی نہیں بلکہ فطری فرض بھی ہے عورت اور مستورات کے متعلق تو بے پردہ قوموں میں بھی نسل' مذہب اور اصل وارث کی حفاظت نہایت ضروری سمجھی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام دنیا کا متفقہ پردہ رسم بیاہ سے واضح ہے۔ کوئی قوم اپنی لڑکی یا بہن وغیرہ کو شوہر کے سوا کسی غیر مرد کے قبضہ میں دینا گوارا نہیں کرتی۔ اور اپنے شوہر کے علاوہ کسی اور سے اولاد حاصل کرنا سخت بے حیائی مانی جاتی ہے نیوگ کا مسئلہ آریوں میں ہے تو ضرور۔ مگر وہ اس کے ظاہر کرنے سے شرماتے اور کتراتے ہیں۔ شوہر کے سوا کسی غیر سے جو اولاد بھی ہو۔ وہ ہر قوم میں مختلف طریقوں سے عام ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ طریقہ ناقص ہونے کی وجہ سے حفاظت میں کامیابی ہو یا نہ ہو۔ اس مسئلہ میں صرف اور صرف اسلام کو فخر حاصل ہے کہ اس کے اصول مکمل اس کے سچے متبع۔ خواہ بادشاہ ہوں یا وزیر۔ رئیس ہوں یا فقیر۔ طاقتور ہوں یا کمزور سب میں وہ اصول اسلامی یہ ہے کہ عورت مکمل پردہ میں رہے اور اگر بضرورت گھر سے باہر نکلے تو کم از کم برقعہ یا چادر سے اپنے آپ کو چھپا کر اپنی زینت اور بناؤ سنگھار کو چشم اجانب سے پوشیدہ کر کے نکلے اپنی نظر اجانب واغیار کی طرف تاک جھانک سے نیچی رکھے۔ چلے تو ایسی چلے کہ چھپے زیور کی آواز بھی غیر مرد سن کر اس کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اگر غیر مرد سے گفتگو کرنی پڑے تو بے لوث کڑی آواز سے معقول بات کرے۔

اسلام نے پردہ کی حفاظت کے باعث مرد کو عورت کی ضروریات کا ذمہ دار بنایا ہے۔ اگر مرد مر جائے یا طلاق دے دے تو عورت دوسرا ذمہ دار شوہر ہر عمر میں بنا سکتی ہے۔ اور شوہر سے حسب منشا ایک رقم جسے مہر کہا جاتا ہے۔ مقرر کر کے یا تو معجل عند الطلب کر سکتی ہے یا مؤجل الیٰ بقا نکاح کر سکتی ہے تا کہ پردہ کے حکم کی تعمیل میں آسانی رہے اور تا حصول شوہر جدید بے پردگی پر وہ مجبور نہ ہو سکے۔ اور اسی لیے عورت شوہر کے متروکہ میں بھی حصہ دار

Marfat.com

ہے۔

حج بھی عورت پر مرد کی طرح محض استطاعت علی الطریق پر فرض نہیں بلکہ ہمراہی کے لیے محرم ہو تو فرض ہے۔ عورت پر نماز باجماعت واجب نہیں ہے۔

جمعہ بھی عورت پر لازم نہیں ہے۔ بلکہ مسجد میں جمعہ کے روز جانا مکروہ ہے۔

عورت تازہ ہوا کھانے کے لیے باغ میں جانے سے پردہ کی پابندی کے ساتھ مجاز ہے۔

عورت جنگل میں کھیتی باڑی کر سکتی اور مویشی پال سکتی ہے۔

محض چند در چند فضول بڑھا کر اپنی چیزوں کی حفاظت کے خیال سے یا اخراجات روزئیہ فضول بڑھا کر زیر بار ہو کر چند تاریک کوٹھڑیوں اور مکانوں میں بند رہ کر فضول چیخنا چلانا کہ پردہ عورت پر ظلم ہے صریحاً بے انصافی ہے۔

اگر حقیقتاً دیکھا جائے تو ایسا کہنے والے خود ظالم ہیں۔ جو اپنی عورتوں کو ایسی جگہ رکھتے ہیں۔ شریعت ہوادار مکان' باغ وغیرہ میں جہاں تازہ ہوا بھی اور پردہ بھی رہ سکے وہاں رہنے سے منع نہیں کرتی۔ افسوس آج آزاد خیال کی بیماری اور مغربی تعلیم کے زہریلے اثرات نے اپنا پردہ خود چاک کر دیا۔ ورنہ پردہ عورت کے لیے بہترین نعمت تھی کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

کس نماندہ است کہ دربیشہ شکار بکند
تیغ گیرد بکف وفتح دیدے بکند
ایں ناں ہمت مرداں بہ ہمیں محدوداست
کہ زن از پردہ بروں آیدو کارے بکند

تاریخ کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ بھی اپنی بہو بیٹیوں کو پردہ میں رکھتے تھے۔

آج چند پیسے پاس ہو جانے کے بعد چند مغربی تعلیم کی سطور یاد کر لینے اور (A.B.C.D) سے عبور کرتے کرتے غیبی سیڑھی پر چڑھ جانے والیاں پکارتی ہیں کہ پردہ سے بیگم صاحبہ کی

Marfat.com

صحت خراب ہوتی ہے۔ صاحب کی راحت اور تفریح کا نظام بگڑتا ہے۔ بے پردہ بیوی کے ساتھ صاحب ''ایم بوس'' نام لکھا کر نہایت تندرست ہو جاتے ہیں۔ افسوس انقلاب' انقلاب' انقلاب کل اسلامی احکام پر جان و مال' عیش و آرام قربان کرنے میں مسلمان کو راحت ملتی تھی۔ آج ان احکام کو مسخ کرنے اور اپنی مرضی کے موافق ان میں تحریک کرنے سے چین آتا ہے۔

گریجویٹ خاتون

مولانا جو کچھ آپ نے فرمایا۔ اس میں بعض چیزیں ایسی ہیں جو اپیل کرتی ہیں۔ مگر بعض باتیں تو آپ زور بیان میں ہی کہہ گئے جو مجھے ہرگز جچی نہیں۔

اچھا بات کو طول نہ دیں۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ عقلی دلائل کے مقابلہ میں نقلی دلائل بلاترمیم اور تاویل کے مجھے بتائیں اور اس سے پردہ ثابت کریں جتنا پردہ قرآن اور حدیث سے ملے گا۔ میں اس پر عمل کرنے کو تیار ہوں۔

مولانا

جزاك الله۔ اب آپ راہ پر آگئیں ہیں۔ بس آپ کا اور ہمارا معاملہ صاف ہوگیا۔ اب آپ اول آیات قرآنی سن لیں۔ پھر احادیث پیش کروں گا۔

قبل اس کے کہ میں آیات قرآنی پیش کروں مجھے کم از کم آپ اپنی معلومات مطالعہ کے ماتحت اتنا بتادیں کہ اسلام سے پہلے عورتیں ننگی پھرتی تھیں۔ جس پر آیات حجاب آئیں یا منہ ہاتھ کھولے آج کل کی سی گریجویٹ بیگم صاحبہ کی طرح آزادی سے۔

گریجویٹ خاتون

(کچھ کسما کر اور بات کو چبا کر) ننگی تو نہیں پھرتی تھیں۔ مگر بے حیائی سے چلتی پھرتی تھیں۔ جیسے عکاظ کے میلے میں۔

مولانا

بیگم صاحبہ حق کہنے میں تامل نہ فرمائیں۔ عکاظ کے میلے میں نوجوان لڑکیاں کیا چہرے پر

Marfat.com

نقاب ڈال کر نہ آتی تھیں اور بے حیائی ان میں کیا ہوتی تھی۔

گریجویٹ خاتون

ہاں خیر وہ چہرہ کھولے ہوئے بھی آتی تھیں اور نقاب اوڑھے ہوئے بھی۔

مولانا

توان پر ہی آیات حجاب نازل ہوئیں۔ یا کسی اور جماعت نسوانی کے لیے؟

گریجویٹ خاتون

ہاں انہیں کے لیے نازل ہوئیں لیکن آپ وہ آئتیں تو بتائیں جن سے آپ پردہ پر اتنا تشدد کرنا چاہتے ہیں۔

مولانا

بیگم صاحبہ! یہ نا قابل انکار حقیقت ہے کہ نزول قرآن ۲۳ سال میں بتدریج (Step by Step) ہوا۔ اس میں حکمت ہی یہ تھی کہ زمانہ جاہلیت کی بری عادتیں رفتہ رفتہ چھوٹ جائیں اور تعمیل حکم ربانی آسانی سے کر سکیں۔ چنانچہ شراب اور جوا جو زمانہ جاہلیت سے ہر ایک کی گھٹی میں تھی۔ اس کے لیے سب سے پہلے حکم آیا۔

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ ؕ قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۚ وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (البقرۃ:۲۱۹)

اے محبوب! آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں۔ فرما دیجئے یہ دونوں ایسے کام ہیں کہ اس میں سخت گناہ ہے۔ اگرچہ لوگوں کے لئے اس میں نفع بھی ہے لیکن اس کے نقصانات اس کے منافع سے زبردست ہیں۔

اس نرم حکم سے لوگوں میں شراب اور جوئے سے نفرت پیدا ہوگئی اور اس کے چھوڑنے کی طرف میلان طبع بڑھا۔ بعد پھر حکم ہوا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰی (النساء:۴۳) اے ایمان والو۔ جب نشہ کی حالت میں ہوا کرو تو نماز کے قریب بھی نہ آیا کرو اس حکم کو سن کر اہل ایمان سمجھے

Marfat.com

کہ شراب مانع صلوٰۃ ہے اور جو چیز تقرب الی اللہ کی مانع ہو وہ چھوڑنی چاہئے۔ تو اسے بہت سے لوگوں نے چھوڑ دیا۔

آخر حکم ہوا جس میں قطعی حرمت شراب اور حرمت میسر اور بت پرستی کی مذمت آ گئی۔ اور اسی تدریج سے شراب مسلمانوں سے دفع ہوگئی۔ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّیْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ (المائدہ: ۹۰) شراب، جوا، بت وغیرہ رجس محض ہیں۔ شیطان کے کام ہیں۔ ان سے بچے رہو، اجتناب کرو۔ تو حرمت بھی وہ حرمت آئی جو بول و براز سے بھی شدید ترین تھی اس لیے کہ بول و براز اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا جائز ہے۔ برخلاف شراب کے کہ اسے ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ رکھنا بھی حرام ہے۔

اسی طرح اول پردہ کا حکم سورہ احزاب میں آیا۔ کَمَا قَالَ اللہ تعالیٰ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّاۤ اَنْ یُّؤْذَنَ لَكُمْ (الاحزاب: ۵۳)

اے ایمان والو۔ نبی کے گھروں میں نہ داخل ہو۔ جب تک تمہیں اجازت نہ ہو جائے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ عورتوں پر پردہ لازم ہے۔ اور غیر مرد کا کسی گھر میں بے اجازت داخل ہونا جائز نہیں۔

دوسرا حکم:۔

وَ اِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْــٴَـلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ (الاحزاب: ۵۳) اور جب تم ان سے یعنی ازواج مطہرات سے برتنے کی کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگو۔ اس آیۃ کریمہ سے بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ پردہ لازمی ہے۔ ورنہ جب چہرہ وغیرہ چھپانا غیر ضروری ہے تو وراء حجاب کیوں سامنے جا کر لے سکتے تھے۔

گریجویٹ خاتون

مولانا یہ حکم تو خاص ازواج مطہرات کے لیے ہے آپ سب پر کیسے لگا رہے ہیں؟

Marfat.com

مولانا

اصول تفسیر کے ماتحت کلام کر رہا ہوں اس لیے کہ اصول آیۃ کریمہ یہی ہے۔ کہ مورد حکم خاص ہوتا ہے۔ مگر جب تک اس کا مختص نہ ہو۔ حکم عام ہی رہے گا تیسرا حکم استثنٰی کا ملاحظہ ہو۔

ان بیبیوں پر گناہ نہیں اس میں کہ وہ ان لوگوں سے پردہ نہ کریں۔ ان کے باپ' بیٹے' بھائی' بھانجے' بھتیجے اور مسلمان عورتیں اور شرعی کنیزیں جو غیر مسلم نہ ہوں اور اللہ سے ڈرتی رہو۔

اس آیۃ کریمہ میں چچا' ماموں کا صراحۃ ذکر نہیں آیا۔ اس لیے کہ وہ والدین کے ہی حکم میں ہیں۔ دوسرے اس آیۃ کریمہ میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ غیر مسلم عورت سے بھی پردہ شرعاً لازم ہے اور ہر کافر سے اپنا جسم چھپانا لازم ہے۔ ورنہ نسائھن نہ فرمایا جاتا اس کے معنے صاف ہیں اور نہ پردہ لازم ہے تمہاری ہم جنس' ہم مذہب خواتین سے۔ کافر عورت چونکہ غیر ہے اس لیے اس سے پردہ لازمی ہے۔

پھر سورۃ نور میں نفاذ حکم ہوا اور بتایا کہ پردہ کس سے کیا جائے۔ بچے جوان سب سے پردہ ہے یا اس میں فرق ہے۔ تو فرمایا:

وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

(النور:۵۹)

جب تم میں سے آزاد لڑکے جوان ہو جائیں۔ تو وہ بھی اجازت مانگیں جیسے ان کے اگلے بڑے مرد اجازت لے کر آتے ہیں۔ اس آیت سے واضح ہو گیا نابالغ بچے سے پردہ نہیں بالغ سے پردہ شرعی ہے۔

پھر مردوں کو گھورا گھاری اور تاک جھانکی سے باز رکھنے کے لیے حکم ہوا۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ (النور:۳۰)

اے محبوب! مسلمانوں کو حکم فرماؤ کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچے رکھا کریں اور جس چیز کو دیکھنا جائز نہیں اس پر نظر نہ ڈالیں۔ اس لیے کہ مرد کا بدن بھی زیر ناف تک عورت ہے۔ اس کا دیکھنا بھی منع ہے اور عورتوں میں سے غیر عورتیں اور دوسرے کی باندیوں کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

Marfat.com

حرۃ اجنبیۃ (آزاد عورت) کا تو تمام بدن دیکھنا ممنوع ہے۔ فقہا نے تصریح کی اور کہا۔

ان لم یامن من الشھوۃ وان امن منھا فممنوع النظر الی ماسوا توجہ والحقف والقدم۔ (شامی جلد ا، صفحہ ۹۳)

اگر شہوت سے مامون نہ ہو تو تمام جسم کی طرف نظر حرام اور اگر مامون بالشہوت ہے جیسے پرانا بڈھا وغیرہ تو سوائے چہرے کے اور ہاتھ قدم کے اور کسی حصہ جسم پر نظر منع ہے۔

آخر میں محاکمہ کرتے ہوئے لکھا ہے۔

ومن یامن فان الزمان الفساد فلا یحل النظر الی الحرۃ الا جنبیۃ مطلقًا من غیر ضرورۃ۔ (شامی، ور قوانین)

اور کون ہے جو شہوت سے مامون ہو۔ آج کا زمانہ فتنہ وفساد ہے لہٰذا آزاد غیر عورت کی طرف نظر ڈالنا بہر صورت مطلقاً منع ہے۔ مگر بضرورت جیسے قاضی اور گواہ کو چہرہ دیکھنا جائز ہے اور اس شخص کو چہرہ دیکھنا جو کسی عورت سے نکاح کی خواہش رکھتا ہے۔ اگرچہ اس میں بہتر صورت یہی ہے جو آجکل مروج ہے کہ کسی عورت کے ذریعے اس کو دیکھ بھال لیا جائے اسی طرح طبیب کیلئے موضع مرض کا بقدر ضرورت دیکھنا جائز ہے۔

چوتھا حکم۔ پھر عورتوں کے لیے یہ نافذ ہوا کہ

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ (النور:۳۱)

اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں۔ اور غیر مردوں کو نہ دیکھا کریں اپنی پارسائی کی حفاظت کریں۔ اور اپنا بناؤ سنگار نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہو جائے اور دوپٹہ گریبان پر ڈالے رہیں۔ اور اپنا سنگار ظاہر نہ ہونے دیں۔

ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ استاد عالمگیر بادشاہ تفسیرات احمدیہ میں فرماتے ہیں کہ یہ حکم بھی نماز کا ہے نہ کہ نظر کا۔ کیونکہ حرہ کا تمام بدن عورت ہے۔ شوہر اور محرم کے سوا کسی غیر کے لیے اس کے کسی حصہ دیکھنا بے ضرورت جائز نہیں اور معاملہ وغیرہ کی ضرورت سے قدر ضرورت جائز ہے۔

Marfat.com

احادیث میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پردہ پر تاکید ملاحظہ ہو۔

ازواج مطہرات میں سے بعض امہات المومنین سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں تھیں اسی وقت ابن مکتوم آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازواج کو پردہ کا حکم فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ وہ تو نابینا ہیں فرمایا تم تو نابینا نہیں ہو۔ (ترمذی ابوداود، کتاب الحجاب)

اس سے یہ واضح ہو گیا کہ جس طرح مرد کے لیے غیر عورت کا دیکھنا ممنوع ہے اسی طرح عورت کو غیر مرد کا دیکھنا بھی حرام ہے۔

آگے وہ استثنائیات بیان فرمائے جن پر پردہ کا حکم نہیں۔

اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ۔ (النور: ۳۱)

مگر اپنا سنگار ظاہر کر سکتی ہیں اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ پر حتیٰ کہ دادا اور پردادا پر یا شوہر کے باپ سسر پر کہ وہ بھی بوجہ عقد محرم ہو جاتے ہیں اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے جو پہلی بیوی سے ہوں۔ یا اپنے بھائی یا بھتیجے یا بھانجے یا اپنی ہم مذہب عورتیں اس لیے کہ غیر مسلم عورتوں سے پردہ کا حکم ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ ابن الجراح کو لکھا تھا کہ کفار اہل کتاب کی عورتوں کو مسلمان عورتوں کے ساتھ حمام میں داخل ہونے سے منع کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلم خواتین کا کافرہ عورت سے اپنا بدن مستور کرنا لازمی ہے۔ آگے فرمایا اور اپنی شرعی کنیز کا ان سے بھی پردہ ضروری نہیں جو شہوت والے نہ ہوں آئمہ حنفیہ کے نزدیک نامرد۔ مادرزاد نامرد۔ کھسرہ اور زنخا حرمت نظر میں اجنبی کا حکم رکھتے ہیں۔ اسی طرح فقہاء نے تصریح کی کہ قبیح الافعال مخنث سے بھی پردہ کیا جائے۔ آگے فرمایا۔

اور ان بچوں سے پردہ ضروری نہیں۔ جنہیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں۔ یعنی نابالغ۔ نادان:۔ اور اس کے بعد حکم میں شدت فرمائی۔ اور ارشاد ہوا۔

Marfat.com

وَلَا یَضۡرِبۡنَ بِاَرۡجُلِهِنَّ لِیُعۡلَمَ مَا یُخۡفِیۡنَ مِنۡ زِیۡنَتِهِنَّ (النور: ۳۱)

اور زمین پر پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جانا جائے ان کا چھپا ہوا سنگار یعنی عورتیں گھر کے اندر چلنے پھرنے میں بھی پاؤں اس قدر آہستہ رکھیں کہ ان کے زیور کی جھنکار نہ سنی جائے۔

اسی لیے شرعی مسئلہ ہے کہ عورتیں باجے دار جھانجھیں نہ پہنیں۔

سورۂ احزاب میں ارشاد ہے جو خاص ازواج مطہرات کے لیے ہے۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنۡ یَّاۡتِ مِنۡکُنَّ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضٰعَفۡ لَهَا الۡعَذَابُ ضِعۡفَیۡنِ ؕ وَ کَانَ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیۡرًا ۝ (الاحزاب)

اے نبی کی بیبیو! جو تم میں صریح حیا کے خلاف کوئی جرأت کرے جیسے شوہر کی اطاعت میں کوتاہی شوہر کے ساتھ کج خلقی۔ (اس لیے اس سے زیادہ بے حیائی جو بدکاری کی حد تک ہو اس سے اللہ تعالیٰ نے انبیا کی ازواج کو پاک رکھا ہے)۔ اس پر اوروں سے دگنا عذاب ہوگا۔ اور یہ اللہ کو آسان ہے۔

گریجویٹ خاتون

آپ نے اس آیت میں فاحشہ کے کیا معنے لیے۔ لفظ فاحشہ زنا وغیرہ کے معنے میں آتا ہے۔ آپ نے یہاں ترجمہ محض شوہر کی اطاعت میں کوتاہی کیسے لیا؟

مولانا

آپ کا سوال برمحل ہے اس کا جواب بھی سن لیں۔ عربی کے محاورے میں یہ قاعدہ ہے کہ جب فاحشہ معرفہ ہو کر وارد ہو تو اس سے زنا اور لواطت مراد ہوتی ہے اور اگر نکرہ وغیرہ ہو کر لایا جائے تو اس سے تمام گناہ مراد ہوتے ہیں اور جب موصوف ہو کر وارد ہو تو اس سے شوہر کی نافرمانی اور فساد معاشرت مراد ہوتا ہے اس آیۃ کریمہ میں فاحشہ نکرہ موصوفہ ہے۔ اس لیے یہاں ترجمہ میں شوہر کی اطاعت میں کوتاہی اور کج خلقی کے معنے لیے گئے ہیں۔ جیسا حضرت ابن عباس سید المفسرین سے منقول ہے۔

(۱۰) اسی طرح ازواج کے اجراء کی بھی شان واضح کر دی اور فرمایا۔ وَ مَنۡ یَّقۡنُتۡ مِنۡکُنَّ

Marfat.com

لِلّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَاۤ اَجْرَهَا مَرَّتَیْنِ ۙ وَ اَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِیْمًا ۝ (الاحزاب)

اور اے نبی کی بیبیو! جو تم میں سے فرمانبردار ہے اللہ اور رسول کی اور اچھا کام کرے۔ ہم اسے اوروں سے دگنا ثواب دیں گے اور ہم نے ان کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے جنت الفردوس میں۔

(۱۱) پھر آگے چل کر ازواج مطہرات کا رتبہ تمام دنیا کی عورتوں پر فائق کیا۔ اور فرمایا۔ یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۳۲۔

اے نبی کی بیبیو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ (تمہارا درجہ سب سے زیادہ ہے اور تمہارا اجر سب سے بڑھ کر ہے۔ دنیا کی عورتوں میں کوئی تمہارا ہمسر نہیں) اگر اللہ سے ڈرو (اور پس پردہ بضرورت کسی غیر مرد سے گفتگو کرنی پڑے تو قصد کرو کہ لہجہ میں نزاکت نہ آنے پائے اور بات میں لوچ نہ ہو بات نہایت سادگی کے ساتھ کی جائے کہ عفت مآب خواتین کی یہی شان ہے)۔ تو بات میں ایسی نرمی نہ کرو کہ دل کا روگی کچھ لالچ کرے۔ ہاں اچھی بات کہو۔ بیگم صاحبہ! آپ نے حکم کے تیور ملاحظہ فرمائے۔ اس میں ان امہات المومنین کو اس طرح گفتگو کا حکم ہے۔ جو سب مسلمانوں کی ماں ہیں اور ان سے نکاح قطعاً حرام ہے پھر عامہ مومنات کا اس مقام پر کیا حال ہوگا۔ انہیں غیر مرد سے گفتگو کرنے میں کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے ہر ذی فہم اس حکم کی حکمت اور مصلحت اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔

(۱۲) وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰى (الاحزاب: ۳۳) اپنے گھروں میں ٹھہری رہو۔ اور بے پردہ نہ رہو۔ جیسے اگلی جاہلیت کی بے پردگی (سے مراد قبل اسلام کا زمانہ ہے) اس زمانہ میں عورتیں اتراتی ہوتی نکلتی تھیں۔ اپنی زینت اور محاسن کا اظہار کیا کرتی تھیں تاکہ غیر مرد انہیں دیکھیں۔ لباس ایسا پہنتی تھیں جن سے جسم کے اعضاء اچھی طرح نہ ڈھک سکیں اور پچھلی جاہلیت سے اخیر زمانہ مراد ہے جس میں لوگوں کے افعال

Marfat.com

پہلوؤں کے مثل ہوجائیں گے۔ حتیٰ کہ ایک تبسم ایک ملین ڈالر کے بدلے فروخت ہوگا اور اسے فخر اُظاہر کیا جائے گا۔ جبراً کلفٹن پر کسی اجنبی لڑکی کا بوسہ لے لیا جائے تو دو روپیہ جرمانہ پر ملزم بری کر دیا جاتا ہے تو بوس وکنار کی مارکیٹ میں ریٹ شائع ہوگیا والعیاذ باللہ علامہ ڈاکٹر اقبال رحمۃ اللہ علیہ مرحوم نے کیا خوب کہا ہے۔

یہ کوئی دن کی بات ہے اے مرد ہوشمند
غیرت نہ تجھ میں ہوگی نہ زن اوٹ چاہے گی
آتا ہے اب وہ دور کہ اولاد کے عوض
کونسل کی ممبری کے لیے ووٹ چاہے گی

اور قرآن کریم نے تو صحابہ کرام کو بھی ازواج مطہرات سے کسی چیز کے طلب کرتے وقت حجاب اور پردہ کی تاکید فرمائی ہے جیسا کہ ہم آیہ مبارکہ نمبر ۱۰ میں نقل کر آئے ہیں۔ مگر ہمارے بعض سرکاری مولاناؤں پر اللہ رحم کرے کہ انہوں نے زمانہ کی رفتار کے ساتھ اپنی روش کو بدل لیا۔ ایسے ہی مولاناؤں کے لیے اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے۔

شیخ صاحب بھی تو پردہ کے کوئی حامی نہیں
مفت میں کالج کے لڑکے ان سے بدظن ہوگئے
وعظ میں فرمایا تھا کل آپ نے یہ صاف صاف
پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن ہوگئے

مندرجہ بالا بارہ آیات کا خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ ہر عورت' مرد خواہشات نفسانیہ سے اپنی حفاظت کرے اور ہر نطفہ شہوات سے اجتناب کرے۔

جب مسلمان عورتیں اور مردان احکام کے خوگر ہوگئے۔ اور مذکورہ احکام کا تحمل آ گیا۔ تو پھر حکم نافذ ہوا سورۂ احزاب رکوع ۔ ۷

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ (الاحزاب:۵۹)

Marfat.com

اے نبی اپنی بیبیوں' صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو فرما دیجئے کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں اور (سر و چہرے کو چھپائیں۔ جب کسی حاجت کے لیے ان کو تکالیف ہو) یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو (کہ یہ حرہ یعنی آزاد ہیں) تو ستائی نہ جائیں۔

منافقین کی عادت تھی کہ وہ باندیوں کو چھیڑا کرتے تھے۔ اس لیے حرہ عورتوں کو حکم دیا کہ وہ چادر سے جسم ڈھک کر سر اور منہ چھپا کر باندیوں سے اپنے آپ کو ممتاز کریں۔ یہ تو عہد رسالت کا معاملہ تھا۔ آج کالج سے باہر آنے تک نہ معلوم کتنے مسلمان نما منافق دوشیزہ خواتین کی تاک جھانک میں رہتے ہیں اور کس کس طرح سے ناشائستہ آوازے کستے ہیں اللہ رحم فرمائے۔

بیگم صاحبہ! میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا قرآن کریم پر ایمان ضرور ہے پھر آپ خود غور فرمائیں کہ آیات مبارکہ میں لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِہِنَّ فرما کر مخفی زیور کی آواز تک کو چھپانے کا جہاں تک حکم ہے۔ وہاں غیر مردوں سے باتیں کرنا۔ ملنا گلنا کالج میں آگے پیچھے بیٹھ کر پڑھنا کس اسلام نے روا رکھا ہے۔

یہ تقلید یورپ کی کورانہ پیروی اور ان کی تہذیب کا اثر ہے کہ آج اپنے مطلب کے لیے آیات قرآنیہ پر پردہ ڈال کر ان کے معنے میں یہودیوں کی طرح تحریف گوارا کی جارہی ہے۔ الا ما ظہر منہا کا ترجمہ تفسیر میں چھوڑ کر لفظی کو لیں۔ جیسا کہ آپ نے اول فرمایا تھا کہ اینچ تان مجھے منظور نہیں۔ تو یہاں بھی لفظی معنی قبول کرلیں اور اینچ تان کو ترک کر کے دیکھیں الا ما ظہر منہا اِلَّا مگر مَا جتنا ظُھَرَ خود ظاہر ہے مِنْھَا اس عورت سے اور ظاہر ہے کہ ہر موقعہ سے خود جو ظاہر ہے۔ وہ کسی طرح برقعہ کے ذریعے مخفی نہیں ہو سکتا۔ مثلاً قد و قامت' جسم و جسمانیت اور چال ڈھال وغیرہ۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ مرحوم کالجوں کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر ہی باوجود اس کے کہ خود اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے اور فلاسفر بھی۔ مگر خوب کہہ گئے ہیں کہ۔

Marfat.com

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی ڈھونڈلی قوم نے فلاح کی راہ
رنگ لائے گا ایک دن یہ سین پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ

پھر جب انگریز نے ہندوستانی خواتین کو اپنے یورپی سانچے میں ڈھالنے کی ٹھانی اور رفتہ رفتہ ان کے ایمان وحیا پر ڈاکہ ڈالنا چاہا۔ تو انگریزی کے ذریعے تعلیم نسواں کا ڈھونگ رچایا۔ اور جب دیکھا کہ فقط تعلیم انگریزی ان کی حیا کی تہذیب یورپ کے رنگ میں نہ رنگ سکی۔ تو دوسرا پینترا بدلا اور کہا۔ جہاں اسمبلی میں مرد جاتے ہیں۔ عورتیں بھی جاسکتی ہیں وہاں صدر بن سکتی ہیں۔ عہدے لے سکتی ہیں۔ بس پھر کیا تھا یورپین تیتریاں چمٹ گئیں۔ حرص وآز نے انہیں محور اسلامی سے پھسلا دیا آہ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ تجھ پر اللہ رحم فرمائے اور تیری خطائیں معاف فرما کر اعلیٰ علیین میں تجھے جگہ عطا کرے تو تہذیب جدید کا بہترین نباض تھا خوب جلے دل سے کہا گیا۔ جو من وعن آج ہمارے سامنے ہے۔

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے
الیکشن ممبری کونسل صدارت بنائے خوب آزادی کے پھندے

گریجویٹ خاتون:۔

آپ کے دلائل اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ مرحوم کے حسیات سن کر مجھے گونہ یقین ہوا ہے کہ شرعاً پردہ ہے۔ اور بیشک منہ اور سینہ چھپانا کم از کم ضروری ہے لیکن مزید اطمینان کے لیے کچھ حدیثوں کو بھی سنا دیجیے۔ اصل حدیث کا بیان پر ترجمہ کرنے میں طوالت ہوگی۔

مولانا:۔

بہت اچھا اصل حدیث تو فی الواقع آپ سمجھ بھی نہیں سکتیں۔ لیجیے ترجمہ ہی پیش کرتا ہوں۔

(۱) ابوداؤد

کتاب الجہاد میں حضرت شماس راوی ہیں کہ بارگاہ رسالت میں ایک نقاب پوش خاتون اپنے شہید بیٹے کا حال دریافت کرنے کے لیے حاضر ہوئیں تو وہیں ایک صحابی نے اس مصیبت کے موقع پر بھی ان کے نقاب پر اظہار حیرت کیا تو خاتون نے جواب دیا میں

Marfat.com

اپنا فرزند تو کھو چکی ہوں لیکن بحمد اللہ شرم وحیا میرے ہاتھ میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خاتون کو فرمایا کہ تمہارے فرزند کو دو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔

(۲) مسلم شریف

میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ خندق سے ایک صحابی اپنے مکان پر پہنچا تو اپنی بیوی کو بے حجاب گھر سے باہر دروازہ پر دیکھا آپ نے اسے تیر سے مارنے کا تصور فرمایا تو بیوی نے عرض کیا۔ گھر میں اندر بستر پر سانپ ہے اس کے خوف سے میں سراسیمہ ہو گئی۔ یہ سن کر آپ نے درگزر فرمایا۔

(۳) صحابیات

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی پردہ فرماتی ہیں ابوداؤد باب فی الحجاب النساء میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا راویہ ہیں۔ ایک عورت نے پردہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک خط پیش کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ مردانہ ہاتھ ہے یا زنانہ؟ عورت نے عرض کیا کہ زنانہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو نے اپنے ہاتھ میں مہندی کیوں نہیں لگائی؟

(۴) بخاری ومسلم

میں ہے کہ حضرت ام المومنین سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے والد کی ایک شرعی لونڈی، اس سے عتبہ نامی ایک شخص نے زنا کیا۔ اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا ایک موقع پر عتبہ کے بھائی سعد اور حضرت سودا کے بھائی عبد کے درمیان اس لڑکے کے متعلق تنازعہ ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ دیا کہ بچہ صاحب فراش کا ہے اور زانی وعامر یعنی الزام لگانے والے دو پتھر ہیں لیکن باوجود اس کے محض شبہ کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکے سے پردہ کا حکم فرمایا۔ اور وہ بموجب حکم حضرت ام المومنین کے سامنے نہ آیا۔

(۵) بخاری شریف

میں حضرت عروہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حکم حجاب نازل ہونے کے بعد اُن کے رضاعی باپ کے بھائی افلح نے اندر آنے کی

Marfat.com

اجازت چاہی صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا افلح تمہارے رضاعی چچا ہیں انہیں اندر آنے دو۔

(٦) حدیث افک

میں بخاری نے روایت کی کہ جب سفر میں حضرت صدیقہ کا ہار گم ہو گیا اور آپ اس کی تلاش میں رہ گئیں۔ اور قافلہ کے کوچ کا وقت آ گیا تو سائبان نے آپ کا ہودج اونٹ پر کس دیا اور یہ اطمینان کر لیا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا ہودج میں تشریف لے آئی ہوں گی۔ قافلہ چل دیا۔ آپ ہار تلاش فرما کر اپنی جگہ پر آئیں تو قافلہ جا چکا تھا۔ آپ اپنے ہودج کی جگہ پر بیٹھ گئیں۔ حضرت صفوان اسلمی کی ڈیوٹی قافلہ کے پیچھے پیچھے آنے کی تھی تا کہ قافلہ کی گری پڑی چیزوں کی نگرانی کریں صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں جنگل میں منہ کھولے بیٹھی تھی۔ جب صفوان کو آتے دیکھا تو میں نے فوراً چہرہ چھپا لیا بخاری میں ام المومنین کے جو الفاظ نقل ہیں۔ ان کا لفظی ترجمہ یہ ہے۔ (میں نے چادر سے اپنا چہرہ چھپا لیا)

(بخاری، کتاب الغزوات، حدیث الافک)

گریجویٹ خاتون:۔

اسلام میں شادی سے پہلے چہرہ دیکھنا جائز ہے اور قرآن کریم میں یُدۡنِیۡنَ عَلَیۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِیۡبِهِنَّ ؕ جو آیا ہے اس کا لفظی ترجمہ ارشاد فرمایئے۔

مولانا:۔

تفسیر در منثور میں ہے کہ محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبیدہ سے اس آیت کا ترجمہ پوچھا تو آپ نے فرمایا اس طرح یعنی آپ نے اپنا سر چادر سے ڈھانپ کر بتایا۔ جس سے چہرہ چھپ گیا اور ایک طرف سے صرف ایک آنکھ کھول لی سید المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ نے زینت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا۔ حق تعالیٰ نے مومنات کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لیے اپنے گھر سے باہر نکلیں تو چہرہ کو سر کے اوپر کی جانب سے چادر لٹکا کر چھپا لیں اور لفظی ترجمہ بھی سن لیں اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہیں اعلیٰ حضرت بریلوی

Marfat.com

قدس سرہ نے یہی ترجمہ فرمایا۔ صدر الافاضل مراد آبادی قدس سرہ کی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ سر اور چہرے کو چھپائیں۔ جب کسی حاجت کے لیے ان کو نکلنا پڑے۔

(۸) اور جس شخص سے شادی کرنی ہے اس کا چہرہ دیکھنا جب خصوصیت سے جائز ہے تو اسے پردہ در طبقہ عام طور پر جواز کے لیے کیوں پیش کرتا ہے بلکہ اس سے تو پردہ کی تائید کا پہلو نکلتا ہے۔ اس لیے کہ جب چہرہ کا پردہ ہی نہیں تو جس سے شادی ہو اس کا چہرہ دیکھنا مخصوص طور پر کیوں جائز رکھا گیا اسی طرح قاضی اور شاہد کو چہرہ دیکھنے کی مخصوص اجازت کیسے؟ جب عام طور پر سب چہرہ کھولے کالج جا رہی ہیں۔ سینما دیکھ رہی ہیں گلگشت کر رہی ہیں اور انارکلی و گلبرگ میں گھوم رہی ہیں۔ اکبر الہ آبادی خوب کہہ گئے ہیں۔

بے پردہ نظر آئیں کل جو چند بیبیاں　　اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا　　ہنس کر وہ بولیں عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

گریجویٹ خاتون:۔

حضرت اسماء حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سالی تھیں۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھر میں باریک لباس پہننے سے منع فرمایا۔ اور کہا کہ منہ ہاتھ کے سوا تمام جسم مستور رکھنا چاہئے کیا ایسا نہیں ہوا؟

مولانا:۔

بیگم صاحبہ لے دے کر یہی ایک حدیث ہے جو ہمارے گریجویٹ بزرگ آگے لایا کرتے ہیں۔ لیکن اول تو یہ حدیث ہی پردہ سے پہلے کی ہے۔ دوسرے ستر اور حجاب میں تمیز حاصل کرنی ضروری ہے۔ ستر تو تمام جسم کا ہے۔ مگر حجاب بالخصوص چہرے کا ہوتا ہے۔

(۹) مشکوۃ شریف میں حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورت سر تا پاؤں پوشیدہ رہنے کے قابل ہے۔ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے۔

(۱۰) ترمذی ابوداؤد میں ام المومنین حضرت میمونہ کی موجودگی میں حضرت ابن مکتوم (نابینا) تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پردہ کرو۔ حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ وہ تو

Marfat.com

نابینا ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تم بھی نابینا ہو؟

(۱۱) مشکوۃ میں ہے حضرت عقبہ بن عامر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا عورتوں کے پاس آمدورفت رکھنے سے بچا کرو۔ ایک شخص نے عرض کی کہ جیٹھ دیور کے لیے کیا حکم ہے۔ فرمایا۔ وہ تو موت ہیں یعنی ان سے پردہ ایسا ہے جیسے موت سے آدمی چھپتا ہے۔

قرآن سے خلاصہ احکام پردہ

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست
سوئے قطارے کشم ناقہ بے زمام را
(اقبال)

قرآن پاک کے احکام کا مطالعہ کریں اور عورتوں کو بے حجابی کی تعلیم دینے سے باز رہیں۔ ابتداہی میں بندہ قرآن پاک کی آیات کا ترجمہ مکمل اور مفصل درج کرتا ہے اس کے بعد برق صاحب کے دلائل و براہین کر قرآن پاک کی تعلیم کی کسوٹی پر ناظرین خود پرکھ لیں کہ قرآن پاک کے کیا احکام ہیں اور برق صاحب کیا فرماتے ہیں۔

(۱) سورۂ نور پارہ ۱۸ آیت ۳۰

اے رسول! ایماندار عورتوں سے کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اپنے بناؤ سنگار کے مقامات کو کسی طرح ظاہر نہ ہونے دیں۔ مگر وہ جو خود بخود ظاہر ہو جاتا ہے۔ چھپ نہ سکتا ہو) اور اپنی اوڑھنیوں کو (گھونگٹ مار کر) اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں۔ اور اپنے شوہروں یا اپنے باپ دادا یا شوہر کے باپ دادا یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھتیجوں یا اپنے بھانجوں یا اپنی قسم کی عورتوں یا اپنی لونڈیوں یا اپنے گھر کے نوکر چاکر جو بہت بوڑھے ہونے کی وجہ سے عورتوں سے کچھ مطلب نہیں رکھتے یا وہ کم سن لڑکے جو عورتوں کے پردہ کی بات سے آگاہ نہیں۔ ان کے سوا اپنا بناؤ سنگار ظاہر نہ ہونے دیا کریں۔ اور چلنے میں اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ رکھیں کہ لوگوں کو ان کے پوشیدہ سنگار کی خبر ہو جائے۔

Marfat.com

(۲) سورۂ نور پارہ ۱۸ آیت ۵۹ '۶۰

اے ایماندارو! جب تمہارے لڑکے جلد بلوغ کو پہنچیں تو جس طرح ان کے قبل والے گھر میں آنے کی اجازت لے لیا کرتے تھے اسی طرح یہ لوگ بھی اجازت لے لیا کریں یوں خدا اپنے احکام صاف صاف بیان کرتا ہے۔ اور خدا تو بڑا واقف کار حکیم ہے اور بڑی بوڑھی عورتیں جو بڑھاپے کی وجہ سے نکاح کی خواہش نہیں رکھتیں وہ اگر دوپٹہ اتار کر سر ننگا کر ڈالیں اس میں ان پر کچھ گناہ نہیں۔ بشرطیکہ ان کو اپنا بناؤ سنگار دکھانا مقصود نہ ہو۔ اور اس سے بھی بچیں تو ان کے لیے بہتر ہے۔ اور اللہ سب کچھ جانتا اور سنتا ہے۔

(۳) سورۂ احزاب پارہ ۲۲ آیت ۵۵

عورتوں پر نہ اپنے باپ دادوں کے سامنے ہونے میں کچھ گناہ ہے نہ اپنے بیٹوں کے اور نہ اپنے بھائیوں نہ اپنے بھتیجوں اور بھانجوں کے اور نہ اپنی قسم کی عورتوں نہ اپنی لونڈیوں کے سامنے ہونے میں کچھ گناہ ہے۔

(۴) سورۂ احزاب پارہ ۲۲ آیت ۵۹

اے رسول! اپنی بیٹیوں اپنی لڑکیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ باہر نکلتے وقت اپنے چہروں اور گردنوں کا گھونگھٹ لگا لیا کریں۔ یہ ان کی شرافت کی پہچان کے لیے بہت مناسب ہے۔ تو انہیں کوئی چھیڑے گا نہیں۔

ان آیات کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ عورتوں کو کن کن کے سامنے آنا چاہئے کن کے سامنے نہ آنا چاہئے۔ بناؤ سنگار اور زینت کے مقامات کو ظاہر نہ ہونے دینا چاہئے۔ محرم اور نامحرم کے سامنے آنے میں کیا فرق ہے نامحرموں کے سامنے آنے میں گناہ ہے۔ باہر نکلتے وقت کیا احتیاط کرنی چاہئے۔ گفتگو کرتے وقت محرموں کے سامنے بھی نظریں نیچی رکھنی چاہئیں وغیرہ۔ ہم نے مکمل ترجمہ بمع حوالہ جات درج کر دیا ہے۔ سرخی پاؤڈر کچھ دیر کے بعد اڑ جاتا ہے اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ اپنا بناؤ سنگار اور زینت کے مقامات کو نامحرموں سے چھپاؤ مگر وہ جو خود بخود ظاہر ہو جائے یعنی نہ چھپ سکے کسی مرد یا عورت کے

Marfat.com

حسن کے متعلق کسی حصہ جسم سے زیادہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ چہرہ ہی ایک ایسا مقام ہے جو تمام زینت اور بناؤ سنگار کا مرکز ہے۔ اسی سے خوبصورتی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ ورنہ ایک عورت کو نقاب پہنا دیجئے اور اس کے حسن کا اندازہ لگائیں۔ زیادہ سے زیادہ اس کا قد اس کے جسم کی بناوٹ اس کا دبلا یا فربہ ہونا یا اس کی رنگت کا اندازہ لگایا جائے گا۔ مگر آنکھ، ناک، رخسار، پیشانی دانت اور منہ کے متعلق کوئی اندازہ نہیں ہو سکے گا۔

چہرہ چھپ سکتا ہے خود بخود ظاہر ہونے والی چیز نہیں اگر نقاب پہن لیں۔ برقعہ سہی ہو تو بھی چہرہ چھپ سکتا ہے۔ اگر تمام وجود پر بڑی چادر اس طرح اوڑھ لی جائے کہ تمام بدن چھپ جائے۔ اور چہرہ ننگا رہے تو بھی نامحرم پر اپنا بناؤ سنگار ظاہر ہو جاتا ہے اگر چادر کو جسم کے قریب لایا جائے۔ تو چہرہ بھی جسم کا ایک حصہ ہے سر سے چادر کو کھینچ کر چہرے کے قریب لائے گھونگھٹ خود بخود نکل آئے گا۔

''تم ان عورتوں سے نکاح کرو جنہیں تم اپنے لیے پسند کرو'' موجودہ پردے میں انتخاب اور پسند کا سوال پیدا نہیں ہوتا جو لوگ چونکہ مغرب زدہ ہیں اس لیے ان کا خیال ہے کہ بغیر دیکھنے کے عورت کو کیسے پسند کیا جائے۔ عورتوں کو تو عورتوں کے ذریعے پسند کیا جاتا ہے اگر عورت کی عادات واطوار کا اندازہ مرد لگائے تو قرآن پاک کی تعلیم کے برعکس ہے کیونکہ اہل نامحرم کے سامنے ہونا گناہ ہے۔ رشتہ ہونے سے پہلے عورتیں جا کر لڑکی کو دیکھ سکتی ہیں۔

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فان لم تجدوا ماءً فتیمموا صعیدًا طیبًا

التیمم

۱۔ تیمم کے جمیع مسائل
۲۔ موزے پر مسح کا حکم اور طریقہ
۳۔ پٹی وغیرہ پر مسح کا حکم اور طریقہ

سید ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لولیہ والسلام علی نبیہ و الہ واصحابہ

تیمّم کے حکم کی ابتداء

سوال: یہ تیمم کب سے جاری ہوا اس کا مختصر واقعہ بتادیں؟

جواب: بخاری شریف میں ایک طویل حدیث ہے جس کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس طرح فرماتی ہیں کہ ہم سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہمراہ ایک سفر میں جارہے تھے۔ جب مقام بیداء ذات الجیش پر پہنچے تو میرا ہار گم ہو گیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی تلاش کے لیے قیام فرمایا۔ یہ دونوں مقاموں میں سے جہاں ہم تھے (۱)۔ نہ ہی ہمارے پاس پانی تھا نہ ہی ہمارے ساتھ والوں کے پاس مختصر یہ کہ جب صبح ہوئی تو لوگوں کو نماز کے لیے وضو کا پانی نہ ملا اس وقت یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ مَّرۡضٰۤى اَوۡ عَلٰى سَفَرٍ اَوۡ جَآءَ اَحَدٌ مِّنۡكُمۡ مِّنَ الۡغَآئِطِ اَوۡ لٰمَسۡتُمُ النِّسَآءَ فَلَمۡ تَجِدُوۡا مَآءً فَتَيَمَّمُوۡا صَعِيۡدًا طَيِّبًا فَامۡسَحُوۡا بِوُجُوۡهِكُمۡ وَاَيۡدِيۡكُمۡ۔(۲)

یعنی اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا تم میں کوئی پاخانہ سے آیا ہو یا عورتوں کے ساتھ جماع کیا ہو اور پانی نہ پاؤ۔ تو پاک مٹی کا قصد کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس مٹی سے مسح کرو۔

تیمّم کے قواعد حدیثوں سے

سوال: ممکن ہے یہ حکم محض مقام بیداء یا ذات الجیش کے وقت کے ساتھ ہی مخصوص ہو کیا اس حدیث میں یا کسی حدیث میں مطلقاً حضور نے تیمم کا ان عذروں کی صورت میں حکم فرمایا ہے؟

جواب: جی ہاں! حضور سید یوم النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے خصائص میں اس کا اظہار فرمارہے ہیں۔ صحیح مسلم شریف حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم فضلنا علی الناس بثلث جعلت صفوفنا کصفوف الملائکة وجعلت لنا الارض کلها مسجدًا وجعلت تربتها لنا طهورًا اذالم نجد الماء۔(۳) اور یہ حدیث مشکوۃ شریف

Marfat.com

میں بھی روایت مسلم منقول ہے۔ جس کے معنی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا منجلمہ ان باتوں کے جن سے ہمیں لوگوں پر فضیلت دی گئی یہ تین باتیں ہیں۔

(۱) ہماری صفیں ملائکہ کی صفوں کی مثل کی گئیں۔

(۲) ہمارے لیے تمام زمین مسجد کر دی گئی۔

(۳) ہمارے لیے زمین کی خاک پاک کرنیوالی بنائی گئی جب پانی نہ پائیں۔

سوال:۔ اس حدیث سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ پاک زمین کی خاک پاک کرنیوالی ہے۔ لیکن تیمم کا طریقہ جو معمول ہے یہ بھی حدیث میں کہیں ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ہاں واضح طور پر پورا قاعدہ حدیث میں ہے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ایک شخص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی مجھ پر غسل فرض ہو گیا تھا اور میں نے پانی نہ پایا تو عمار رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عرض کی حضور کیا وہ واقعہ حضور کو یاد نہیں۔ کہ آپ اور میں ایک سفر میں تھے۔ تو آپ نے (بوجہ حدث کبیر) نماز نہ پڑھی۔ اور میں نے مٹی میں لوٹ کر نماز پڑھ لی۔ پھر اس واقعہ کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عمار تجھے اتنا ہی کافی تھا۔ اور حضور نے اپنے دست اقدس زمین پر مارے اور پھونک سے خاک اڑا کر چہرہ اقدس کا مسح فرمایا اور دونوں کفوں کا۔ یہ حدیث بخاری شریف میں ہے اور مشکوٰۃ میں بھی ہے۔ اصل الفاظ حدیث یہ ہیں۔

عن عمار قال جاء رجل الی عمر ابن الخطاب فقال انی اجنبت فلم اصب الماء فقال عمار لعمر رضی اللہ عنه اماتذکر انا کنا فی سفر انا وانت فاما انت لم تصل واما انا فتمعکت فذکرت ذالك للنبی صلی اللہ علیه وسلم فقال انما کان یکفیك هذا فضرب النبی صلی اللہ علیه وسلم بکفیه الارض ونفخ فیهما ثم مسح بهما وجهه وکفیه۔ (۴)

سوال:۔ دو ضربیں جو تیمم میں ہیں اس حدیث کے لحاظ سے وہ زائد ہیں اس لیے کہ ایک

Marfat.com

ضرب بھی حدیث بتلا رہی ہے؟۔

جواب:۔ اصل یہ ہے کہ محض حدیث پر عمل اسی وجہ میں مشکل ہوتا ہے کہ ہمیں تمام احادیث میسر آنا دشوار ہیں اسی وجہ سے فقہ ہمارے لئے دستور العمل ہے۔ کہ وہ تمام مجموعہ احادیث کا خلاصہ ہے۔ اب دیکھئے نا آپ کا یہ اعتراض بھی بر بنا حدیث صحیح ہے۔ اس کی تصریح دوسری حدیث سے ہے چنانچہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ حدیث فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معیت میں اس طرح مٹی سے فجر کی نماز کے لئے تیمم کیا۔ کہ اپنے ہاتھ زمین پر مار کر چہروں پر ایک بار پھیرے۔ پھر دوسری بار ہاتھ مار کر ہاتھوں کا تمام مسح بغلوں تک کیا۔ اور ہاتھوں کو اندرونی ہتھیلیوں تک کا۔ یہ حدیث ابوداؤد میں ہے اور مشکوٰۃ شریف میں بھی یہ حدیث ہے۔ اصل الفاظ حدیث یہ ہیں۔

عن عمار بن یاسر انه کان یحدث انهم تمسحوا وهم مع رسول الله صلی الله علیه وسلم بالصعید لصلوٰة الفجر فضربوا باکفهم الصعید ثم مسحوا بوجوههم مسحة واحدة ثم عادوا فضربوا باکفهم الصعید مرة اخری فمسحوا بایدیهم کلها الی المناکب والاباط من بطون ایدیهم۔

سوال:۔ اس حدیث سے بھی ایک شبہ اور بڑھ گیا۔ وہ یہ کہ تیمم میں کہنیوں تک مسح کا حکم ہے اور حدیث میں بغلوں تک کا حکم ہے۔

جواب:۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ۔ فمسحوا بایدیهم کلها الی المناکب کے متعلق علامہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہاتھ ایک عضو کا نام ہے۔ اور وہ کھوے تک ہے۔ لیکن حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھوں کا مسح کہنیوں تک کیا۔ بنا بریں حدیث سے یوں ثابت ہو گیا اور اس کا قیاس وضو پر ہے اور یہ دلیل صریح اس امر کی ہے کہ اس جگہ ہاتھوں سے مراد کہنیوں تک ہی ہے اصل عبارت مرقاۃ یہ ہے کہ حاشیہ مشکوٰۃ سے منقول ہے۔

فمسحو بایدیهم الی آخره قال القاضی البیضاوی الید اسم العضو الی المنکب وما روی انه صلی الله علیه وسلم تیمم ومسح یدیه الی مرفقیه والقیاس علی الوضوٗ

Marfat.com

دلیل ان المراد ھھنا الی المرفق۔(۵) الخ۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم مقلدوں کو جزئیات فقہ پر عمل کرنا چاہئے۔ عمل بالا حادیث ہمارے لیئے اجمالی ملتا ہے اور وہ مشکل ظاہر ہے۔ کہ ایک حکم ایک حدیث سے اجمالی ملتا اور دوسری حدیث اس کی وضاحت کرتی ہے لیکن عمل کے حلیہ کو مجمل چھوڑتی ہے پھر اس کیلئے تیسری حدیث کی ضرورت ہوگی۔ فقہاء علیہ الرحمۃ والرضوان نے یہ دشوار گذار کام ہمارے سر سے ٹال دیا ہے اور خود محنت فرما کر احادیث کا آئینہ اور عطر یا لب لباب یا خلاصہ ہمارے سامنے رکھ دیا۔ کہ آنکھ بند کر کے عمل کئے جائیں۔ اس لئے کہ ان کی تمام جزئیات درحقیقت احادیث سے ہی متفرع ہیں۔

احکام تیمّم

سوال ا:۔ تیمم کس وقت کرنے کی اجازت ہے؟

جواب:۔ جب وضو نہ ہو۔ یا غسل فرض ہو۔ پانی پر قدرت نہ ہو تو غسل کی جگہ تیمم کرے۔

سوال ۲:۔ پانی پر قدرت نہ ہو یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ پانی پر قدرت نہ ہونا کسے کہتے ہیں۔

جواب:۔ اس کی کئی صورتیں ہیں ایسی بیماری کہ وضو یا غسل کرنے سے اس بیماری کے بڑھنے یا دیر میں صحت یاب ہونے کا خوف ہو تو تیمم کرے اور یہ پانی پر قدرت نہ ہونا سمجھا جائے گا۔(٦)

سوال ۳:۔ بیماری بڑھنے یا دیر میں صحت ہونے کا خوف طبیب دلائے یا جب خود ہی خوف ہو۔ اس صورت میں بھی انسان تیمم کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مریض کو تجربہ ہو کہ جب ایسی صورت میں وضو یا غسل کیا ہے تو بیماری بڑھتی ہے۔ یا کسی مسلمان قابل حکیم نے جو فاسق فاجر نہیں کہہ دیا ہے کہ پانی کا استعمال نقصان کرے گا۔ ان دونوں صورتوں میں پانی پر قدرت نہ مانی جائے گی۔ اور تیمم جائز ہوگا۔

سوال ۴:۔ اگر خیال ہو کہ وضو سے شاید بیماری بڑھ جائے۔ یا کسی معمولی حکیم کا مشورہ ہے یا کافر فاسق نے منع کیا ہے۔ تو کیا حکم ہے؟

Marfat.com

جواب:۔ محض خیال ہے۔ خیال شدت مرض کا ہو یا معمولی حکیم یا کافر فاسق کا مشورہ ہے۔ تو تیمم پانی کے ہوتے جائز نہیں۔

سوال ۵:۔ ایک صورت یہ بھی سوال کی ہے کہ پانی کا استعمال تو مرض کو نقصان نہیں دیتا لیکن وضو یا غسل کے لئے اٹھنا اس کے لئے نقصان دیتا ہے اور حرکت اس کے مرض میں سخت مضر ہے اور پڑے پڑے کوئی وضو کرانے والا آدمی نہیں تو کیا کرے؟

جواب:۔ ایسی صورت میں عدم استطاعت علی الماء ہے لہذا تیمم جائز ہے۔

سوال ۶:۔ ہاتھ اتنے پھٹ گئے کہ خود وضو نہیں کر سکتا۔ اور دوسرا آدمی بھی نہیں ہے جو وضو کرادے تو کیا کرے؟

جواب:۔ تیمم کرلے۔

سوال ۷:۔ ایک شخص پر غسل فرض ہو گیا۔ یا اسے وضو کرنا ہے مگر جسم پر چیچک ہے کہ وضو کرنے کے اعضاء مثلاً پیر یا ہاتھ یا منہ زخمی ہے اس پر پانی نقصان دیتا ہے اب کیا کرے؟

جواب:۔ تیمم کرلے۔ اور اگر ایسا کرے تو زیادہ اچھا ہے۔ کہ زخمی عضو کے علاوہ تمام عضو دھو کر زخمی مقام پر مسح کرے۔

سوال ۸:۔ اگر اس زخم پر نمی مسح کی بھی نقصان دیتی ہو تو کیا کرے؟

جواب:۔ زخم پر باریک کپڑا رکھ کر مسح کرے۔ اور اس پر مسح ناممکن ہے تو تیمم کرے۔

سوال ۹:۔ بیمار کو گرم پانی کے استعمال کی اجازت ہے۔ یا گرم پانی نقصان نہیں دیتا۔ لیکن ٹھنڈا پانی سخت مضر ہے۔ اب کیا کرے؟

جواب:۔ گرم پانی کر کے وضو یا غسل کرے۔ تیمم محض اتنے سے عذر پر جائز نہ ہوگا۔

سوال ۱۰:۔ اگر وہ اتنا مجبور ہے کہ اسے گرم پانی میسر نہیں آتا۔ اور گرم پانی کرنے کی خود قوت نہیں رکھتا تو کیا جب بھی ضرور وضو ہی کرنا پڑے گا؟

جواب:۔ نہیں ایسے شدید مجبوری کے وقت تیمم اسے جائز ہے۔

سوال ۱۱:۔ ایک شخص کو غسل فرض ہے۔ یا وضو کرنا ہے لیکن ٹھنڈے وقت میں اسے غسل اور

Marfat.com

وضو تکلیف دیتے اور نقصان کرتے ہیں جب گرم وقت آجاتا ہے تو نہیں ایسی صورت میں کیا کرے؟

جواب:۔ اگر ٹھنڈے وقت میں وضو یا غسل نقصان دیتا ہے تو اس وقت میں تیمم کرے مگر جب نقصان نہیں دیتا۔ اس وقت وضو کرے۔

سوال ۱۲:۔ ایسی صورت میں جو نماز تیمم سے پڑھی ہے اسے دہرائے یا نہیں؟

جواب:۔ ضروری نہیں کہ دہرائے۔

سوال ۱۳:۔ ایک شخص کو سر پر پانی ڈالنا نقصان کرتا ہے۔ اب غسل کرے تو کس طرح کرے؟

جواب:۔ گلے کے نیچے غسل اور پورے سر کا مسح۔

سوال ۱۴:۔ ایک شخص جنگل میں ہے اور وضو یا غسل کرنا ہے تو کیا کرے؟

جواب:۔ ایک میل کے اندر اندر پانی تلاش کرے اگر مل جائے تو وضو یا غسل ورنہ تیمم کرے۔

سوال ۱۵:۔ تو کیا ایک میل پر اگر پانی ہے تو تیمم جائز نہیں؟

جواب:۔ ہاں۔ اگر یہ خیال ہو کہ ایک میل کے اندر پانی مل جائے گا تو تلاش کرنا ضروری ہے۔

سوال ۱۶:۔ اگر جنگل میں ایک میل تک پانی کی تلاش کئے بغیر تیمم سے نماز پڑھ لی ہو تو پھر کیا حکم ہے؟

جواب:۔ نماز پڑھنے کے بعد ایک ایک میل چاروں طرف پانی تلاش کرے اگر مل جائے تو وضو کر کے نماز دوبارہ پڑھے اور اگر نہ ملا تو وہ نماز ہو گئی۔

سوال ۱۷:۔ اگر کوئی شخص ایک ایسی جگہ بارہا جا چکا ہے کہ وہاں پانی ایک میل کے فاصلہ تک میسر نہیں آتا۔ اس تجربہ کی بنا کر اسے یقین ہے یا گمان غالب کہ میل کے اندر پانی نہ ملے گا۔ تو کیا پھر بھی پانی تلاش کرنے میں ایک میل کے اندر پھرنا ضروری ہے؟

جواب:۔ ایسی صورت میں ضروری نہیں۔

Marfat.com

سوال ۱۸:۔ لیکن اتفاق سے جب یہ نماز پڑھ چکا تو اسے معلوم ہوا۔ کہ پانی ایک جگہ قریب میں موجود ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں بھی نماز دہرائے گا؟

جواب:۔ نہیں۔ لیکن تیمم اب نہیں رہیگا یعنی اس کے بعد اگر سنت یا نفل پڑھنا چاہئے تو بغیر وضو نہیں پڑھ سکتا۔

سوال ۱۹:۔ جنگل میں ایک شخص ہے۔ اس نے ایک میل کے اندر اندر پانی تلاش کیا نہ ملا۔ تیمم کر کے نماز پڑھ لی لیکن اس کے قریب ہی ایک خیمہ تھا یا چھپر یا مکان یا کوئی آدمی۔ اس سے اس نے دریافت نہیں کیا تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر اسے معلوم ہوا کہ اس کے پاس پانی ہے یا قریب ہی کسی گوشہ میں پانی ہے۔ تو ایسی صورت میں وہ پڑھی ہوئی نماز ہو گئی یا نہیں؟

جواب:۔ اس صورت میں اس نماز کو دہرانا ضروری ہے۔

سوال ۲۰:۔ بعض پانی ایسے ہوتے ہیں کہ انہیں تبرکاً لیجاتے ہیں۔ زمزم شریف یا کسی درگاہ کا غسالہ یا کسی بزرگ کی باؤلی یا کنوئیں کا پانی کسی مریض کے لئے لے جارہا ہے اور وہ اس قدر ہے کہ وضو ہو سکتا ہے اس کے علاوہ اور پانی نہیں ہے تو کیا کرے؟

جواب:۔ اگر غسالہ ہے تو ماء مستعمل ہے تیمم کرے اور اگر زمزم ہے یا اور کوئی پانی تو تیمم جائز نہیں وضو اسی سے کرنا ہوگا۔

سوال ۲۱:۔ سفر میں ہمراہی کے پاس پانی ہے لیکن اس سے بغیر مانگے تیمم کر کے نماز پڑھ لی۔ ہو گئی یا نہیں؟

جواب:۔ تیمم ہی جائز نہ ہوا تو نماز کہاں ہوئی۔

سوال ۲۲:۔ اگر بغیر پانی مانگے تیمم سے نماز پڑھی۔ پھر خیال ہوا تو اس نے پانی مانگا اس نے نہ دیا۔ اب کیا حکم ہے؟

جواب:۔ وہ نماز ہو گئی۔

سوال ۲۳:۔ اور اگر بعد میں بھی نہ مانگا اور پہلے بھی نہ مانگا۔ اور اسے تیمم کرتے اس ساتھی نے دیکھ کر اسے پانی دیا بھی نہیں تو کیا حکم ہے؟

Marfat.com

جواب:۔ایسی صورت میں بھی نماز ہوجائے گی۔

سوال:۔ پانی تلاش کیا نہ تیمم کر کے نماز کو کھڑا ہوا تو ایک شخص نظر آیا کہ اسکے پاس پانی ہے اور غالب گمان بھی ہے کہ وہ پانی دے دیگا اب کیا کرے؟

جواب:۔ایسی صورت میں نماز توڑ کر پانی مانگ لینا چاہیے۔

سوال ۲۴:۔ایک کو غالب گمان یہ ہے کہ میل سے کچھ زیادہ فاصلہ پر پانی ہے تو کیا تیمم کر سکتا ہے؟

جواب:۔ مستحب یہ ہے کہ نماز کے آخر وقت تک تاخیر کرے اور اگر بلا تاخیر تیمم سے پڑھ لی ہے تو نماز ہوجائے گی۔

سوال ۲۵:۔اگر اتنی سردی ہو کہ غسل کرنے سے مرجانے یا نمونیہ ہوجانے کا قوی اندیشہ ہو یا نہانے کے بعد سردی میں گرمی پہنچانے کے لئے کچھ اوڑھنے کو نہیں نہ آگ ہے کہ اس سے تاپ سکے۔تو ایسی صورت میں تیمم کرے یا نہیں؟

جواب:۔تیمم کرلے جائز ہے۔

سوال ۲۶:۔ایک شخص پانی ہر طرح استعمال کرسکتا ہے مگر جہاں پانی ہے وہاں اژدھا ہے جس سے خوف ہے یا شیر ہے یا اسے اپنے لٹ جانے کا خوف ہے کہ وہاں راہزن ہیں۔یا عورت ہے اور وہاں بدمعاشوں کا مجمع ہے اسے عصمت دری کا وہاں جانے میں خوف ہے ایسی صورت میں تیمم کیا جائے یا وضو؟

جواب:۔تیمم جائز ہے۔

سوال ۲۷:۔ایک شخص جیل میں ہے اور جیل خانہ والے اسے نماز کے لیے وضو کرنے یا جنب کے لئے غسل کی اجازت نہ دیں تو کیا کرے؟

جواب:۔جس صورت میں پانی پر قدرت نہ پانے کا حکم ہے تمام صورتوں میں تیمم جائز ہوگا چونکہ یہاں بھی عدم قدرت علی الماء ہے لہٰذا تیمم جائز ہے اور قیدی کو اگر خدانخواستہ نماز سے بھی روکا جائے تو اسے اشارے سے اداء نماز کا حکم ہے۔بعد خلاصی اسے دہرائے۔

Marfat.com

سوال ۲۸:۔ جنگل ہے کنویں میں پانی نہایت عمدہ ہے مگر رسی ڈول نہیں اب کیا کرے؟

جواب:۔ تیمم کرے بشرطیکہ پانی اتنا گہرا ہو کہ اپنے صافہ یا رومال سے نہ نکال سکے ورنہ رسی اگر نہیں ہے تو صافہ کو رسی بنالے اور ڈول اگر نہیں ہے تو لوٹے یا کسی برتن سے ڈول کا کام لے۔ اور اگر کوئی چیز بھی پانی حاصل کرنے کیلئے اس سے پاس نہیں ہے تو تیمم جائز ہے۔

سوال ۲۹:۔ سفر میں پانی ہمراہ ہے مگر یہ یقین ہے کہ اگر یہ پانی خرچ کرلیا تو دور دراز تک راستے میں پانی نہ ملے گا اور پیاس سفر سے روک دے گی اب کیا کرے وضو یا تیمم؟

جواب:۔ اگر اس امر کا صحیح اندیشہ ہے کہ وہ راہ ایسی ہے کہ دور تک پانی نہ ملے گا تو تیمم جائز ہے۔

سوال ۳۰:۔ نماز کا وقت ہے اور بدن پر جو کپڑا ہے وہ اتنا نجس ہے کہ بغیر پاک کیے نماز نہ ہوگی۔ مگر پانی بھی اتنا ہے کہ وضو کرے یا کپڑا پاک کرے تو اب کیا کرے؟

جواب:۔ پہلے کپڑا پاک کرے پھر تیمم۔ اور اگر پہلے تیمم کرلیا پھر کپڑا پاک کیا تو پہلا تیمم نماز کے لئے صحیح نہ ہوگا نماز کے لئے دوبارہ تیمم کرے۔

سوال ۳۱:۔ سفر میں ایک شخص جارہا ہے راستہ میں ایک جگہ پانی کافی تعداد میں بطور سبیل رکھا ہوا ہے لیکن پانی دینے والا کہتا ہے کہ پینے کا ہے اس کو نہیں مل سکتا تو اب کیا کرے؟

جواب:۔ وہی اصول عدم استطاعت علی الماء کا یہاں بھی صادق آئے گا اس سے وضو کے لئے مانگا جائے دے دے فبہا ورنہ تیمم کرے۔

سوال ۳۲:۔ پانی تو ملتا ہے مگر قیمتاً ملتا ہے اور جس کو پانی کی ضرورت ہے اس کے پاس حوائج ضروریہ سے زیادہ پیسہ نہیں ہیں تو کیا کرے؟

جواب:۔ اگر اس کے پاس حاجت ضروریہ سے زیادہ دام نہیں ہیں تو تیمم جائز ہے۔

سوال ۳۳:۔ ریل کا سفر ہے ریل کی ٹینکی میں پانی نہیں ہے اور اسٹیشن سے اتر کر نل تک جانے میں خوف ہے یا اسٹیشن پر نل ڈھونڈھنے میں ریل چھوٹ جانے کا ڈر ہے تو اب کیا کرے؟

جواب:۔ ایک ریل چھوٹ جانے کا گمان غالب ہے تو آئندہ اسٹیشن تک انتظار کرے اور

Marfat.com

اگر آنے والے اسٹیشن تک نماز کے چلے جانے کا خوف ہے تو تیمم کرے اور نماز پڑھ لے۔

سوال ۳۴:۔ نماز جنازہ ہونے والی ہے۔ اگر وضو کرتا ہے تو نماز نہ ملنے کا خیال ہے کیا ایسی صورت میں تیمم کر سکتا ہے؟

جواب:۔ اگر میت کا ولی ہے تو وضو کر کے شریک نماز جنازہ ہو کہ اس کا انتظار لوگ کریں گے اور اگر غیر ولی ہے تو تیمم کر کے شریک ہو جائے کہ اس کا انتظار شاید نہ کیا جائے۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی ہے کہ ولی کے بلا اجازت اگر لوگوں نے نماز جنازہ پڑھ لی تو ولی دوبارہ پڑھ سکتا ہے۔

سوال ۳۵:۔ نماز جنازہ کی شرکت کس تکبیر تک شرکت مانی جا سکتی ہے؟

جواب:۔ آخری تکبیر تک اگر شریک ہو جائے تو نماز میں شرکت ہو گئی اور یہی صورت جواز تیمم کی ہے کہ آخری تکبیر بھی جب نہ ملنے کا یقین ہو تو تیمم کرے ورنہ نہیں۔

سوال ۳۶:۔ ایک میت کی نماز جنازہ تیمم سے پڑھی تھی۔ کہ دوسرا جنازہ آ گیا اس کے لئے وہی تیمم کافی ہے یا جدید؟

جواب:۔ تیمم بضرورت جائز تھا یعنی اسے نماز جنازہ نہ ملنے کا خوف تھا تو تیمم جائز تھا۔ اب یہ دوسرا جنازہ اگر آیا ہے اور اس کی نماز میں اتنی مہلت ہے کہ وضو کر سکے تو تیمم سے نہ پڑھے۔ اور اگر علی الفور نماز کو کھڑے ہو گئے تو پہلے ہی تیمم سے پڑھ سکتا ہے اور اگر اتنی دیر قبرستان میں رہا کہ جنازہ رکھا رہا۔ اور لوگوں نے وضو کیا۔ مگر اس نے نہ کیا۔ اب جب کہ نماز ہونے لگی تو خیال آیا کہ اگر وضو کرتا ہوں تو نماز نہ ملے گی۔ ایسی صورت میں دوبارہ تیمم کر کے نماز جنازہ میں شریک ہو جائے۔

سوال ۳۷:۔ کیا مسجد میں ایسا شخص جا سکتا ہے جس پر غسل فرض ہے؟

جواب:۔ ہرگز نہیں غسل کئے بغیر نہیں جانا چاہئے۔

سوال ۳۸:۔ مسجد میں غسل کو آیا لیکن ڈول رسی مسجد کے اندر ہیں اب کیا کرے؟

جواب:۔ ڈول رسی لانے کے لئے تیمم کرے اور جلد ڈول رسی لیکر باہر آ جائے۔ اس ضرورت کی وجہ میں تیمم داخلہ مسجد کا کر سکتا ہے۔ بلا ضرورت تیمم سے بھی داخلہ جائز نہیں۔

Marfat.com

سوال ۳۹:۔ اگر مسجد میں سو رہا تھا۔ اور نہانے کی حاجت ہوگئی اب کیا کرے؟

جواب:۔ آنکھ کھلتے ہی جہاں سویا تھا۔ وہیں فوراً تیمم کرے اور مسجد سے باہر نکل آئے۔ حالت جنابت میں مسجد میں ٹھہرنا بھی حرام ہے۔

سوال ۴۰:۔ عورت حیض یا نفاس سے پاک ہوئی مگر کسی سبب سے پانی استعمال نہیں کرسکتی تو نماز کس طرح ادا کرے؟

جواب:۔ عدم قدرت علی الماء کیصورت میں تیمم کرے گی اور نماز پڑھے گی۔

سوال ۴۱:۔ ایک ایسا مریض ہے کہ پانی چھوتے ہی پیشاب کے قطرات ٹپکنے لگتے ہیں تو کیا ایسی صورت میں تیمم کرلے؟

جواب:۔ تیمم کرلیا جائے۔ (۷)

(فرائض تیمّم)

سوال:۔ تیمم میں کتنے فرض ہیں؟

جواب:۔ تین فرض ہیں۔ اول نیت۔ حتیٰ کہ اگر بلا نیت تیمم کے لئے مٹی پر ہاتھ مار کر ہاتھ اور منہ پر پھیرے تو تیمم نہیں۔

دوسرے سارے منہ پر ہاتھ پھیرنا اس طرح کہ کوئی حصہ منہ کا باقی نہ رہ جائے اگر ذرا سی بھی کوئی جگہ رہ جائے گی تیمم نہ ہوگا۔

تیسرے دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرنا۔ اس میں اس کی پابندی ضروری ہے کہ کوئی جگہ بغیر مسح کے نہ رہ جائے۔

سوال:۔ پھر چار فرض کیوں نہ ہوئے۔ یعنی اول ہاتھوں کا زمین پر مارنا تاکہ وضو اور تیمم کے فرائض برابر ہو جاتے؟

جواب:۔ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وضو میں پانچ فرض رکھے جاتے چاروں تو وہی جو ہم بیان کر چکے۔ پانچواں پانی لینا۔ اور جب پانی لینے کو وہاں عدد میں نہ گنا تو یہاں مٹی کا شمار کیسے کیا جاتا۔

Marfat.com

تیمّم کا طریقہ

سوال:۔ فقہاء نے تیمم کا طریقہ کیا بتایا ہے وہ بھی صاف صاف بیان کردیں؟

جواب:۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کشادہ کر کے کسی ایسی چیز پر مارے جو زمین کی جنس سے ہو اگر زیادہ گرد لگ جائے تو جھاڑ لے اور اس سے سارے منہ کا مسح کرے۔ پھر دوسری ضرب اسی زمین یا جنس زمین پر مار کر دونوں ہاتھوں کا ناخن سے کہنیوں تک اس طرح مسح کرے کہ کہنیاں مسح میں آجائیں

بقیہ مختلف مسائل تیمّم

سوال ۱:۔ نماز جنازہ یا داخلہ مسجد یا قرآن کریم کے ہاتھ لگانے یا اذان کے لئے یا دفن میت کی غرض سے یا زیارت مزار کے خیال سے جو تیمم کیا گیا اس سے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

جواب:۔ نہیں۔ اس لئے کہ نماز اس تیمم سے ہو سکتی ہے جو پاک ہونے کی نیت یا کسی ایسی عبادت مقصودہ کے لئے ہو جو بلا طہارت جائز نہیں اور مسجد میں جانے یا مسجد سے نکلنے یا قرآن مجید چھونے یا اذان دینے کے جو کام ہیں یہ عبادت مقصودہ نہیں۔ اور ان کے لئے طہارت شرط نہیں لہٰذا ایسے تیمم سے کوئی عبادت بھی جائز نہیں۔ خواہ نفلی ہو خواہ فرضی۔

سوال ۲:۔ اگر قرآن کریم کی تلاوت کی نیت سے تیمم کیا تو کیا اس سے نماز پڑھ سکتا ہے؟

جواب:۔ ہاں پڑھ سکتا ہے لیکن سجدہ شکر کی نیت سے جو تیمم کیا ہو اس سے نماز نہ ہوگی۔

سوال ۳:۔ ایک شخص ایسا ہے جسے تیمم بھی کرنا ہے۔ اس نے دوسرے شخص کو تیمم سکھایا۔ اب اس تیمم سے وہ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ چونکہ نیت اس کی تعلیم تیمم تھی اس لئے نماز کا جدید تیمم کرے اس تیمم سے نماز نہ ہوگی۔

سوال ۴:۔ عیدین کی نماز یا اشراق و چاشت وغیرہ کے لئے اس وجہ میں جلدی سے تیمم کیا کہ وضو کرنے تک وقت ان نمازوں کے فوت ہو جانے کا خوف تھا کیا ایسے تیمم سے اور نمازیں پڑھ سکتا ہے؟

Marfat.com

جواب:۔ نہیں صرف وہی نماز پڑھ سکے گا۔

سوال ۵:۔ تو گویا عیدین کی نماز اور جنازہ کی نماز کے تیمم سے کسی صورت میں بھی فریضہ ادا نہ ہوگا؟

جواب:۔ یہ بات نہیں۔ بلکہ نیت پر موقوف ہے چنانچہ اگر کوئی ایسا ہے کہ وہ تیمم کے سوا نماز پڑھ ہی نہیں سکتا۔ اس نے اگر نماز جنازہ یا نماز عیدین کیلئے تیمم بوجہ بیماری کیا تو جب تک نقصِ تیمم نہ ہوگا فرض نماز اور دیگر عبادات صرف اس ایک تیمم سے جائز ہوں گی۔ اس لئے کہ اس کا تیمم تو بمنزلہ وضو کے ہے اور پہلی صورت میں عارضی نیت تیمم تھی۔ تو جب وہ وقت نکل گیا وہ تیمم بھی جاتا رہا۔ چنانچہ سجدہ تلاوت کیلئے اگر معذور نے تیمم کیا تھا تو اس تیمم سے وہ نمازیں پڑھ سکتا ہے۔

سوال ۶:۔ جس پر نہانا فرض ہے کیا وہ غسل کا تیمم کر کے وضو کا تیمم علیحدہ کرلے؟

جواب:۔ ضروری نہیں کہ غسل اور وضو دونوں کے لئے دو تیمم کرے بلکہ ایک ہی تیمم میں دونوں کی نیت کرلے۔

سوال ۷:۔ کیا تیمم میں بھی انگوٹھی چھلا پھرانا اتارنا ضروری ہے؟

جواب:۔ جی ہاں۔ اگر تنگ انگوٹھی ہے تو اتار لے ڈھیلی ہے پھیر لے اسی طرح چوڑیاں یا زیور ہاتھ میں ہے اس کو ہٹا کر یا اتار کر تیمم کرے۔

سوال ۸:۔ تیمم میں سر اور پاؤں پر بھی مسح کر لینا چاہئے یا نہیں؟

جواب:۔ تیمم میں سر اور پاؤں کا مسح نہیں ہے۔

سوال ۹:۔ اگر کوئی ایک ہاتھ مار کر منہ اور ہاتھوں پر مسح کرلے تو ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب:۔ نہیں۔ لیکن اگر دونوں ہاتھ مار کر ایک ہاتھ سے سارے منہ کا مسح کرلیا اور دوسرے ہاتھ سے ایک ہاتھ اور ایک ہاتھ جو باقی رہا اس کے لئے پھر ہاتھ مار کر اس باقی ماندہ ہاتھ کا مسح کرلیا تو تیمم ہو جائے گا مگر خلاف سنت ہوگا۔

Marfat.com

تیمّم کی سنتیں

سوال ا:۔خلاف سنت تیمم بتانے سے یہ یاد آ گیا کہ تیمم کی سنتیں بھی معلوم کرلیجائیں۔لہذا وہ بھی بتادیں؟

جواب:۔تیمم میں (۱) بسم اللہ کہنا سنت ہے۔(۲) دونوں ہاتھ زمین پر مارنا سنت ہے۔ (۳) دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کھلی رکھنا سنت ہے۔(۴) بعد ہاتھ مارنے کے ہاتھوں کا جھاڑ لینا اس طرح سنت ہے کہ ایک ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ دوسرے ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ پر مار کر جھاڑ دے (۵) زمین پر ہاتھ مارنا لوٹانا (۶) پہلے منہ پر ہاتھ سے مسح کرنا۔ (۷) دونوں ہاتھوں کا مسح پے در پے کرنا۔(۸) پہلے داہنے (سیجے) ہاتھ کا مسح کرنا پھر بائیں (کھبے) ہاتھ کا۔(۹) منہ کے مسح میں ڈاڑھی کا خلال کرنا۔(۱۰) ہاتھ کا مسح کرتے ہوئے انگلیوں کا خلال کرنا۔

سوال ۲:۔آپ انگلیوں کا خلال سنت بتارہے ہیں اور میں نے فرض سنا ہے؟

جواب:۔آپ نے بھی صحیح سنا ہے لیکن سمجھنے میں غلطی رہی۔صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر تیمم کیلئے غبار یا مٹی پر ہاتھ مارا ہے اور انگلیوں میں غبار پہنچ گیا ہے تو خلال اصابع سنت ہے اور اگر پتھر وغیرہ ایسی چیز پر ہاتھ مارا ہے کہ غبار انگلیوں میں نہیں پہنچا تو خلال فرض ہے۔

تیمّم کس کس چیز سے ہوسکتا ہے

سوال ا:۔جن اشیاء پر تیمم جائز ہے وہ بھی بتائیں؟

جواب:۔کلیہ قاعدہ تو اس کا یہ ہے کہ تیمم ہر اس چیز پر ہوجائیگا جو جنس زمین سے ہے۔

سوال ۲:۔کیا محض زمین سے جو چیز ہو اس سے تیمم ہوسکے گا؟

جواب:۔ہاں بشرطیکہ وہ پاک ہو منجملہ ان کے ریتا' سرمہ' چونا' ہڑتان' گندھک' پتھر، گیرو مردار سنگ' زمرد یاقوت' عقیق' فروزہ یشب' زبرجد، نیلم اور تمام پتھر خواہ سنگ مرمر ہو یا سنگ موسیٰ' سنگ سرخ ہو یا کمہرانہ سب جنس زمین سے ہیں ان پر تیمم جائز ہے۔عام اس

Marfat.com

سے کہ ان پر غبار ہو یا نہ ہو۔

سوال ۳:۔ پکی اینٹ یا چینی مٹی کے برتن پر یا دیسی مٹی کے ظروف پر تیمم جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ ہاں جائز ہے بشرطیکہ غیر جنس زمین کا پالش اس پر نہ ہو۔

سوال ۴:۔ چاندی سونا تانبہ لوہا وغیرہ دھاتیں۔ ان پر بھی تیمم جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جب تک یہ جنس زمین سے ہیں جائز ہے یعنی یہ دھاتیں جب تک محض کان سے نکلی ہوئی ہوں ان پر تیمم جائز ہے اور جب کہ یہ پگھلا دی گئیں تو اب جنس ارض سے نہیں۔ لہٰذا تیمم نہیں کرنا چاہیے۔

سوال ۵:۔ بعض لوگ گیہوں، جو چنے وغیرہ لکڑی گھاس پر تیمم کر لیتے ہیں یہ کیسا ہے؟

جواب:۔ غلہ خواہ گیہوں ہو یا جو چنا ہو یا کچھ اور لکڑی گھاس وغیرہ ان چیزوں پر اگر اتنا غبار ہے کہ ہاتھ مارنے سے ہاتھوں کو لگ جاتا ہے تو اس غبار پر تیمم جائز ہے اور صاف غلہ ہے تو تیمم نہ ہوگا۔

سوال ۶: موتی سیپ وغیرہ ان پر تیمم ہو سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ نہیں۔

سوال ۷:۔ مشک، عنبر، کافور، لوبان، گوگل، سونے چاندی کا کشتہ، فوکا دپھونکا ہوا ان پر تیمم جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ نہیں۔

سوال ۸:۔ مساجد کی پختہ دیواروں پر تیمم جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ جائز ہے۔

تیمّم توڑنے والی چیزیں

سوال ا:۔ اب یہ بتا دیں نواقض تیمم کسے کہتے ہیں؟

جواب:۔ نواقض سے توڑنیوالی چیزیں مراد ہیں تو نواقض تیمم کے معنی ہوئے تیمم توڑنے والی چیزیں

Marfat.com

سوال ۲:۔اب یہ بتائیں کہ تیمم کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے؟

جواب:۔جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے یا غسل واجب ہو جاتا ہے۔انہیں چیزوں سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ بلکہ اس میں تیمم توڑنیوالی وضو سے زائد ایک بات اور بھی ناقض تیمم ہے وہ یہ کہ وضو پر قادر ہوتے ہی تیمم ٹوٹ جائیگا۔

سوال ۳:۔تیمم وضو کے بدلے میں ہی ہوتا ہے یا غسل کی جگہ بھی ہوسکتا ہے؟

جواب:۔قرآن کریم میں وضو و غسل دونوں کے لئے تیمم کو عام کیا ہے جبکہ وضو و غسل پر قدرت نہ ہو فان لم تجدوا ماءً فتیمموا صعیداً طیباً یعنی جب تم پانی پر قادر نہ ہوسکو تو پاک مٹی سے تیمم کرو۔

سوال ۴:۔پانی استعمال کرنے پر قدرت ہے لیکن ملتا نہیں تو کیا تیمم نہیں ہوسکتا؟

جواب:۔اگر پانی استعمال کرنے پر قدرت ہوتی تو پانی نہ ملنا کیا معنی اس پانی کا نہ ملنا ہی عدم قدرت علی الماء ہے اور پانی موجود ہے لیکن استعمال نقصان کرتا ہے تو بظاہر اگر دیکھا جائے تو اس وقت وہ پانی پر قادر ہے لیکن خوف نقصان عدم قدرت علی الماء کا فائدہ دے رہا ہے یہی وجہ ہے کہ فان لم تجدوا کے معنی مفسرین نے فان لم تقدروا کے کئے کہ عدم قدرت علی الماء کا ہر جگہ اطلاق صحیح ثابت ہو جائے۔

سوال ۵:۔ایسی صورت میں تو شاید یہ بھی صحیح ہو کہ پانی سے لیکن وضو والے کے وضو کا ناکافی ہے تو عدم قدرت پانی پر مانی جائے گی؟

جواب:۔جی ہاں اگر اس قدر پانی ہے کہ وضو کے لئے کافی نہیں یعنی ایک ایک مرتبہ منہ اور دونوں ہاتھ پاؤں نہیں دھوسکتا تو وضو کی بجائے تیمم کرسکتا ہے اور اگر تیمم تھا اور پانی اس قدر جتنا کہ مذکور ہوا تو تیمم نہیں ٹوٹے گا۔

سوال ۶:۔فرض کیجئے وضو کے قابل پانی ہے بلکہ کچھ زائد ہے لیکن غسل کے قابل نہیں تو کیا کرے؟

جواب:۔غسل کا تیمم کرے وضو پانی سے کرے اور اگر غسل کا تیمم تھا اور اتنا پانی ملا کہ غسل کو

Marfat.com

ناکافی ہے تو غسل کا تیمم نہ ٹوٹے گا۔

سوال ۷:۔ ایک شخص ایسی جگہ ہے کہ اس سے پانی قریب ہے مگر جہاں پانی ہے وہ خطرہ کی جگہ ہے وہاں شیر یا سانپ یا دشمن ہے تو ایسی صورت میں کیا کرے؟

جواب:۔ تیمم کرے اور اگر تیمم ہے تو ایسے پانی ملنے سے اس کا تیمم نہ ٹوٹے گا۔

سوال ۸:۔ پانی کس قدر قریب ہوجانے سے تیمم ٹوٹ جائے گا؟

جواب:۔ اگر ایک میل کے اندر مسافر کو پانی مل سکتا ہے تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔

سوال ۹:۔ ریل میں تو بعض اوقات پانی اتنا قریب ہوتا ہے آنکھوں سے نظر آتا ہے لیکن ہمراہیوں میں پانی نہیں ہوتا ٹنکی میں بھی پانی ختم ہوجاتا ہے۔ کیا ایسی صورت میں تیمم نہیں کرسکتا؟

جواب:۔ اگر نماز کے وقت اسٹیشن پر پانی ملجانے کا یقین ہے تو تیمم ہرگز نہ ہوگا۔ اور اگر نماز کا وقت جانے کا یقین ہے تو تیمم سے نماز پڑھ لے اور اس نماز کو بعد میں دہرالے۔

سوال ۱۰:۔ ایک مریض ہے اس نے بہ سبب شدت مرض تیمم کیا مگر اب اتنا تندرست ہوگیا کہ غسل یا وضو کرسکتا ہے تو تیمم خواہ وضو کا ہو خواہ غسل کا جاتا رہا یا نہیں؟

جواب:۔ اگر وضو نقصان نہیں دیتا تو تیمم ٹوٹ گیا۔ اسی طرح اگر غسل سے نقصان نہیں ہوتا تو تیمم غسل کا ٹوٹ گیا۔

سوال ۱۱:۔ کیا ایک تیمم وضو اور غسل کا ہوسکتا ہے؟

جواب:۔ ہاں ہوسکتا ہے بشرطیکہ دونوں کی نیت کرلے۔

سوال ۱۲:۔ کسی نے غسل اور وضو دونوں کیلئے ایک تیمم کیا پھر وضو توڑنے والی کوئی چیز پائی گئی یا اس قدر پانی ملا کہ وضو کرسکے یا بیماری میں اتنی صحت پائی کہ وضو سے اب نقصان نہیں مگر غسل نقصان رساں ہے تو کیا کرے؟

جواب:۔ وضو کے حق میں تیمم ٹوٹ گیا اور غسل کیلئے وہی تیمم باقی رہا۔

سوال ۱۳:۔ سوجانے سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

Marfat.com

جواب:۔ وضو کا تیمم ٹوٹ جاتا ہے غسل کا نہیں۔
سوال ۱۴:۔ چند شخص تیمم کئے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک شخص پانی لایا اور کہا سب وضو کرلو۔ تو اب کیا حکم ہے؟
جواب:۔ اگر پانی اس قدر ہے کہ سب کے وضو کے قابل ہوسکتا ہے تو سب کا تیمم اور نماز گئی اور اگر نا کافی ہے تو تیمم نہ ٹوٹے گا مگر نماز ٹوٹ جائے گی۔
سوال ۱۵:۔ یہ کیا بات ہوئی کہ نماز ٹوٹ گئی اور تیمم نہ ٹوٹا؟
جواب:۔ اس آواز پر کہ پانی موجود ہے سب وضو کرلو۔ نمازیوں نے نیت توڑ دی اور نیت توڑتے ہی نماز گئی اور جبکہ پانی دیکھا تو وضو کو کافی نہ تھا تو اس صورت میں نماز ہی تو ٹوٹی اور تیمم بدستور رہا۔
سوال ۱۶:۔ اگر یوں کہا کہ جو چاہئے وضو کرلے تو اب تیمم رہا یا نہیں؟
جواب:۔ سب کا تیمم ٹوٹ گیا۔ اس لئے کہ ہر ایک اس پانی پر قادر ہوگیا پھر جس نے وضو کیا وہ وضو والا رہا۔ اور جب پانی ختم ہوگیا۔ تو اب پھر تیمم جائز ہوگا۔ اس لئے کہ قدرۃ علی الماء اب زائل ہوگئی۔ (۸)

موزوں پر مسح کرنے کے مسائل

سوال ۱:۔ موزوں پر مسح کرنے کی بابت کسی حدیث میں بھی تصریح ہے یا محض فقہا نے اس کے احکام تجویز کردیئے ہیں؟
جواب:۔ فقہا اپنی طرف سے کوئی حکم اختراعی نہیں بتاتے اور نہ انہیں یہ منصب، کہ بلا دلیل یا بغیر اصل کے کوئی مسئلہ من گھڑت لکھ ڈالیں موزوں پر مسح کی حدیث نہیں بلکہ احادیث وارد و صادر ہیں اور مسح کے مقام و مدت کی تصریح، اوپر مسح کیا جائے یا نیچے۔ اس کی تصریح سب حدیث سے ثابت ہے۔
سوال ۲:۔ تو حسب موقعہ ان حدیثوں کا ترجمہ ہی بتادیں؟
جواب:۔ حضرت مغیرۃ بن شعبہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موزوں پر مسح

Marfat.com

فرمایا۔ میں نے عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سہو فرمایا تو مجھے جواب میں ارشاد ہوا کہ مغیرۃ تو بھولا مجھے میرے رب نے یہی حکم فرمایا ہے اس حدیث کو امام احمد اور ابوداؤد روایت کرتے ہیں۔ دوسری حدیث ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ہے آپ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسافر کو تین دن تین رات اور مقیم کو ایک دن اور ایک رات۔ موزوں پر مسح کرنے کی اجازت دی۔ بشرطیکہ طہارت کیساتھ وہ موزوں پہنے ہوں۔ یہ حدیث دارقطنی نے نقل کی ہے۔ تیسری حدیث صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے ہیں جب ہم مسافر ہوتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین دن تین رات ہمیں موزے پہنے رہنے کا حکم فرماتے مگر جب غسل فرض ہو جائے تو اتارنے کا حکم فرماتے۔ اور پیشاب' پاخانہ اور سونے کیلئے نہیں۔ یہ حدیث ترمذی ونسائی نے نقل کی ہے چوتھی حدیث ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ موزوں پر مسح کرنا اوپر ضروری ہے تلووں پر نہیں۔ چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں اگر دین اپنی رائے سے ہوتا تو موزے کا تلا بہ نسبت اوپر کے مسح میں بہتر ہوتا یہ حدیث ابوداؤد نے نقل کی امام ہمام ابوحنیفہ النعمان رضی اللہ عنہ چونکہ کوفہ میں رونق افروز ہیں اور وہاں روافض کی کثرت تھی۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ سنی اہلسنت و جماعت ہونے کی کیا علامت ہے تو ردفقہ جعفریہ کرتے ہوئے فرمایا۔ اہلسنت کی علامت یہ ہے کہ تفضیل الشیخین وحب الختنین ومسح الخفین یعنی امیر المومنین سیدنا صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کو تمام صحابہ سے بزرگ جانے اور دونوں داماد رسول یعنی عثمان غنی اور علی رضی اللہ عنہما سے محبت رکھے اور موزون پر مسح کرے۔ پیروں پر نہیں۔

سوال ۳:۔ تو گویا جس میں یہ تین علامتیں ہوں اسے سنی سمجھ لیا جائے؟

جواب:۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ان تین باتوں میں ہی علامت سنیت منحصر ہے۔ بلکہ علامت شے میں ہوتی ہے نہ کہ شے لازم علامت۔ جیسے حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علامات وہابیہ سے ایک علامت یہ بھی فرمائی سیماھم التحلیق ان کی ایک علامت سر منڈانا ہے' تو یہ معنی نہیں کہ جو سر منڈائے اسے وہابی کہہ دیا جائے۔

Marfat.com

بلکہ چونکہ کوفہ میں روافض کی کثرت تھی امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے روافض کے مغائیر علامتیں فرما دیں۔ یہی وجہ ہے کہ سنت کو ان تین پر مختصر نہیں فرمایا۔ چونکہ روافض وضو میں پیروں پر مسح کرتے ہیں۔ اس کیخلاف آپ نے فرما دیا کہ سنی موزوں پر مسح کریگا۔ روافض سب شیخین کرتے ہیں۔ آپ نے سنی کی علامت سے تفضیل شیخین کو بتا دیا۔ روافض حضرت علی کرم اللہ وجہہ کیلئے سب کچھ درجات مانتے ہیں سنی دونوں دامادوں کو یعنی عثمان غنی اور علی رضی اللہ عنہما کو بنظر عزت دیکھتے۔ اور ان سے محبت رکھتے ہیں۔

سوال ۶:۔ موزے سے مراد یہ کپڑے کی جرابیں ہیں یا وہ خاص موزہ ہے؟

جواب:۔ کپڑے کے ان موزوں پر مسح ہو سکے گا جن میں سے پانی پار ہو کر پیر کو تر نہ کر دے۔ درحقیقت مسح کیلئے تو مسمی مشہور ہیں جو چمڑے کے ہوتے ہیں۔ یہ باریک باریک فینسی ریشمی سوتی جو موزے آتے ہیں ان پر مسح جائز نہیں۔ بلکہ جرموق یا مسمی کے متعلق بھی یہ حکم ہے کہ ان پر پاؤں دھونے کے بجائے مسح جائز ہے لیکن پاؤں دھونا افضل ہے۔

سوال ۷:۔ اس میں عورت مرد دونوں کیلئے یکساں حکم ہے یا علیحدہ علیحدہ؟

جواب:۔ دونوں کیلئے یکساں اجازت ہے لیکن جس پر غسل فرض ہے وہ موزوں پر مسح نہیں کر سکتا۔ عام اس سے کہ مرد ہو یا عورت۔

موزوں پر مسح کرنے کی شرائط

سوال ۱:۔ موزوں پر مسح کرنے کی مفصل صورتیں بتا دیں۔ کہ کب کر سکتے ہیں اور کب نہیں اور موزوں کی صفت بھی بیان کر دیں؟

جواب:۔ موزے ایسے ہوں کہ ٹخنے چھپ جائیں ایڑی موزہ پہننے والے کی کھلی نہ ہو موزہ کا تلا چپٹا ہو کہ آسانی سے چل پھر سکے۔ موزہ چمڑے کا ہو یا موزے کا تلا چمڑے کا ہو اور باقی کسی دبیز چیز کا مثل کینوس یا کرچ وغیرہ کے ادنی سوتی موزوں پر جو عام طور سے پہنے جاتے ہیں مسح جائز نہیں بلکہ وضو کے وقت انہیں اتارا جائے مقیم ایک دن ایک رات مسافر تین دن اور تین رات ایک بار پہن کر مسح کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ بیچ میں اتارا نہ ہو اور وضو کر

Marfat.com

کے پاؤں دھوکر پہنا ہو۔

سوال ۲:۔ جس طرح وضو کر کے مسمی پہننے سے پیروں پر مسح کافی ہو جاتا ہے کیا تیمم کر کے بھی مسمی پہن کر وضو کے وقت پیروں پر مسح ہو سکتا ہے؟

جواب:۔ وضو کے علاوہ تیمم طرا اگر مسمی پہنے ہیں تو بغیر تمام وضو کے مسمی پر مسح جائز نہ ہوگا۔

سوال ۳:۔ ایک دن ایک رات مقیم کے لئے اور تین دن اور تین رات مسافر کیلئے مسمی پر مسح کا حکم تو معلوم ہو گیا لیکن اسکا حساب پہننے کیوقت سے شمار کیا جائیگا یا کچھ اور بات ہے؟

جواب:۔ موزہ یعنی چمڑے کے مسمی پہننے کے بعد جو پہلا حدث ہو، اسوقت سے مدت مسح کا شمار ہے مثلاً عصر کے وقت موزہ وضو کر کے پہنا اور مغرب کے وقت پہلی بار حدث ہوا یعنی پاخانہ یا پیشاب گیا یا ریاح نکلی یا خون بہہ گیا تو اب موزہ پر یہ شخص کل مغرب تک مسح کر سکتا ہے اسی طرح مسافر تین دن تین رات کا پہلے حدث سے شمار کرلے۔

سوال ۴:۔ ایک شخص مقیم تھا اس نے بہ نیت اقامت وضو کر کے مسمی پہنے اب سفر لاحق ہو گیا تو کیا کرے؟

جواب:۔ پہلے حدث سے تین دن تین رات شمار کر کے مسح کرے۔

سوال ۵:۔ اور اگر مسافر مقیم ہو گیا تو کیا کرے؟

جواب:۔ اگر ایک رات ایک دن پورا ہو گیا ہے تو موزہ اتار کر وضو کر کے پھر پہنے اور اگر اس سے کم ہے تو ایک دن اور ایک رات پورا کرے۔

سوال ۶:۔ اگر موزہ پھٹا ہوا ہے تو مسح کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اگر پاؤں کی تین چھوٹی انگلیوں کی مقدار پھٹا ہوا ہے تو مسح جائز نہیں۔ ہاں اگر ایسا ہو کہ پھٹا ہوا تو تین انگلیوں کی مقدار ہے لیکن اس میں سے اندر کا بدن تین انگل سے کم نظر آتا ہے تو جائز ہے۔ مسح کر سکتا ہے۔

سوال ۷:۔ موزہ پھٹا ہوا تو ہے مگر ٹخنہ سے اوپر پھٹا ہوا ہے اس میں کیا حکم ہے؟

جواب:۔ ٹخنے سے اوپر کتنا ہی پھٹا ہوا ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

Marfat.com

مسح کا قاعدہ

سوال ۱:۔ مسح پر مسح کس طرح کرنا چاہیے؟

جواب:۔ وضو کر کے پیر دھونے کی بجائے داہنی ہاتھ کی تین انگلیاں داہنے پیر کی پشت کے سرے پر اور بائیں پاؤں کے پیر پر بائیں ہاتھ کی تین انگلیاں ٹخنے کی طرف کم سے کم تین انگل کی مقدار کھینچ لی جائیں تو مسح کو کافی ہیں اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ پنڈلی تک کھینچ لے۔

سوال ۲:۔ انگلیاں خواہ خشک ہوں خواہ تر؟

جواب:۔ انگلیوں کا تر ہونا ضروری ہے خواہ ہاتھ دھونے کی جو تری ہے وہی ہو۔

سوال ۳:۔ تو سر کا مسح کرنے کیلئے جو تری حاصل کی گئی تھی وہ بھی کافی ہوگی؟

جواب:۔ نہیں۔ اگر انگلیاں پہلے خشک ہو گئی تھیں پھر سر کے مسح کو تر کی تھیں اب پیروں کے مسح کے وقت پھر انگلیاں تر کرنی چاہئیں۔

سوال ۴:۔ مسح کے اندر فرض کتنے ہیں؟

جواب:۔ دو ہیں۔ اول ہر موزہ پر ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر مسح کرنا دوسرے موزے کی پشت پر مسح کرنا۔

سوال ۵:۔ اس اصول کے لحاظ سے تو اگر مسح تلوے یا ٹخنے وغیرہ کے رخ کی طرف کیا جائے تو مسح نہ ہوگا؟

جواب:۔ بے شک نہ ہوگا بلکہ وضو بھی ناتمام رہے گا۔

سوال ۶:۔ عموماً پرانے لوگوں کو دیکھا ہے کہ مسح پر تین انگلیوں کے پیٹ سے مسح کرتے ہوئے پنڈلی تک لیجاتے ہیں کیا یہ محض زاید بات ہے؟

جواب:۔ زائد نہیں بلکہ یہ طریقہ سنت ہے مسنون قاعدہ یہی ہے کہ پوری تین انگلیوں کے پیٹ سے مسح کرتا ہوا پنڈلی تک انگلیوں کو کھینچے اور اس وقت انگلیاں کھلی رہیں۔

سوال ۷:۔ اگر پنڈلی کی طرف سے پیر کی انگلیوں تک الٹا مسح کیا تو کیا نہ ہوگا؟

جواب:۔ مسح ہو جائے گا مگر خلاف سنت ہوگا۔

Marfat.com

سوال ۸:۔ مسح کرتے وقت کیا نیت کرے اور کتنی بار مسح کرے؟

جواب:۔ مسح میں نیت ضروری ہے نہ تین بار یہ مسح کرنا مسنون بلکہ ایک بار کرنا کافی ہے۔

مسح کن باتوں سے ٹوٹتا ہے

سوال ۱:۔ وہ امور اور بتادیں جن سے مسح ٹوٹتا ہے؟

جواب:۔ جن چیزوں سے وضو ٹوٹے ان سے ہی مسح جاتا رہیگا۔ یہ باتیں مسح ٹوٹنے میں اور زائد ہیں کہ مدت مسح پوری ہوتی ہے مسح جاتا رہے گا۔ اور مدت پوری ہونے سے پہلے اگر ایک موزہ بھی اتارا گیا تو مسح جاتا رہے گا۔

وضو کے دیگر اعضاء پر مسح کرنیکے مسائل

سوال ۱:۔ یہ تو موزوں پر مسح کرنے کے احکام تھے۔ اب یہ اور بتادیں کہ اعضائے وضو پھٹ گئے یا ان میں پھوڑا پھنسی یا ایسا زخم ہو گیا کہ جس پر پانی نقصان پہنچاتا ہے تو کیا کرے؟

جواب:۔ بھیگا ہوا ہاتھ اس مقام پر پھیر لینا کافی ہے اور اگر یہ بھی نقصان نہ ہو تو اس پر کپڑا ڈال کر کپڑے پر مسح کرلے اور اگر یہ بھی کرنا مضر ہو تو معاف ہے۔

سوال ۲:۔ بعض زخم ایسے ہوتے ہیں جس پر پٹی باندھنی پڑتی ہے۔ جیسے فصد یا زخم شدید تو کیا کرے؟

جواب:۔ اگر پٹی کھول سکتا ہے تو کھول کر مسح کرے اور اگر ایسی صورت ہے کہ پٹی کھولنا نقصان دہ ہے تو پوری پٹی پر مسح کرے۔

سوال ۳:۔ مسح پٹی پر کتنی بار کرے؟

جواب:۔ صرف ایک بار اس میں تین بار کی شرط نہیں۔ (۹)

سوال ۴:۔ ہڈی ٹوٹ جانے پر تختی باندھتے ہیں اور اسے ہڈی جڑنے سے قبل نہیں کھول سکتے۔ اس میں کیا حکم ہے؟

جواب:۔ اوپر سے مسح کافی ہے۔ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔ (۱۰)

Marfat.com

حوالہ جات بابت حصہ تیمّم

(۱) بخاری' کتاب الطہارۃ' باب التیمم
مسلم کتاب الطہارۃ' باب التیمم

(۲) النساء ع ۷ آیت ۴۲

(۳) مشکوۃ کتاب الطہارۃ باب التیمم
مسلم کتاب المساجد ج ۲ ص: ۲۶۵

(۴) مسلم کتاب الطہارۃ' کتاب المساجد باب التیمم ج نمبر ۲۔ بخاری تیم ۱/ ۵۰
ترمذی الطہارۃ ۱/ ۲۱' ابن ماجہ الطہارۃ ۱/ ۴۳

(۵) مشکوۃ کتاب الطہارۃ باب التیمم
مشکوۃ کتاب الطہارۃ باب التیمم

(۶) الہدیہ الفتاوی الہندیہ' کتاب الرابع' الفصل الاول ج ۱' ص ۲۸
کنز المسائل' عبدالمتین' ص۔ ۲۴' پٹنہ بہار شریف انڈیا

(۷) فتاوی رضویہ ۳/ ۳۴۴
ابوداؤد جلد اول کتاب الطہارۃ' باب التیمم۔ مسند امام اعظم' باب التیمم
عرقاۃ مسلم جلد اول ۲۳۷

(۸) مجدد الف ثانی مکتوبات امام ربانی فصل الفقہ
فطہری' ج ۳ ص ۱۰۹ ازوۃ المصنفین' دہلی

(۹) موزے اور پٹی کے تمام مسائل کے حوالہ کے لیے دیکھئے
فتاوی الہندیہ، فتاوی رضویہ، فتاوی قاضی خان، فتاوی تا تارخانیہ، ردالمحتار
مراقی الفلاح، شرح وقایہ کی کتاب التیمم، المسح علی الجبیرہ وغیرہ

(۱۰) البقرہ، آیت ۲۸۶

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استمداد از عباد الرحمٰن

اللہ کے بندوں سے مدد
طلب کرنے کا شرعی جواز

قرآن وحدیث کی روشنی میں

سیدنا غوث اعظم کی "فتوح الغیب"
کے زیر سایہ بہترین عقدہ کشائی

از

علامہ سید ابوالحسنات محمد احمد قادری رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین۔ والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم
وعلی الہ وصحبہ ابنہ الغوث الباھر السلطان محی الدین السید
عبدالقادر وعلی اولیاء امتہ اجمعین۔

کسی معاند وہابی جماعت نے ایک رسالہ شائع کیا ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو بارگاہ ایزدی میں وسیلہ ٹھہرانا یا براہ راست ان سے استمداد کرنا شرک وکفر اور بدعت ہے۔ دھوکا دہی اور تقیہ سازی تو نجدیوں کی عادت میں داخل ہے۔ چنانچہ اس اصول کو مدنظر رکھ کر رسالہ مذکورہ کے سرورق پر جلی حروف میں لفظ ''وسیلہ'' لکھ دیا ہے۔ جسکو دیکھ کر اکثر قارئین کو دھوکا لاحق ہوا ہے۔ کہ شاید اسکی اشاعت کرنیوالی کوئی ''جمعیت احناف'' ہے مگر دھوکے کی ٹٹی دھول کی یہی بٹی نہیں جاتی۔ اور بقول حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ ''نہاں کے ماند آں رازے محفل لج'' رسالہ کی اوراق گردانی سے صاف پتہ چلتا ہے کہ کسی بے ادب جماعت نے عقائد باطلہ کی تبلیغ کے واسطے حنفیت کا جامہ پہنا ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش من انداز قدرت را مے شناسم

اکثر آیات جو بتوں کے حق میں نازل ہوئی ہیں۔ ان کی تفسیر بالرائے کی گئی ہے اور ان کے مضامین اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ پر چسپاں کر کے بزرگان دین کی کھلی توہین کی گئی ہے۔ سیاق عبارت سے یہ بات الم نشرح ہے کہ اولیاء اللہ وغیر اللہ یعنی بتوں وغیرہ میں کوئی امتیاز نہیں کیا گیا۔ خدا کے دوست اور دشمن برابر سمجھے گئے ہیں۔ اہل بصیرت اور کور باطنوں کو ایک ہی صف میں کھڑا کیا گیا ہے۔ اور صریحاً قرآن مجید، حدیث شریف، اقوال ائمہ واکابر دین کے خلاف طرز عمل اختیار کر کے اپنے قارئین کی خدمت میں التماس کی گئی ہے۔ کہ:۔

''براہ مہربانی یہ رسالہ اول سے آخر تک تعصب سے الگ ہو کر بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیں پھر جب حق واضح ہو جائے تو اسکو قبول کریں۔ یہی اسکی قیمت ہے۔ ان اجری الا علی اللہ

Marfat.com

میرا اجر میرے خدا پر ہے"۔(۱)

واہ ڈھٹائی! خدا کے دوستوں اور دشمنوں کو ایک ہی نظر سے دیکھنے والا ان کے اسماء گرامی کو بغیر کسی القاب وآداب کے تحریر کرنے والا مقربین خدا کی اعلانیہ اہانت کرنے والا اوران کے وسیلہ کا منکر اپنی اس خدمت جلیلہ کے صلہ میں اجر جزیل کا امیدوار ہے؟

چونکہ گروہ ضالہ نے آیات کے حوالہ جات پیش کرتے وقت اہل اللہ اور غیر اللہ یعنی اصنام وغیرہ کے مابین کوئی افراق وامتیاز نہیں کیا۔ لہٰذا قبل اسکے کہ اصل موضوع پر خامہ فرسائی کی جائے ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اولیاء اللہ کو غیر اللہ یعنی بتوں سے تشبیہ دینے والا پکا بے دین۔ قرآن مجید اور حدیث شریف کا قطعی منکر، صراط مستقیم سے کوسوں دور اور

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کیں رہ کہ تو میروی بترکستان ست

کا مصداق ہے۔

Marfat.com

اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی شان پاک

صحیح احادیث شریف جو مشکوٰۃ شریف میں بروایت بخاری شریف آئی ہیں۔

(۱) عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ قال من عادلی ولیا فقد اذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشی احب الی مما افترضت علیہ ولا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احبہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بہا ورجلہ التی یمشی بہا ان سئلنی لاعطیتہ۔(۲)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو کوئی میرے ولی سے میرے واسطے دشمنی کرتا ہے۔ میں اس کو خبر دیتا ہوں' میرے ساتھ لڑنے کی۔ اور جن چیزوں کو میں نے اپنے بندہ پر فرض کیا ہے۔ اس سے بڑھ کر کسی محبوب تر چیز سے میری طرف میرا بندہ تقرب نہیں کرتا اور نوافل سے میرا بندہ مدام مقرب ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کو چاہنے لگتا ہوں۔ پس میں ہوجاتا ہوں اس کا کان جس سے وہ سنتا ہے۔ اور آنکھ جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اور ہاتھ جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں یقیناً اس کو دیتا ہوں''۔

اے مدعیان توحید! دیکھ لیا فرمان نبوی فداہ روحی امی وابی صلی اللہ علیہ وسلم کسی ولی اللہ سے دشمنی کرنا خدا تعالیٰ سے عداوت رکھنا ہے۔ خدا کے محبوبوں سے بغض رکھنے والو! تیار ہو جاؤ' اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ جنگ کا اعلان کر رہے ہیں۔ اور اگر ہمت نہیں تو توبہ کا دروازہ بھی بند نہیں ہوا۔ فتوبوا الی اللہ جمیعًا

خدا کے مقرب بندے کی شان دیکھنے کے لیے دیدہ دل درکار ہے۔ سپرہ چشم کی قسمت کہاں کہ آفتاب عالمتاب کی زیارت سے مشرف ہو سکے۔

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

مقرب خدا کا قرب حدیث شریف نے وضاحتہً بیان فرمادیا۔ اللہ کا بندہ جب نوافل کے

Marfat.com

ساتھ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی حاصل کرلیتا ہے۔ تو انوار الٰہی اس مقرب بندہ پر اس درجہ غالب آجاتے ہیں کہ گو بظاہر تمام افعال اس سے ظہور میں آتے ہیں مگر حقیقتاً اس کی سماعت، بصارت، ہاتھ پاؤں اللہ تبارک وتعالیٰ کے انوار صفات میں اس قدر گم ہوجاتے ہیں کہ سنتا ہے تو اللہ کی سماعت سے دیکھتا ہے تو اسی کی بینائی سے پکڑتا ہے تو اسی کے ہاتھ سے چلتا ہے تو اسی کے پاؤں سے۔ مولینا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مضمون کو نہایت عجیب پیرایہ میں ادا فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اور ان اشعار میں مولینا نے اس حدیث کی بھی ترجمانی کی ہے۔ جو ترمذی شریف میں ہے۔

(۲) کم من اشعث اغبر لو اقسم علی اللہ لابرہ (۳)

''یعنی بہت اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ بظاہر بال پریشان اور غبار آلودہ ہیں۔ اگر وہ اللہ کے بھروسہ پر قسم کھالیں، خدا کی قسم یہ کام اس طرح ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کام کو اسی طرح کر کے ان کی قسم پوری کردیتا ہے''۔

حدیث اول الذکر میں فنافی التوحید۔ فنافی الذات اور فنافی الصفات کا ذکر ہے جب اللہ کا بندہ اپنی ہستی مٹا کر فنافی اللہ ہوجاتا ہے۔ تو اس وقت اس کی مدد حقیقتاً اللہ کی ہی مدد ہوتی ہے۔ اس سے مانگنا مراد طلب کرنا فی الواقع اللہ ہی سے مدد طلب کرنا اور مراد مانگنا ہوتا ہے۔ اور اس کی محبت بعینہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی دشمنی اللہ کے ساتھ دشمنی، جیسا کہ حدیث مذکورہ میں گزر چکا۔ مَنْ عَادَلِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ۔ اولیاء اللہ کو کوئی خدا نہیں کہتا۔ فنافی اللہ ہونے کے باعث انہیں وہ قرب الٰہی حاصل ہوجاتا ہے کہ

''خاصان خدا خدا نباشند: لیکن زخدا جدا نباشند''

کا مصداق بن جاتے ہیں۔ اور ان کی قوت ذاتی نہیں ہوتی۔ بلکہ عطا کردہ الٰہی ہوتی ہے۔ جیسا کہ مولائے روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

اولیاء راہست قدرت از الہ تیر جستہ باز گرد انند ز راہ

Marfat.com

اسی موضوع پر سیدنا و مرشدنا حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

(۳) افن عن الخلق بحکم اللہ۔ (۴) اللہ کے حکم سے مخلوق سے فانی ہو جا۔ پھر آگے چل کر ارشاد فرماتے ہیں۔ فتبنوا عن الاخلاق البشریۃ یعنی بشریت کی خصلتوں سے دور ہو جائے گا۔ فلن یقبل باطنک شیئاً غیر ارادۃ اللہ پس تیرا باطن سوائے خدا کے ارادے کے اور کوئی شے ہرگز قبول نہیں کریگا۔ فحینئذ یضاف الیک التکوین وخرق العادات یعنی جب تو اپنی خودی سے فانی ہو جائے گا۔ اور تجھ میں سوائے خدا کے فعل اور ارادہ کے اور کچھ نہ رہے تو تیری طرف موجودات و کرامت کا پیدا کرنا اور خرق عادات منسوب ہوں گے۔ یعنی وہ تم کو حکم میں خوارق و کرامت کے ساتھ متصرف کر دیگا۔ فیری ذالک منک فی ظاہر العقل والحکم یعنی پھر وہ فعل تجھ سے ظاہر عقل و حکم میں دیکھا جاتا ہے۔ لیکن باطن اور نفس الامر میں خدا کا فعل ہوتا ہے۔ کیونکہ معجزہ اور کرامت فعل خدا ہی ہے کہ بندہ کے ہاتھ پر بوجہ اسکی تصدیق اور تکریم کے ظاہر ہوتا ہے۔ وھو فعل اللہ وارادتہ حقائی الباطن حالانکہ علمی نگاہ اور باطنی یقین میں وہ تکوین اور خرق عادات خدا تعالیٰ کا فعل و تصرف اور ارادہ ہے۔

☆

ہم ان مشرک گروں سے دریافت کرتے ہیں کیا تمہارے نزدیک بتوں کو بھی یہ قرب حاصل ہے؟ جو اولیاء کرام کو ان سے نسبت دیتے ہو۔ مقربین خدا کے ساتھ اس سے بڑھ کر اور کیا عداوت ہو سکتی ہے؟ کیا اقرار کے پردے میں حضور محبوب سبحانی قدس سرہ النورانی کی پاک ہستی کا انکار نہیں کر رہے؟ کیوں نہیں صاف کہہ دیتے ''ہم عبدالوہاب نجدی کے پیروکار ہیں''۔ تاکہ ہمارے اور تمہارے تنازعات کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ ہو جائے۔ حنفی اور قادری بن کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ ! جی ہم تو بزرگان دین اور بالخصوص غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے معتقد اور غلامان غلام ہیں''۔ اور جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا کہیں نام لکھا ہوا دیکھ پاتے ہیں تو جل کر راکھ ہو جاتے ہیں۔ کیا تمہاری عقیدت مندی یہاں تک محدود

Marfat.com

ہے؟ بروز جزا خدا کے سامنے کیا منہ دکھاؤ گے۔ یاد رکھو! سلطان الاولیاء کی ذات بابرکت ایک جلیل القدر ہستی ہے۔ کسی معمولی ولی کی توہین کرنے والے کا موجب حدیث شریف ذکورہ انجام بالخیر ہرگز نہیں ہوسکتا۔ سچ ہے

چوں خدا خواہد کہ پردۂ کس درد — میلش اندر طعنہ پاکاں زند

☆

بندگان خدا کی خداداد قدرت

قرآن مجید انیسواں پارہ۔ سورہ نمل۔ رکوع تیسرا۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

(۴) قَالَ يَآَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِىْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِىْ مُسْلِمِيْنَ ۝ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَ اِنِّىْ عَلَيْهِ لَقَوِىٌّ اَمِيْنٌ ۝ قَالَ الَّذِىْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّىْ (۵)

''کہا (سلیمان علیہ السلام نے) اے درباروالو! تم میں کوئی ہے کہ لے آئے میرے پاس اس کا تخت پہلے اس سے کہ وہ آویں میرے پاس مسلمان ہوکر۔ بولا ایک دیوجنوں میں سے میں لا دیتا ہوں وہ آپ کو قبل اس سے کہ آپ اپنے مقام سے اٹھیں۔ اور بیشک میں اس (اس تخت کے اٹھانے) پر توانا اور امین ہوں۔ اور بولا وہ شخص جس کے پاس تھا ایک علم کتاب کا میں لا دیتا ہوں وہ تخت آپ کو اس سے پہلے کہ پھر آوے آپ کی آنکھ آپ کی طرف۔ پس دیکھا اسکو اپنے پاس پڑا ہوا۔ تو کہا یہ میرے پروردگار کے فضل سے ہے''۔

(۶) حضرت سلیمان علیہ السلام اور بلقیس کا قصہ محتاج بیان نہیں۔ اور نہ ہی اس جگہ یہ قصہ بتلانا مقصود ہے۔ ہم تو صرف یہ بات واضح کرنا چاہتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقربین کو کتنی طاقت عطا فرمائی ہے۔ آیات کریمہ میں مالک ذوالجلال نے اپنے ایک بندہ مقرب کا ذکر فرمایا ہے۔ جسوقت بلقیس کے قاصد جو ہدیے لیکر آئے تھے۔ واپس چلے گئے' تو سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں کو مخاطب کر کے فرمایا' کیا تم میں سے کوئی ہے جو تخت بلقیس کو

Marfat.com

میرے پاس لے آوے۔ اس سے پیشتر کہ وہ مسلمان ہو کر میرے پاس آئیں۔ تو ایک جن کہنے لگا کہ میں عدالت برخاست ہونے سے پیشتر لاؤں گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس سے بھی جلد چاہتا ہوں

مفسرین کے نزدیک آصف بن برخیا وزیر حضرت سلیمان علیہ السلام کے تھے بولے کہ میں آنکھ جھپکنے سے پہلے لاتا ہوں اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کو اجازت دی۔ انہوں نے دعا مانگی۔ تخت معاً موجود ہو گیا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت اپنے سامنے دیکھا تو فرمایا یہ میرے پروردگار کے فضل سے ہے۔

صاحب موضح القرآن لکھتے ہیں۔ ''یہ (تخت) ظاہر کے اسباب سے نہیں آیا اللہ کا فضل ہے۔ کہ میرے (سلیمان علیہ السلام کے) رفیق اس درجہ کو پہنچے۔ جن سے کرامت ہونے لگی''۔

کیوں جی مفتی نجد! اولیاء زل ہست قدرت از الہ کی حقیقت سمجھ میں آئی کہ نہیں' کہیں اس بھیڑ میں قرآن مجید سے بھی انکار نہ کر بیٹھنا۔ کیا یہ انسانی طاقت ہو سکتی ہے کہ اتنی وزنی چیز کو در چشم زدن کوسوں سے اٹھا کر ایک رفیق سلیمان علیہ السلام اپنے صاحب کی خدمت میں پیش کردے۔ کیا کلام الہی اور فرمودہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تطابق تام نظر آتا ہے۔ یا آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ رکھی ہے۔

(۵) قرآن کریم۔ پارہ سولہواں پہلا رکوع۔ قال اللہ عزوجل

وَ اَمَّا الْغُلٰمُ فَكَانَ اَبَوٰهُ مُؤْمِنَیْنِ فَخَشِیْنَاۤ اَنْ یُّرْهِقَهُمَا طُغْیَانًا وَّ كُفْرًا ﴿۸۰﴾ فَاَرَدْنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَیْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّ اَقْرَبَ رُحْمًا ﴿۸۱﴾

''اور وہ جو لڑکا تھا۔ سو اسکے والدین ایماندار تھے۔ پھر ہم ڈرے کہ ان کو تنگ کرے' سرکشی اور کفر کرکے۔ پس ارادہ کیا ہم نے کہ بدلا دے ان کا پروردگار اس سے بہتر از روئے طہارت و پاکیزگی اور زیادہ قرب بلحاظ شفقت و مہربانی اپنے والدین''۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک مقرب بندۂ خدا (جس کو اللہ تعالیٰ نے رحمت اور علم وافر عطا فرمایا تھا) سے ملاقی ہوئے۔ (اکثر مفسرین لکھتے ہیں کہ وہ خضر علیہ السلام تھے) اور انکی صحبت

Marfat.com

کے واسطے روانہ ہوئے۔ تو ایک مقام پر حضرت خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو قتل کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام بولے۔

(۶) اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ۔(۶)

یعنی کیا آپ نے ایک معصوم لڑکے کو ناحق اور بلا قصاص قتل کر ڈالا۔

تو آگے چل کر خضر علیہ السلام نے اسکی تاویل میں فرمایا۔ کہ چونکہ اس لڑکے کے والدین بڑے نیک اور ایماندار تھے۔ اگر یہ لڑکا زندہ رہتا تو سرکش اور بے ایمان ہوتا۔ اور اپنے والدین کو تنگ کرتا۔ لہٰذا ہم نے اسکو قتل کر ڈالا۔ اور پھر ہم نے ارادہ کیا کہ ان کا پروردگار ان کو اس سے بہتر اور پاکیزہ نعم البدل عطا فرمادے۔ (مفسرین لکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس لڑکے کے عوض ان کو ایک لڑکی عطا فرمائی۔ جس کی نسل سے ستر پیغمبروں کا ظہور ہوا)

آں سپر راکش خضر ببرید حلق سر آنرا دنیا بد عام خلق

آنکہ جاں بخشد رو است نائب است دست اودست خداست

مفتیان نجد! ذرا خضرؑ کے الفاظ نوٹ کرلو۔ فرماتے ہیں ہم نے ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو نعم البدل عطا فرمائے۔ خدا کے لیے شرک کی مشین گن کا رخ کہیں انبیاء علیہم السلام کی طرف نہ پھیر دینا۔

(۷) وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ (۷)

"اور میں بھلا چنگا کر دیتا ہوں مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو اور میں زندہ کر دیتا ہوں مردوں کو اللہ کے حکم سے"۔

آیۂ کریمہ نے توحیدیوں کا قلع قمع کر دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صاف طور پر فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ اختیارات عطا فرمائے ہیں کہ میں کوڑھیوں کو اچھا اندھوں کو بینا اور مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں۔ صیغہ واحد متکلم یعنی لفظ میں دیکھ کر تو حاسدین کے دلوں پر ضرور چھری چل گئی ہوگی۔ خیر ان کے زخموں پر مرہم باذن اللہ لگا کر ہم ان سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ آیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے وہ لوگ جو ان کی خدمت میں برائے استمداد

Marfat.com

شفا حاضر ہوتے تھے مومن تھے یا مشرک۔ اگر مومن تھے تو بحمد اللہ آپ بھی مقبولان خدا سے استمداد کے قائل ہو گئے اور اگر مشرک تھے۔ تو آیہ کریمہ کا انکار لازم آتا ہے اور شرک کی نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کرنے سے آپ کون ہوئے؟ خیر آپ جو ہوئے سو ہوئے ہم آپ کے حق میں کچھ کہنا نہیں چاہتے۔ مگر خداوند تعالیٰ کی جناب میں دست بدعا ہیں۔

''الٰہی آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نصرانیوں سے تو بچا لیا تھا۔ اپنے پیارے نبی کو نجدیوں کی شرک گن سے بھی محفوظ رکھنا''۔

............☆............

قارئین کرام آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ اگر کوئی مقرب خدا کسی فعل کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو پورا کر دیتا ہے۔ خالص نجدیوں اور دیوبندی وہابیوں کی سمجھ کا فرق ہے یہ لوگ دراصل کرامات اولیاء کرام کے منکر ہیں۔ اور بلا وجہ اہلسنت والجماعت پر کفر و شرک کی ناپاک تہمت لگاتے ہیں۔ ہم کسی نبی یا ولی کو خالق الافعال ہرگز نہیں سمجھتے خالق الافعال خاص ذات خداوندی ہے۔ البتہ جب کوئی اس کا بندہ مقبول کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو مولائے پاک اس کی آرزو کے مطابق پورا کر دیتا ہے۔ خدا کے سوا کسی دوسرے کو مختار حقیقی اور خالق الافعال سمجھنے والا بے شک مشرک وملحد ہے اور کرامات اولیائے کرام اور ان کی خداداد روحانی قوت کا منکر بلاشبہ بے دین اور مرتد ہے۔

شقی ازلی ہونے کی وجہ سے مفتی نجد کو اگرچہ روحانی قوت تو نصیب نہیں ہوئی۔ اور باطن کے کورے ہی رہے مگر ظاہری قوت اور جسمانی طاقت تو اللہ تعالیٰ نے ضرور عنایت فرمائی ہے۔

اور یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ جملہ امور دینی و دنیوی کا فاعل حقیقی صرف ذات باری ہے۔ اب ہم مفتی صاحب سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اگر وہ اپنی دماغی یا جسمانی قوت سے کوئی اہم کام سرانجام دیں۔ مثلاً انبیاءؑ اور اولیاء کرام کی توہین میں ایک رسالہ بنام ''وسیلہ'' لکھ کر عوام کو گمراہ کریں۔ اور پھر کسی ہم عقیدہ سائل کے جواب میں یوں کہیں کہ ''صاحب یہ رسالہ

Marfat.com

میری دماغی قابلیت کا نتیجہ ہے۔ محنت شاقہ سے میں نے قلم بند کیا ہے۔ میں نے اس کے متعلق یہ کیا میں نے وہ کیا۔ وغیرہ وغیرہ''۔ تو کیا ایسی صورت میں مفتی وہاب گڑھ کا ایمان ثابت رہے گا۔ یا دامن شرک سے آلودہ ہو جائیگا۔ ان کو اپنے فتویٰ کے مطابق خود ہی زمرہ مشرکین میں داخل ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ انہوں نے متصرف حقیقی اور فاعل اصلی کا تو نام تک نہیں لیا۔ میں ہی میں کی رٹ لگاتے رہے۔ اور اگر اب بھی وہ اپنے زعم میں مومن ہیں۔ تو اہل سنت والجماعت نے کونسا جرم کیا ہے جس کی پاداش میں ان کو مشرک ومبتدع بنایا گیا ہے۔ کیا وہ اولیاء اللہ کو فاعل حقیقی سمجھتے ہیں یا مالک اصلی۔ اگر تم اپنی جسمانی طاقت سے کوئی اہم کام سرانجام دیکر اپنی طرف منسوب کر کے مشرک وکافر نہیں ہو سکتے۔ تو کیا کوئی بلا افتادہ کسی ولی اللہ کی خداداد روحانی قوت کے ذریعہ گرداب بلا سے رہائی پاکر یوں کہے۔ کہ ''فلاں بزرگ نے مصیبت میں میری امداد فرمائی اور ان کی دعا سے میری مشکل حل ہوگئی''۔ مشرک وبدعتی ہو جائے گا۔

بریں عقل ودانش بباید گریست

کور باطن نجدیو! کیا بھول گئے ہو اس مشہور معروف واقعہ کو۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے منبر نبوی پر خطبہ جمعہ پڑھتے ہوئے فرمایا۔ ''یا سارية الجبل الجبل (یعنی اے ساریہ پہاڑ کی آڑ لو)''۔ اور اپنے امیر لشکر حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو ملک نہاوند میں غائبانہ مدد فرما کر مخالفین کی جنگی چالوں سے آگاہ فرما دیا۔ اب ذرا ٹھنڈے دل سے سوچو کہ مدینہ منورہ کہاں اور ملک نہاوند میدان جنگ کہاں اور ایک لمحہ کے اندر وہ آواز سینکڑوں میلوں کی مسافت بعیدہ پر کس طرح جا پہنچی۔ اور سامعین بالمشافہ نے اس آواز کو ویسے ہی سنا جیسے حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ نے۔ مومنین کے اطمینان قلب کے لیے تو یہ ایک واقعہ ہی اس امر کا کافی ووافی ثبوت ہے کہ مقبولان خدا کیلئے قرب اور دور سے دیکھنا اور امداد فرمانا برابر ہے مگر شقی القلب کے مرض کا کیا علاج۔ ''کبھی نہ مانوں'' کی دوا تو دنیا کے کسی شفا خانے میں بھی نہیں ملے گی۔ منکرین کی مادہ پرستی اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ یورپ کی ایجادات ان

Marfat.com

کار کن ایمان بن گئی ہیں..... فرنگستان سے اگر کوئی غلط تار برقی پیغام موصول ہو۔ تو اس کو بلا تامل صحیح مان لیں گے۔ مگر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک صحیح واقعہ کا انکار کر کے نہایت بیباکانہ لہجہ میں یوں کہہ دیں گے ''جی وسیلہ واستمداد از اولیاء کا ثبوت قرآن وحدیث سے کہاں ملتا ہے''۔ اِنْ هٰذَا اِلَّا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ

وسیلہ استمداد

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَزَّوَجَلَّ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا (۸)

''اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں۔ تیرے حضور حاضر ہوں، پس اللہ سے بخشش چاہیں، اور بخشش طلب کرے ان کے لیے رسول تو بیشک وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائیں''۔

آیۃ کریمہ صاف ارشاد فرماتی ہے کہ حضور پرنور عفو غفور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ رسالت میں حاضری سبب قبول توبہ و دفع بلائے عذاب سے منکرین تو ضرور جل گئے ہوں گے کہ رب العزت تو یونہی گناہ بخش سکتا تھا مگر ارشاد ہوتا ہے؛ اگر قبول توبہ چاہتے ہو تو ہمارے پیارے کی سرکار میں حاضر ہو۔ ان کے وسیلہ سے تمہاری بخشش ہوگی۔

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ (۹)

''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر''۔ ظاہر ہے کہ رحمت سبب دفع بلا و زحمت ہوتی ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِیْهِمْ (۱۰)

''اور اللہ ان کافروں پر عذاب نہیں فرمائے گا جب تک اے محبوب آپ ان میں تشریف فرما ہیں''۔

سبحان اللہ ہمارے حضور دافع البلاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جب کفار سے بلا و عذاب دفع کرنے والے ہیں تو پھر مومنین پر تو خاص رؤف الرحیم ہیں۔

Marfat.com

وَلَوْلَا دَفْعُ اللهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ (۱۱)

''اگر اللہ تعالیٰ آدمیوں کو دفع نہ فرمائے۔ تو ہر ملت ومذہب کی عبادت گاہیں ڈھائی جائیں''۔

معلوم ہوا کہ مجاہدین واسطہ دفع بلا ہیں۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۔ (۱۲)

''یعنی اے مسلمانو! تمہارا مددگار کوئی نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے اور وہ رکوع کرنے والے ہیں''۔

یہاں اللہ اور رسول اور نیک بندوں میں مدد کو منحصر فرما دیا کہ پس یہی مددگار ہیں۔ تو ضرور یہ مدد خاص ہے۔ جس پر نیک بندوں کے سوا اور لوگ قادر نہیں۔ ورنہ عام مددگاری کا علاقہ تو ہم میں سے ہر مسلمان کے ساتھ ہے۔

قال اللہ تعالیٰ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ۔ (۱۳)

''مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ حالانکہ خود ہی دوسری جگہ فرماتا ہے''۔

مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ (کہف:26)۔ (۱۴)

''یعنی اللہ کے سوا کسی کا کوئی مددگار نہیں''۔

معالم میں ہے۔ مالھم (ای لا ھل السماوات والارض) من دونہ ای من دون اللہ) من ولی (ناصر)

''یعنی آسمانوں اور زمین والوں کا سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی مددگار نہیں''۔

وہابی صاحبو! تمہارے طور پر معاذ اللہ کیسا کھلا شرک ہے۔ کہ قرآن کریم نے خداوند تعالیٰ کی خاص صفت امداد کو رسول مقبول اور صالحین کے لئے ثابت کیا جسے قرآن ہی جا بجا فرما چکا کہ یہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کی صفت نہیں مگر بحمد اللہ اہل سنت والجماعت دونوں آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ذاتی وعطائی کا فرق سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بالذات مددگار

Marfat.com

ہے اور رسول و اولیاء اللہ کی قدرت دینے سے مددگار ہیں۔ وللہ الحمد

ان رحمت اللہ قریب من المحسنین (۱۵)

''بے شک اللہ کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے''۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ اگر اللہ کی رحمت کے متلاشی ہو تو نیکوکاروں کے سایہ میں آؤ۔

انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ (۱۶)

''یعنی اللہ نے اسے نعمت بخشی اور اے نبی تو نے اسے نعمت دی''۔

اہل نجد دیکھنا کہیں شرک کا چرکا نہ لگ جائے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آیت کریمہ کی رو سے نعمت دینے والے ہیں۔ مگر فرق وہی ذاتی اور عطائی کا ہے۔

وَ لَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۙ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝۵۹ (۱۷)

''اور کیا خوب تھا، اگر وہ راضی ہوتے خدا اور رسول کے دیئے پر اور کہتے ہیں اللہ کافی ہے۔ اب دے گا ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول بیشک ہم اللہ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں''۔

یہاں رب العزت جل وعلا نے اپنے ساتھ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی دینے والا فرمایا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی ہدایت فرمائی کہ اللہ ورسول سے امید لگائے رکھو۔ کہ اب ہمیں اپنے فضل سے دیتے ہیں۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

العقیلی والطبرانی فی الاوسط بالفظ الاول و ابن حبان والخرایطی والقضاعی وابو الحسن الموصلی والحاکم فی التاریخ بالثانی والعقیلی بالثالث کلھم عن ابی سعید الخدری والاخری للحاکم فی المستدرک عن علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

Marfat.com

حدیث شریف نمبر (۲)

لا یزال اربعون رجلًا من امتی قلوبهم علیٰ قلب ابراهیم یدفع الله بهم عن اهل الارض البلاء یقال لهم الابدال۔(۱۹)

''میری امت میں چالیس مرد ہمیشہ رہیں گے کہ ان کے دل ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے سبب زمین والوں سے بلا دفع کرے گا ان کا لقب ابدال ہوگا''۔

ابو نعیم فی الحلیة عن عبد الله ابن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه۔

حدیث شریف نمبر (۳)

لا یزالون اربعون رجلا یحفظ الله بهم الارض کلها۔(۲۰)

''چالیس مرد قیامت تک ہوا کریں گے جن سے اللہ تعالیٰ زمین کی حفاظت کروائے گا۔ جب ان میں سے ایک انتقال کرے گا۔ اللہ عزوجل اس کے بدلے دوسرا قائم فرمائے گا۔ اور وہ ساری زمین میں ہیں۔

حدیث شریف نمبر (۴)

ان الله لیدفع بالمسلم الصالح عن مائة اهل بیت من جیرانه البلاء (۲۱)

''بیشک اللہ تعالیٰ نیک مسلمان کے سبب اس کے ہمسایوں میں سے سو گھر والوں سے بلا دفع کرتا ہے''۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ حدیث روایت فرما کر اس آیہ کریمہ کی تلاوت فرمائی۔

ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لفسدت الارض۔(۲۲)

رواه عنه الطبرانی فے الکبیر وعبد الله ابن احمد ثم البغوی فے المعالم۔

حدیث شریف نمبر (۵)

مالک کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

من استغفر للمومنین والمومنات کل یوم سبعا وعشرین مرة کان من الذین یستجاب لهم ویرزق بهم اهل الارض۔(۲۳)

Marfat.com

”جو ہر روز ستائیس بار سب مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے استغفار کرے' وہ ان لوگوں میں ہو' جنکی دعا قبول ہوتی ہے' اور ان کی برکت سے تمام اہل زمین کو رزق ملتا ہے۔
الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن“۔

وہابی صاحبو! خفا نہ ہو جانا' ہم اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے۔ حضور سرور عالم ﷺ کا فرمان ہے۔ کہ اہل زمین کو نیکوں کے سبب سے رزق ملتا ہے۔

حدیث قدسی شریف نمبر (۶)

رب العزت جلا وعلا فرماتا ہے۔

انی لا ھم باھل الارض عذابا فاذا نظرت الی عمار بیوتی والمتحابین والمستغفرین بالاسحار صرفت عذابی عنھم (۲۴)

”میں زمین والوں پر عذاب اتارنا چاہتا ہوں' پھر جب میں اپنا گھر آباد کرنے والوں' میرے لیے باہم محبت رکھنے والوں اور پچھلی رات کو استغفار کرنے والوں کو دیکھتا ہوں' اپنا غضب ان سے پھیر دیتا ہوں۔ البیہقی فی شعب عن انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ تعالیٰ یقول الحدیث المذکور“۔

حدیث شریف نمبر (۷)

اذا اراد اللہ بعبد خیرا یصیر حوائج الناس الیہ۔ (۲۵)

”اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے۔ اسے لوگوں کا مرجع حاجات بناتا ہے۔ مسند الفردوس عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ“۔

حدیث شریف نمبر (۸)

فرماتے ہیں سرور انس وجان ﷺ

اذا ارادہ اللہ بعبد خیرا استعملہ علی قضاء حوائج الناس (۲۶)

”جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے۔ اس سے مخلوق کی حاجت روائی کا کام لیتا ہے۔ البیہقی فے شعب عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما“۔

Marfat.com

کیوں جی! اللہ کے بندے اسکے امر سے لوگوں کی حاجت روائی کرتے ہیں یا نہیں تعصب کی عینک اتار کر ذرا چشم انصاف وا کیجئے۔ آنکھ میچ کر مسلمانون کر مشرک و بدعتی بنا کر اپنا ایمان ضائع کر رہے ہو۔

حدیث شریف نمبر (۹)

لیس منکم رجل الا انا ممسك بمعجزته ان يقع في النار۔ (۲۷)

"تم میں سے ایسا کوئی نہیں کہ میں اس کا کمر بند پکڑے روک نہ رہا ہوں کہ کہیں آگ میں گر نہ پڑے۔ الطبرانی فی الکبیر عن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ"۔

بحمد اللہ اہل ایمان اللہ کے حکم سے توسل اور استمداد از انبیاء علیہم السلام و اولیاء عظام کے قائل ہیں۔ اور منکرین نے جو یہ استدلال کیا ہے کہ اہل سنت والجماعۃ انبیاء و اولیاء اور خداوند تعالیٰ کے مابین ایسا وسیلہ قائم کرتے ہیں جیسا کسی دنیوی بادشاہ اس کے امراو وزرا کارکنان سلطنت اور رعایا کے مابین۔ نجدیوں کا یہ خیال بالکل باطل اور عبث ہے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ہم مشیت ایزدی کے تابع ہیں۔ اور اللہ اور رسول کے امر سے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ سے توسل کرنا جائز اور برحق سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ مذکورہ آیات اور احادیث سے واضح ہو چکا۔ جب اللہ عزوجل اپنے مقبولین کی عزت افزائی فرماتے ہوئے انکو اپنی مخلوق کی حاجت روائی کا وسیلہ بنائے تو پھر اعتراض کیسا۔ اور منکرین کا حسد کرنا کیا معنی۔ مالک تعالیٰ اگر اپنے مقربین کو اعلیٰ مراتب عطا فرمائے اور پھر انہیں کے ذریعہ خلقت کی حاجات روائی کرے اور بلاو آفات رد کرے تو کیا اسکی خدائی میں کوئی فرق آجاتا ہے۔ یا اس کے غیر منتہی خزانوں میں کوئی کمی واقع ہوجاتی ہے۔ خدا جانے معلم اول کے چیلے چانٹوں کی عقل پر کیوں پردہ پڑ گیا کہ یہ لوگ خواہ مخواہ اللہ تعالیٰ اور اس کے مقرب بندگان کے معاملات میں الجھ کر اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ اس موحد اول نے بھی اللہ کے مقبول بندے کی تعظیم سے گریز کیا اور "ان علیك لعنتی الی یوم الدین"۔ کا صلہ پایا۔

Marfat.com

اور یہی حال ان لوگوں کا ہوگا۔ جو خدا کے محبوبوں کو اصنام سے تشبیہ دے کر اپنے استاد کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔

مرتدین و منکرین اولیاء اللہ کا استدلال

اکثر وہ آیات جو مشرکین اور بتوں کے بارے میں نازل ہوئی اولیاء اللہ پر چسپاں کر کے عوام کو کس طرح دھوکا دیا گیا ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے درج ذیل ہے۔

(۱) وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۝۲۶ ---- كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝۲۹ (۲۸)

مفتی نجد کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔ ”اور (بعض کافر) کہتے ہیں کہ (خدائے) رحمان بیٹیاں رکھتا ہے۔ یعنی فرشتے اسکی بیٹیاں ہیں۔ اس کی ذات (اس تہمت سے) پاک ہے۔ (فرشتے خدا کی بیٹیاں نہیں) بلکہ اس کے معزز بندے ہیں (الیٰ آخرہ)“۔

اب ہم مفتی صاحب سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ یہ آیات کریمہ اولیاء اللہ کی شان میں ہیں یا کفار کے بارے میں؟ کیا کوئی مسلمان ہے جو انبیاء یا اولیاء یا فرشتگان کو خدا کی بیٹا یا بیٹی کہتا ہو یا ان کو معبود سمجھتا ہو

قارئین دیکھ لیا ان لوگوں کا مبلغ علم۔ آگے چل کر اسی ترجمہ میں لکھتے ہیں۔ ”اور یہ (فرشتے کسی کی) سفارش تک نہیں کر سکتے۔ مگر جن کے حق میں خدا (ان کی سفارش پسند فرمائے)“۔

کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے۔ اللہ تعالیٰ تیرا شکر نجدیوں کو کسی حد تک تیرے فرشتگان کی سفارش کا تو یقین آ گیا۔ مگر تیرے مقبولوں سے ابھی تک منحرف ہی ہیں۔

کیوں صاحب! ہم بھی تو یہی کہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت ہوتی ہے جس کے باعث ان سے خرق عادات کرامات اور معجزات صادر ہوتے ہیں۔ انکی ذاتی قوت ماننے والے کو ہم بھی مشرک ہی جانتے ہیں۔

(۲) وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝۸۸ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا اِدًّا ۝۸۹ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ

Marfat.com

مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ
لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِي الرَّحْمٰنِ
عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَ عَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَ كُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾

(۱۹:۱۶)(۲۹)

ترجمہ مفتی نجد:۔اور (بعض لوگ قائل ہیں کہ خدائے رحمان بیٹا رکھتا ہے) وغیرہ وغیرہ۔

یہ آیت بھی مشرکین کے بارے میں ہے۔ حنفی نما وہابی ثابت کریں کہ کبھی کسی مسلمان نے کسی ولی یا نبی کو خدا کا بیٹا کہا ہو یا اس کو معبود سمجھا ہو۔

(۳) قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾ (۳۰)

ترجمہ مفتی نجد:۔اے پیغمبر! ان لوگوں سے کہہ دو کہ خدا کے سوا جن (معبودوں) کو تم (شریک خدا سمجھتے ہو) ان کو بلا دیکھو۔ تو یہ (تمہارے معبود) نہ تو تم سے تکلیف دور کر سکیں گے۔ اور نہ بدل سکیں گے۔ یہ لوگ جن کو مشرکین (حاجت روا سمجھ کر بلاتے ہیں) وغیرہ وغیرہ الی آخرہ۔

مفتی نجد کی وہابیت میں تو کلام نہیں۔ مگر ہیں صاحب تدبر۔ دبے الفاظ میں اس امر کی تصدیق بھی کر گئے کہ آیات مندرجہ بتوں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ اور کسی کو سر بھی نہ ہونے دیا۔ کیا کریں۔ آخر مجبور ہیں۔ ضد کا معاملہ اور روزی کا سوال ہے۔ مفتی جی ہیں تو وسیلہ کے منکر۔ مگر وسیلہ کے بغیر گزارہ بھی نہیں چل سکتا۔ اولیاء کرام کی جماعت نہ سہی۔ ان کی مخالفت کو ہی ذریعہ معاش بنا رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قربان! جسکو روزی دیتا ہے۔ اپنے مقرب بندوں کی طفیل ہی عنایت فرماتا ہے۔

مفتی نجد نے مذکورہ آیت میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ انبیاء یا اولیاء سے توسل کرنا شرک ہے۔ مگر ملاحظہ فرمایئے۔ اس آیت کے تحت صاحب موضح القرآن کیا فرماتے

Marfat.com

ہیں۔" یعنی جن کو کافر پوجتے ہیں۔ وہ آپ ہی اللہ کی جناب میں وسیلہ ڈھونڈتے ہیں۔ کہ جو بندہ بہت نزدیک ہو اس کا وسیلہ پکڑیں۔ اور وسیلہ سب کا پیغمبر ہیں۔ آخرت میں انہیں سے شفاعت ہوگی"۔

مفتی جی! شرم تو نہیں آئی۔ اب گورنمنٹ سے درخواست کر کے صاحب موضح القرآن کی زبان بندی کرائیے۔ ورنہ شرک کی تھوک فروشی کا سلسلہ بند ہو جائے گا۔

(۴) وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ الی آخرہ (۳۱)

ترجمہ مفتی نجد:۔ اور (مشرکین) خدا کے سوا ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔ جو ان کو نہ نقصان ہی پہنچا سکتی ہیں۔ اور نہ ہی ان کو فائدہ دے سکتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔

نجدی صاحب کا خدا بھلا کرے۔ خود ہی اقرار کر لیا۔ کہ یہ آیہ کریمہ مشرکین کے بارے میں ہے لفظ مالغۃً غیر ذوی العقول کے لیے موضوع ہے جس سے اصنام مراد ہیں۔ مگر نجدی ملا نے از راہ خبث باطن انبیاء و اولیا کو ہی اس کے افراد میں داخل کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

(۵) قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ ...... الی آخرہ (۳۲)

ترجمہ مفتی نجد:۔ (اے پیغمبر ان لوگوں سے) کہو بھلا دیکھو تو سہی خدا کے سوا جن (معبودوں) کو تم پکارتے ہو۔ اگر خدا مجھے کوئی تکلیف پہنچانی چاہے تو کیا یہ (معبود) اس کی (بھیجی ہوئی) تکلیف کو دور کر سکتے ہیں۔

اس جگہ بھی وضاحت کے ساتھ مفتی وہاب گڑھ نے لکھ دیا' کہ تدعون من دون اللہ سے مراد خدا کے سوا جن معبودوں کو تم پکارتے ہو۔ اور اولیاء اللہ سے مراد تو خدا کے مقربین اور محبوبین ہی ہے۔ ان کو نعوذ باللہ معبود تو کوئی مسلمان نہیں سمجھتا۔ اولیاء اللہ پر ایسی آیات چسپاں کرنا صریحاً بے ایمانی ہے۔

(۶) وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ

Marfat.com

کٰفِرِیْنَ ۞ (سورۂ احقاف) (۳۴)

ترجمہ مفتی نجد:۔ اور اس سے بڑھ کر گمراہ کون ہے۔ جو خدا کے سوا ایسے معبودوں کو پکارے۔ جو روز قیامت تک اسکو جواب نہ دے سکیں۔ اور جواب دینا تو درکنار ان کو تو ان کی دعا تک کی بھی خبر نہیں۔ اور جب قیامت کے دن لوگ حساب کے لئے جمع کئے جائینگے۔ تو یہ معبود ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی پرستش سے انکار کریں گے۔

بے حیا باش ہر چہ خواہی کنی۔ مفتی صاحب ذرا تفاسیر اٹھا کر دیکھ لیتے۔ کن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ تو جلالین ہی ملاحظہ ہو۔

تفسیر جلالین مطبوعہ بمبئی (مطبع فتح الکریم) ومن استفهام بمعنی النفی ای لا احد اضل ممن یدعوا (یعبد) من دون الله (غیره) من لا یستجیب له الی یوم القیامة وهم (الاصنام لا یجیبون عابدهم الی شیٔ یسالونه ابدا) عن دعائهم (عبادلهم) غافلون (لانهم جماد لا یعقلون) واذا حشر الناس کانوا لهم کافرین (جاهدین) (۳۴)

یعنی اس شخص سے بڑھ کر کوئی گمراہ نہیں' جو اللہ کے سوا ایسے بتوں کی عبادت کرتا ہے' جو اپنے عابدین کو کبھی بھی جواب نہیں دیں گے۔ اور وہ (اصنام) ان کی (بت پرستوں کی) عبادت سے بے خبر ہیں۔ کیونکہ وہ (بت) پتھر کی بے سمجھ مورتیاں ہیں۔ جب لوگ بروز حشر جمع کئے جائیں گے' تو وہ پتھر کے بت اپنے پجاریوں کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت سے صاف انکار کریں گے۔

مفتی نجد:۔ اس مایۂ علم پر ناز کرتے ہو' کوئی جاہل سے جاہل بھی اس آیہ کریمہ کو اولیائے کرام کے حق میں بطور حوالہ پیش نہیں کر سکتا۔ لیلی نجد کی محبت نے علم دریافت' حیا و غیرت سب کا صفایا کر دیا۔ اگر ذرہ برابر حیا ہو تو ان آیتوں کا مصداق انبیائے کرام و اولیائے عظام کا ہونا ثابت کرو۔ ورنہ گندے نالہ میں ڈوب مرو۔

وہابیوں کے گرو گھنٹال کا مبلغ علم

آیات مذکورہ میں الفاظ دعا۔ تدعون۔ وغیرہ کے من گھڑت معانی بتلا کر عوام کو دھوکا دیا

Marfat.com

گیا ہے کہ اولیاء کے معنیٰ اصنام کے ہیں۔ان کو پکارنا اور ان سے مدد طلب کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ بتوں سے۔ہم ان وہابی کیش مفتیوں سے استفسار کرتے ہیں کہ وقت بعثت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کتنے صحیح العقیدہ مسلمان تھے جو انبیاء علیہم السلام اولیائے کرام سے توسل کرتے اور ان سے استمداد کے قائل تھے۔کیا خانہ کعبہ جو سرور دو جہاں رحمت عالمیان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل آج بیت اللہ نظر آتا ہے۔خانہ اصنام نہ تھا؟ کیا یہ آیات لات منات عزیٰ وغیرہ کے پجاریوں کے بارے میں نازل نہیں ہوئیں؟ آخر شرم وحیا بھی کچھ چیز ہے۔آیات کے معانی میں تحریف وتصریف کرنا پرلے درجے کی غداری اور بے ایمانی ہے۔تفسیر جلالین، مدارک، معالم التنزیل وغیرہ اٹھا کر دیکھئے۔لفظ یدعوا کے معنی یعبدوا اور دعائھم کے معنی عبادتھم لکھے ہیں یا نہیں؟

قرآن مجید میں الفاظ دعا، یدعوا اور تدعوا وغیرہ کے چھ معنی مراد ہیں۔

(۱) عبادت۔ولا یدع مع اللہ الھا اخر (۳۵)

(ii)۔لا یدع من دون اللہ

(۲) استعانت۔وادعوا شھدائکم من دون اللہ (۳۶)

(۳) سوال۔ادعونی استجب لکم

(۴) قول وکلام۔دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ (سورہ یونس رکوع ۱) (۳۷)

(۵) نداء۔يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ (۳۸)

(۶) تسمیہ پکارنا۔لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا (۳۹)

ذیل کی آیات پیش کر کے ہم منکرین سے پوچھتے ہیں۔کہ ان میں دعا۔یدعوا کے وہی من گھڑت معنی استمداد کے لیے جائیں گے۔جو تم نے آیہ ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ (۴۰) سے استنباط کئے ہیں۔ملاحظہ ہو۔

وَيٰقَوْمِ مَا لِيْۤ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ تَدْعُوْنَنِيْۤ اِلَى النَّارِ ؕ (۴۱)

Marfat.com

(۲) اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا ۝ فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا ۝ (۴۲)

(۳) وَاللّٰهُ یَدْعُوْۤا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ (سورہ یونس:25) (۴۳)

(۴) اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآىِٕهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ (سورۂ احزاب:5) (۴۴)

(۵) فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَ ۝ (سورۂ علق:17-18) (۴۵)

(۶) فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ یَسْتَجِیْبُوْا لَهُمْ (سورۂ کہف:52) (۴۶)

(۷) یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ (سورۂ بنی اسرائیل:71) (۴۷)

(۸) وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَی الْهُدٰی (سورۂ کہف:57) (۴۸)

دیکھیے ان تمام مقامات پر لفظ دعا کے معنی مختلف ہیں اور غیر ممنوع۔ کیا یہ دعا بھی لا تدع من دون اللہ اور ومن اضل ممن یدعوا من دون اللہ میں شامل ہے یا نہیں ہرگز نہیں۔ مخالفین مفسرین لفظ یدعوا تدع۔ ندعوا کے معنی ہر جگہ ندا لغیر اللہ لکھا ہے۔ اور اگر یہ معنی صحیح تسلیم کر لئے جائیں تو مفتی نجد کے اس فتویٰ کے مطابق کوئی فرد بشر بھی شرک سے نہیں بچ سکتا۔ کیونکہ یہ عرب کا دستور العمل ہے کہ ایک دوسرے کو یا زید یا عمر کہہ کر پکارتے ہیں۔

ہم مفتی وہاب نگر سے دریافت کرتے ہیں۔ کہ ان کے مکان کو کسی وجہ سے مثلاً گھر کے چراغ سے آگ لگ جائے اور وہ خدا کا دروازہ چھوڑ اہل محلہ کو امداد کے لئے پکاریں تو کیا مفتی کا ایمان ثابت رہا یا مشرکین کی جماعت میں داخل ہو گئے۔ وہ اپنے رسالہ کے استدلال کی رو سے خاصے پکے مشرک ہو گئے۔ کیونکہ انہوں نے دو جرموں کا ارتکاب کیا۔ (۱) غیر اللہ کو پکارا۔ لا تدع من دون اللہ (۲) ان سے مدد کا مطالبہ کیا۔ شاید مفتی صاحب اپنے تئیں مومن ثابت کرنے کی غرض سے یہ حجت پیش کریں۔ بھائی ہم نے ان لوگوں کو خدا کا شریک یا معبود تو نہیں سمجھا۔ ہرگز نہیں۔ وہ بھی تو مقبولان خدا کی خداداد روحانی قوت کے قائل ہیں۔ اگر تم اہل دنیا کی مدد حاصل کر کے مشرک نہیں ہو سکتے۔ تو وہ اہل اللہ سے استمداد کر کے کس طرح مشرک و بدعتی بن جائیں گے۔

نوٹ:۔ مخالفین کے باقی حوالہ جات اور استدلال کو اسی پر قیاس کر لیں۔

Marfat.com

وظیفہ

امداد کن' امداد کن' از بند رنج وغم آزاد کن
در دین ودنیا شاد کن' یا غوثِ اعظم دستگیر

اور

مخالفین کی تلملاہٹ

مخالفین نے وظیفہ مذکور کی تردید میں فتوح الغیب کا ایک حوالہ نقل کیا ہے۔ جو مندرجہ ذیل ہے۔

(۴۹) لما مرض رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرضہ الذی مات فیہ قال لہ ابنہ عبد الوھاب رضی اللہ عنہ اوصنی یاسیدی بما اعمل بہ بعدك فقال علیك بتقوی اللہ ولا تخف احدا سوی اللہ ولا ترج احدا سوی اللہ وکل الحوائج الی اللہ ولا تعتمد الا علیہ واطلبھا جمیعا منہ التوحید اجماع الکل۔(۴۹)

"جب حضرت (غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ) ایسی مرض میں مبتلا ہوئے جس سے جانبر نہ ہو سکے۔ آپ کے لڑکے عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی' کہ اے میرے آقا! مجھے وصیت کیجئے جس پر میں آپ کے بعد عمل کروں تو فرمایا: "خدا سے ڈریو اور خدا کے سوا کسی دوسرے سے مت خوف کیجیو اور خدا کے سوا کسی سے امید مت رکھیو اور اپنی سب حاجتیں خدا کے سپرد کریؤ اور اس کے سوا کسی پے اعتماد نہ رکھیو۔ اور سب کچھ اسی سے مانگیو توحید کو مضبوط پکڑیو اسی پر سب کا اجماع ہے"۔

سیدی ومولائی حضور پرنور غوث الثقلین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فرزند ارشد سیدی ومولائی مولینا عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ کو جو وصیت ارشاد فرمائی۔ وہ من وعن قبول' لیکن کشتہ لیلیٰ نجد کو یہ خبر نہیں کہ یہ وصیت ان حضرات کیلئے ہے جو کشتہ خنجر تسلیم ورضا' اور ذوق مئے توحید سے سرشار ہیں جن کے فلک بوس نعرہ ہائے لاموجود الا ہو' لامقصود الا ہو' لامطلوب الا ہو' سے فضائے چرخ نیلوفری گونج رہی ہے' عالم میں ذات واحد کو متصرف بالذات اعتقاد کرتے ہوئے جملہ

Marfat.com

ذرات عالم کو فانی سمجھ چکے ہیں، یعنی باقی باقی فانی فانی کا وظیفہ ورد جان وخبان ہے، نہ ان عبدالدنیا والدرہم کے لئے کہ پیکر حرص و آز بنے ہوئے ہیں طلب زر اور لقمہ تر کیلئے کفار کی چاکری وغلامی کریں۔ خلاف شرع امور کا ارتکاب و اقتراف کریں۔ اور اپنی ملازمت ونوکری کو حیات مستعار کا جزو لاینفک اعتقاد کریں۔ گھر میں آگ لگے تو آتش زن مشین کے ذریعہ اپنی لگی بجھائیں۔ اس وقت خدا کا قاضی الحاجات ہونا بھول جائیں۔ بیمار ہوں، کسی علت میں مبتلا ہوں، تو طبیبوں اور ڈاکٹروں کے آستانوں پر جاکر دروازہ کھٹکھٹائیں۔ ان کی ہدایت کے موافق جڑی بوٹی خاک دھول کھائیں پئیں۔ ان کو دافع البلا' قابض' قبض کشا' مسہل ومقوی دل ودماغ قاطع مہلک نافع ضار' مصفّی' وغیرہ جو خاص اسم فاعل کے صیغے ہیں، بلا تامل بولیں سمجھیں، اور شرک کی ہوا تک نہ لگے۔ اور اللہ والے عشق محبوبان خدا کے متوالے ان جڑی بوٹی نباتات وجمادات کو اگرچہ بیکار وعبث نہیں سمجھتے۔ ضرور ان کو بھی قضاء حوائج ودفع آلام وتکالیف کیلئے اسباب مخلوقہ تصور کرتے ہیں۔ لیکن انبیاء ورسل صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہم اور ان کے سچے نیاز مند ومطیع فرمان حضرات اولیاء الرحمٰن کو بھی بحیثیت اشرف المخلوقات ہونے کے دافع البلا والوباء والقحط والمرض والآم سمجھتے اور ان کی روحانی قوت کو دفع بلا کیلئے سبب استفادہ کرتے ہیں۔ اگر نباتات وجمادات سے استمداد اور استعانت علی وجہ الاسباب جائز ہے تو انبیائے کرام اولیائے عظام سے استعانت واستمداد عندالحاجات بلاشک وشبہ جائز ہیں بلکہ افضل واولیٰ ہے۔ جو جڑی بوٹی سے استمداد کرے اس کو نافع ضار وقاتل ومہلک اعتقاد کرے اور انبیاء واولیا سے کشف شداید، دفع مصائب میں استمداد کو ناجائز وشرک وضلالت وبدعت بتائے وہ یقیناً جڑی بوٹی وغیرہ مادی اشیاء کو انبیاء واولیاء سے بہتر وبزرگ تر ونافع تر سمجھتا ہے۔ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔ اگر یہی ذہانت ہے تو اللہ رحم فرمائے۔ فرمایئے شیدائے لیلیٰ نجد کچھ سمجھ میں آیا؟

ہاں ہاں! اگر سچے ہو اور غیر خدا سے توسل وتشفع مدد ونصرت طلب کرنے کرانے کو مطلقاً شرک وبدعت سمجھتے ہو تو آج ہی سے ترک دنیا کر کے کسی پہاڑ کی غار میں جاکر بیٹھ جاؤ۔ معطی

Marfat.com

حقیقی رازق مطلق تم کو وہی رزق پہنچائے گا۔ ناحق ملازمت کی زحمت گوارا کر کے شرک کی اوڑھنی اوڑھے پھرتے ہو۔ کافروں کی غلامی کر کے اپنا دوزخ بھرتے ہو درد شکم ہو تو کیوں ڈاکٹر یا طبیب کی خوشامد کرتے اور گھاس پھونس سے استمداد کرتے ہو شادی کرنے کی بھی کیا ضرورت تھی؟ آپ ہی بچے پیدا ہوتے چلے جاتے۔ کاشت کاری میں بیج بونے اور آبپاشی کی کیا حاجت تھی۔ کیا پروردگار عالم بغیر اسباب یہ تمام چیزیں یہ جملہ بلائیں اور علتیں دور فرمانے پر قادر نہیں ہے۔ یقیناً وہ قادر علی الاطلاق ہے۔ جملہ ممکنات تحت قدرت ہیں۔ لیکن نجدیو! بے خردو! تعصب وعداوت سے باز آؤ اہل اللہ کا دامن پکڑو اور خوب سمجھ لو کہ یہ عالم عالم اسباب ہے۔ یہاں کے تمام افعال اسباب کے ساتھ مربوط ہیں۔ فاعل حقیقی، معطی حقیقی، نافع، دافع، رافع، قابض، باسط، محی ومميت بالذات وبالاستقلال ایک اللہ کی ذات ہے۔ لیکن کہا یہی جائیگا۔ کہ زید نے بکر کو مار ڈالا، سنکھیا نے نجدی کو ہلاک کر ڈالا، فلاں مرض کو فلاں دوا نے نفع دیا، سقمونیا مسہل ہے زہر قاتل ہے، روٹی بھوک کی دافع ہے، پانی پیاس بجھاتا ہے، جب یہ کہنا، بولنا، لکھنا شرک نہیں تو محبوبان خدا کی روحانیت کو کشف شدائد ودفع مصائب کیلئے سبب وذریعہ سمجھنا کیونکر شرک ہو سکتا ہے۔

اگر اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا شرک ہوتا، تو سلطان الاولیاء پیران پیر دستگیر رحمۃ اللہ علیہ ہرگز ہرگز یہ حکم صادر نہ فرماتے

اذا سئلتم اللہ فاسئلو ابی (۵۰)

"جب خدا سے سوال کرو، تو میرے وسیلہ سے سوال کرو"۔

فتوح الغیب مقالہ سادس مطبوعہ مصر ۱۰۹ برحاشیہ بہجۃ الاسرار

وھو قولہ جل وعلی فی بعض کتبہ یا ابن ادم انا اللہ الذی لا الہ الا انا اقول للشی کن فیکون اطعنی اجعلك تقول للشیء کن فیکون (۵۱)

"یعنی حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتب میں فرمایا ہے کہ اے ابن آدم میں خدا ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں کسی شے سے کہتا

Marfat.com

ہوں' ہو جا وہ ہو جاتی ہیں۔ اور تو میری اطاعت کر' میں تجھے ایسا کروں گا۔ کہ تو کسی شے سے کہے گا' ہو جا تو وہ ہو جائے گی''۔

کوئی بے ادب نجدی یہ خیال نہ کرے۔ کہ حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان (نعوذ باللہ) خلاف شرع ہے۔ حضور نے اس صحیح حدیث قدسی کی ترجمانی فرمائی ہے۔ جو ہم نے رسالہ ہذا کے صفحہ ۲ و ۴ پر درج کی ہے۔ اور جس کا مضمون حضرت مولینا روم رحمۃ اللہ علیہ نے یوں ادا کیا ہے۔

ایں سخن حق است باللہ مے شود | اللہ اللہ گفتہ اللہ مے شود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود | گفتۂ او گفتہ اللہ بود

وہابیوں کی نئی چال

حدیث شریف بروایت طبرانی حصن حصین میں ہے۔

وان ارادعونا فلیقل یاعباد اللہ اعینونی یاعباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی (۵۲)

''اگر کوئی بندگان خدا یعنی اولیاء اللہ سے مدد لینا چاہے' تو تین باریوں کہے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو''۔

حدیث مذکورہ نقل کر کے عقل کے اندھے نجدیوں نے اسکے نیچے ایک نوٹ لکھا ہے۔ مبلغ ایک سو روپیہ کا نقد انعام اس مشرک کو دیا جائے گا جو یہ ثابت کرے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں' کہ اگر کسی مسلم کو مخاطب کیا جاتا۔ تو وہ ضرور اس حدیث کی صحت کا ثبوت پیش کرتا۔ بھلا مشرکین کو علم حدیث وفقہ سے کیا تعلق بہر کیف نقد یکصد روپیہ بچانے کیلئے اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی ہے ہم دعوے سے کہتے ہیں۔ کہ اگر کوئی وہابی بے دین اس حدیث کو غلط یا موضوع یا کم از کم ضعیف ہی ثابت کر دے تو اس کو مبلغ ایک سو تین روپیہ چہرہ شاہی کا نقد انعام یعنی نجدیوں کے مقرر کردہ انعام سے تین روپیہ زائد دیا جائے گا۔ (خواہ وہ کسی غیر اللہ سے یہ رقم وصول کرتے ہی

Marfat.com

مشرک ہو جائے)

وہابیوں کا فتویٰ

''مقربین خدا سے مدد مانگنے والے یا ان کو خدا کی جناب میں وسیلہ ٹھہرانیوالے سب مشرک و بدعتی ہیں''۔

ہم اس فتویٰ کی بفضل ایزدی متعال مکمل تردید کر چکے ہیں۔ اور اب بھی کوئی ہٹ دھرم نجدی اس ضد پر اڑا رہے اور شرک و بدعت کی ڈگڈگی پیٹتا جائے۔ تو ہم اس کو بتلانا چاہتے ہیں۔ کہ مفتیان نجد کے اس فتویٰ کی رو سے کتنے جلیل القدر اکابر دین قلعہ وہاب گڑھ کی کفر و شرک کی مشین گن کی زد میں آجاتے ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیے۔

استمداد کرنے والے اصحاب کی فہرست

(۱) ایک نابینا صحابی کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے بینا ہو جانا:۔

صحیح حدیث شریف جس میں رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نابینا کو حصول بینائی کیلئے دعا سکھائی۔ کہ بعد نماز یوں کہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰی لِیْ۔ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ۔ (۵۳)

''اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں' اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں' بوسیلہ تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے جو نبی رحمت ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں' کہ میری حاجت روا ہو' الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما''۔

اس حدیث شریف کو قریباً آٹھ ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے۔ اور ابو نعیم اور بیہقی کی روایت میں اتنا زیادہ آیا ہے۔ فقام وقد ابصر ببرکة محمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی وہ نابینا صحابی اٹھ کھڑا ہوا۔ اور اس کی آنکھیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے منور اور روشن ہو گئیں۔

Marfat.com

(۲) شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں ایک ختم حاجت روائی کیلئے یوں نقل کرتے ہیں۔ اول دو رکعت نفل بعد ازاں ایک سو گیارہ بار درود شریف بعدہ ۱۱۱ بار کلمہ تمجید اور ۱۱۱ بار شیئاً للہ یا شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ جیلانی۔

(۳) حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (کتاب اخبار الاخیار) فرماتے ہیں: ''بہر صورت کہ باشد یا رسول اللہ کرم فرما بلطف خود سرور سامان جمع بے سروپا کن'' یعنی جس طرح سے ہو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرم فرمایئے۔ اور اپنی مہربانی سے مجھ بے سروپا کا فکر کیجئے۔ (۵۴)

(۴) حضرت شاہ شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یا رسول اللہ تو دانی امتانت عاجز اند عاجزاں را راہنما و جملہ را ماوا توئی

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ جانتے ہیں آپ کی امت عاجز ہے۔ عاجزوں کے راہنما اور سب کے جائے پناہ آپ ہی ہیں۔

(۵) شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ (۵۵)

گر نبودے یا رسول اللہ ذات پاک تو ہیچ پیغمبر نبردے دولت پیغمبری

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ کا وجود پاک نہ ہوتا۔ تو کسی پیغمبر کو دولت پیغمبری نصیب نہ ہوتی۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دیگر انبیاء کو پیغمبری ملی ہے۔

نیز حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں فرماتے ہیں۔

داری خبرے اے مہ جیلانی کہ معالی در یاد تو القادر القادر ہمہ شب کرد

یعنی جیلان کے چاند معالی حضور کی یاد میں تمام رات القادر القادر کرتا رہا ہے توجہ فرمایئے!

(۶) مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ۔

زمہجوری برآمد جان عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم (۵۶)

آپ کی جدائی سے جہان والوں کی جان نکل رہی ہے۔ رحم فرمایئے اے اللہ کے نبی رحم فرمایئے۔

Marfat.com

تو ابر رحمتی آن بہ کہ گاھے کنی برحال لب خشکاں نگاہے

آپ رحمت کے بادل ہیں۔اس لئے یہ عرض ہے کہ آپ کبھی تو ہم پیاسوں کے حال پر نظر عنایت فرمائیں

(۷) شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ۔

خدا یا بحق بنی فاطمہ کہ برقول ایمان کنی خاتمہ (۵۷)

یعنی الٰہی بحق اولاد فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا میرا خاتمہ بالا یمان کیجئے۔

اگر دعوتم ردکنی در قبول من ودست و دامان آل رسول

یعنی خواہ میری دعا قبول فرمایئے خواہ نہ مین تو ہر حالت میں آل رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دامن لازم پکڑوں گا۔

چہ گم گردد اے صدر فرخندہ پے زقدر رفیعت بدرگاہ ے

کیا کم ہوگا۔اے مسند نشین مبارک طریقے والے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں تیری بلند قدر ہے۔

کہ باشند مشتے گدایاں خیل لمبہما دارالسلامت طفیل

کہ قوم کے گداگروں کا ایک گروپ کی طفیل بہشت کے مہمان خانہ میں ہو۔

نیز فرماتے ہیں:۔

شنیدم کہ دردز امید وہم بداں رابہ نیکاں بہ بخشد کریم

میں نے سنا ہے کہ امید وخوف کے دن یعنی بروز جزا گنہگاروں کو اللہ تعالیٰ نیکوں کی طفیل بخشد بے گا۔

امیداست زانانکہ طاعت کنند کہ بے طاعتاں راشفاعت کنند

خدا کے مطیع اور فرمانبردار بندوں سے امید ہے کہ وہ گنہگاروں کی شفاعت کرینگے (بوستان)

وہابی صاحبو! ہمیں شک نہیں کہ آپ کے عقیدہ کی رو سے مندرجہ بالا اشعار شرک سے لبریز ہیں۔مگر ہم پرزور اپیل کرتے ہیں (اگر اپیل کرنا شرک نہ ہو) کہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ جیسے نامور بزرگ کی اسلامی خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے لیے حروف۔ش۔ر۔ک اور

Marfat.com

ب۔د۔ع۔ت سے کوئی معجون مرکب تیار نہ کرنا ورنہ غیر اقوام تم پر مضحکہ اڑائیں گی۔ کیونکہ دوسری قوموں کے قلوب میں ان کی وقعت ضرور ہے آپ سے مردہ دلوں میں نہ سہی۔

(۸) حضرت بہاؤ الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ (حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں) تو اغث یا غوث صمدانی منم سائل تو سلطانی محروم نہ گردانی محی الدین جیلانی۔ یعنی یا غوث صمدانی میری فریاد رسی کیجئے۔ میں سائل ہوں اور آپ بادشاہ۔ مجھے اپنے در سے محروم نہ پھرائیے۔ آپ دین کے زندہ کرنیوالے ہیں۔

سگ دربار خود دانی بہاؤ الدین ملتانی بود لائق بدربانی محی الدین جیلانی

یعنی بہاؤ الدین ملتانی کو اپنے دروازے کا سگ خیال فرمائیے کاش یہ آپ کی دربانی کے لائق ہو جائے۔ آپ دین کے زندہ کرنیوالے ہیں۔

کیا کوئی بدبخت ایسے بزرگ ولی کی طرف شرک و بدعت کی نسبت کر سکتا ہے؟

(۹) حضرت خواجہ محی الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ۔

مستغرق گناہیم ہر چند عذر خواہیم پژمردہ چوں گیاہیم باران ما محمد

یعنی ہم گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اور عذر خواہی کر رہے ہیں' ہم کملائے ہوئے گھاس کی طرح پژمردہ ہیں۔ ہمارے لئے جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم باران رحمت ہیں۔

از درد زخم عصیاں مارا چہ غم چو سارد ازمرہم شفاعت درمان ما محمد

یعنی ہمیں اپنی معصیت کا کیا غم ہے جبکہ ہمارے آقائے نامدار ہماری شفاعت پر کمر بستہ ہیں۔

(۱۰) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ ردالمحتار شرح درمختار میں گم شدہ چیز ملنے کیلئے فرماتے ہیں کہ بلندی پر جا کر حضرت سید احمد بن حلوان یمنی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے فاتحہ پڑھے۔ پھر یوں ندا کرے رحمۃ اللہ علیہ۔ یا سیدی احمد یا ابن حلوان تو وہ گم شدہ چیز انشاء اللہ ضرور بالضرور مل جائے گی۔ (۵۸)

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی خیر نہیں' وہابیوں کی شرک گن بڑی طویل زد والی ہے۔

Marfat.com

(۱۱) حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ۔

یَا مَالِکِیْ کُنْ شَافِعِیْ فِیْ فَاقَتِیْ اِنِّیْ فَقِیْرٌ فِی الْوَرَاءِ الْجَنَبَاكَ

اے میرے مالک! میرے شفیع ہوجایئے، میں فقر کی حالت میں خلق میں سب سے زیادہ آپ کی غنا کا محتاج ہوں

یا اکرم الثقلین یا کنزالوری جدلی جودك ارضنی برضاك

اے بزرگ ترین جنوں اور انسانوں کے اور اے خزانہ مخلوقات بخشنے والے مجھے اپنی بخشش سے اور راضی کیجئے اپنی رضامندی سے۔

انا طامع بالجود منك ولم یکن لابی حنیفه فی الانام سواك (۵۹)

میں آپ کی بخشش کا حریص ہوں۔ اور ابوحنیفہ کا بجز آپ کے کوئی یارومددگار نہیں۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تو کمال کر دیا۔ اول حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا شفیع مانا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در کے گدا بنے، بعدہ سرور انس وجان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کو خزانہ بے بہا تسلیم کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سخاوت بخشش اور عطیات کیلئے دامن امید پھیلایا۔

بالآخر علی الاعلان کہہ دیا۔ کہ ابوحنیفہ کا کوئی یاور نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بخشش کا حریص ہے۔ (امیدوار بھی نہیں بلکہ حریص فرمایا)

معترضین وہابین! شرک کی مشین گن تیار رکھئے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک کو بفضلہ تعالیٰ جملہ خزائن کا مالک مان لیا اور اللہ کا نام تک نہیں لیا۔ مگر خدا کیلئے امام ہمام کے نام پاک (ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کی لاج رکھنا۔ آخر حنفی کہلاتے ہو۔ اصلی نہ سہی۔

نوٹ:۔ ہمارے پاس اس قسم کی لاتعداد امثلہ موجود ہیں۔ مگر طوالت کے خوف سے انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اگر کبھی موقع ملا تو ہم دیوبندی وہابیوں کے پیشواؤں اور رہنماؤں کی وہ عبارات ہدیہ ناظرین کریں گے جس میں انہوں نے خود اولیائے کرام سے استمداد کی ہے۔

فی الحال قارئین رسالہ ہذا کی خدمت میں التماس ہے کہ اول سے اخیر تک بنظر

Marfat.com

انصاف مطالعہ کر کے فرمادیں کہ:۔

(۱) وہ ائمہ احادیث' بزرگان دین اولیاء عظام جن کے اسمائے گرامی معہ اقوال ہم نے اوپر درج کئے ہیں۔ اگر بفتوائے معترضین استمداد کرنے سے شرک و بدعتی ہو گئے۔ (نعوذ باللہ تعالیٰ) تو پھر دنیا میں اہل اسلام کون رہے؟ صرف شیخ نجدی اور اس کے چیلے چانٹے؟

(۲) نیز جو شخص مقربین خدا کی نسبت سوء لفظی کرے یا نعوذ باللہ ان پر شرک و بدعت سی ناپاک تہمت لگائے وہ از روئے شرع محمدی علی صاحبہا التحیہ والتسلیم کیا ہے؟ خود ہی فیصلہ کر لیں۔

نوٹ:۔ ہم مسئلہ استمداد پر کافی روشنی ڈال چکے ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر کوئی متعصب ہٹ دھرم' جاہل نجدی بلا دلیل اہل سنت اور اولیائے کرام کی مخاصمت پر ڈٹا رہے اور شرک و بدعت کی رٹ لگائے جائے تو بصدق جواب جاہلاں باعث خموشی' اس کی بے بنیاد مخالفت کو قطعاً نظر انداز کیا جائے گا۔ اور اس کی بکواس اور ہرزہ سرائی بالکل پروانہ کی جائے گی۔ وما علینا الا البلاغ

کشف عنه ومن نادى باسمى فى شدة فرجت عنه ومن توسل بى الى الله عزوجل فى حاجته قضيت له ومن صلى ركعتين يقرء فى كل ركعة بعد الفاتحة سورة الاخلاص احدى عشرة مرة ثم يصلى على رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد السلام ويسلم عليه ثم يخطو الى جهة العراق احدى عشرة خطوة يذكر فيها اسمى ويذكر حاجة فانها تقضى۔ (۶۰)

''تکلیف میں مجھ سے فریاد کرے۔ وہ تکلیف دفع ہو اور جو اس کی سختی میں میرا نام لے کر ندا کرے' وہ سختی دور ہو اور جو کسی حاجت میں اللہ تعالیٰ کی طرف مجھ سے توسل کرے۔ وہ حاجت برآئے۔ اور جو دو رکعت نماز ادا کرے' ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد گیارہ بار سورہ اخلاص پڑھے پھر سلام پھیر کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجے۔ پھر عراق (یعنی بغداد شریف) کی طرف گیارہ قدم چلے اور ان میں میرا نام لیتا جاوے۔ اور اپنی

Marfat.com

حاجت یاد کرے اس کی وہ حاجت روا ہو"۔

لو اب ذرا غور سے پڑھیے۔ کن کن ائمہ احادیث اور بزگان دین نے اس فرمان مذکور کا ذکر اپنی اپنی تصنیف میں فرمایا ہے۔(۶۱)

(۱) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے نزہۃ الخاطر الفاتر میں

(۲) شیخ مجد والدین شیرازی فیروز آبادی صاحب قاموس نے روض الناظرین میں

(۳) شیخ محمد سعید زنجانی رحمۃ اللہ علیہ نے نزہۃ الخواطر میں۔

(۴) شیخ شہاب الدین قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے روض الزاھر میں۔

(۵) امام عبداللہ یافعی رحمۃ اللہ علیہ نے روضۃ المفاخر میں۔

(۶) شیخ ابوبکر بن نصر رحمۃ اللہ علیہ نے انوار الناظر میں۔

(۷) سید عبدالقادر السید روسی رحمۃ اللہ علیہ نے در الفاخر میں۔

(۸) شیخ محمدی یحییٰ التناولی رحمۃ اللہ علیہ نے قلائد الجواہر میں

(۹) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے زبدۃ الاسرار اور زبدۃ الآ ثار مختصر بہجۃ الاسرار میں۔

(۱۰) شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ (جن کا مزار قلعہ گوجر سنگھ میں واقع ہے) نے تحفۃ القادریہ میں۔

نوٹ:۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ قول حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نقل کرنے کے بعد یہ لکھا ہے۔ وقد جرب ذالك مرارًا فصح یعنی یہ وظیفہ فرمودۂ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ بارہا آزمایا اور تجربہ کیا۔ پس صحیح اور درست پایا۔

حوالہ اول الذکر (پیش کردۂ معترضین) وحوالہ مؤخر الذکر (پیش کردہ) ان ہر دو حوالہ جات میں کسی محقق یا محدث کسی ولی یا بزرگ نے کسی قسم کا تعارض نہیں پایا اور نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ ہر دو کلام متضاد ہیں۔ ورنہ مؤخر الذکر پر اولیاء کرام اور ائمہ احادیث کا ہرگز اتفاق نہ ہوتا۔ ہماری سودیشی نجدی ملانٹے بمصداق افتو منون ببعض الکتاب

Marfat.com

وتکفرون ببعض اپنے مطلب کی بات مان لیتے ہیں۔ اور محض ضد اور تعصب کی بنا پر اصلیت کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ اب انصاف تو یہی ہے کہ مندرجہ بالا محدثین اور مصنفین رحمہم اللہ تعالیٰ پر شرک و بدعت کا فتویٰ چسپاں کر کے کھلم کھلا اپنی نجدیت اور وہابیت کا اقرار واعلان کریں اور حنفیت و قادریت کی آڑ میں عوام کو گمراہ نہ کریں۔

حافظا مے خور، و رندی کن، وخوش باش و لے
دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

Marfat.com

ترتیب وار حوالہ جات

(رسالہ استمداد از عباد الرحمٰن)

(۱) سورۂ ہود پ ۱۲ ع ۲ آیت ۲۹

(۲) اخرجہ مسلم فی الصیام کتاب البر والصلۃ الرقم ۶۲۲۲

(۳) اخرجہ البخاری فی الصحیح باب التواضع الرقم ۶۱۳۷۔ ابن حبان الرقم ۳۴۷

(۴) فتوح الغیب حضرت الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مترجم نجم الحسن گیلانی ص ۸،۷

(۵) سورۃ النمل آیت نمبر ۳۹، ۴۰

(۶) الکہف ۸۰

(۷) الکہف ۷۴

(۸) آل عمران ۴۹

(۹) الانبیاء ۱۰۷

(۱۰) الانفال ۳۳

(۱۱) الحج ۴۰

(۱۲) المائدہ ۵۵

(۱۳) التوبہ ۷۱

(۱۴) سورۃ الکہف ۲۶

(۱۵) الاعراف ۵۶

(۱۶) الاحزاب ۳۷

(۱۷) التوبہ ۵۹

(۱۸) العقیلی والطبرانی فی الاوسط والحاکم فی المستدرک عن علی رضی اللہ عنہ

(۱۹) الطبرانی فی المعجم الکبیر الرقم ۱۰۳۹۰ ابونعیم فی حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۷۲

(۲۰) الطبرانی فی المعجم الاوسط ج ۴ ص ۷ ۲۴ الرقم ۴۱۰۱

(۲۱) الطبرانی فی المعجم الکبیر الرقم ۱۰۳۹۰ ابونعیم فی حلیۃ الاولیاء ج ۴ ص ۱۷۲ مطبوعہ مصر

(۲۲) ایضاً

(۲۳) ایضاً

(۲۴) ایضاً

(۲۵) ایضاً

Marfat.com

(۲۶) ایضاً

(۲۷) ایضاً

(۲۸) الانبیاء' آیت نمبر ۲۶ تا ۲۹

(۲۹) پارہ ۱۶' آیت ۸۷

(۳۰) بنی اسرائیل' آیت نمبر ۵۶' ۵۷

(۳۱) یونس' ۱۸

(۳۲) الزمر' پارہ ۲۴' ع ۴' آیت نمبر ۳۸

(۳۳) الاحقاف' پارہ ۲۶' ع ۱' آیت ۵' ۶

(۳۴) تفسیر جلالین بمبئی (مطبع فتح الکریم) ص ۱۴۱

(۳۵) القصص' پ ۲۰' ع ۹' آیت ۸۸

(۳۶) بقرہ' پ ۱' ع ۳' آیت ۲۳

(۳۷) یونس' پ ۱۱' ع ۱' آیت ۱۰

(۳۸) بنی اسرائیل' پ ۵' ع ۸' آیت ۱۷

(۳۹) سورۂ فرقان' رکوع ۹

(۴۰) سورۂ فرقان' رکوع ۹

(۴۱) سورۂ مومن' پ ۲۴' ع ۵' آیت ۴۱

(۴۲) نوح' پ ۲۹' ع ۱' آیت ۵' ۶

(۴۳) یونس' پ ۱۱' ع ۳' آیت ۲۵

(۴۴) الاحزاب ۴۴' پ ۲۱' ع ۱' آیت ۵

(۴۵) العلق' پ ۳۰' ع ۱' آیت ۱۷' ۱۸

(۴۶) الکہف' پ ۱۵' ع ۷' آیت ۵۲

(۴۷) بنی اسرائیل' پ ۵' ع ۸' آیت ۱۷

(۴۸) الکہف: ۵۷

(۴۹) المقالۃ التاسعۃ والسبعون فتوح الغیب' مظہر لاریب از شاہ عبدالحق مطبوعہ نوریہ رضویہ لاہور ص ۵۳۰

(۵۰) تتمہ فتوح الغیب' ص ۲۲۹' بر حاشیہ بہجۃ الاسرار مطبوعہ دہلی

(۵۱) تتمہ فتوح الغیب' ص ۲۲۹' بر حاشیہ بہجۃ الاسرار مطبوعہ دہلی

(۵۲) فتوح الغیب مقالہ سادس مطبوعہ مصر' ص ۱۰۹

Marfat.com

(۵۳) ترمذی فی السنن کتاب الدعواۃ' ج ۵' ص ۵۶۹' الرقم ۳۵۷۸
النسائی فی السنن الکبریٰ' ج ۶' ص ۱۶۸
احمد بن حنبل فی المسند، الرقم ۱۷۲۴۰
بخاری فی التاریخ الکبیر، ج ۲' ص ۲۰۹
الہیثمی فی مجمع الزوائد ج ۲' ص ۲۷۹
(۵۴) کتاب الاخبار الاخیار' شاہ عبدالحق دہلوی
(۵۵) تحفۃ القادریہ' شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ
(۵۶) تحفۃ القادریہ' شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ
(۵۷) تحفۃ القادریہ' شاہ ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ
(۵۸) بوستان' شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ
(۵۹) مثنوی' مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ
(۶۰) ردالمحتار شرح درمختار' علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ
(۶۱) قصیدہ امام اعظم' ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ

☆☆☆

اہم گزارش

پڑھنے والے کو کسی جگہ پر اگر کمپوزنگ یا دیگر اغلاط ملے تو برائے کرم ناشر کو مطلع فرما دے تا کہ اگلے ایڈیشن کو غلطیوں سے پاک کیا جا سکے۔

ناشر

جامعہ حسنات العلوم (رجسٹرڈ)

نزد مسجد وزیر خان اندرون دہلی گیٹ لاہور

042-37654825

Marfat.com